هفت روزہ

زندگی

لاہور

۲ تا ۸ فروری ۱۹۷۹ء

افغانستان ـــ ہر قیمت پر اسلامی انقلاب

قیمت ۳ روپے

ملائشیا اور پاکستان ـــ اتحاد کی نئی راہیں

بنام زندگی

چادر اور چار دیواری کا تقدس مجروح نہ کیا جائے

۲۱،۲۲/۲۱ جنوری ۱۹۷۹ء کو محکمہ تعلیم زنانہ کی طرف سے میونسپل پارک کمالیہ میں لڑکیوں کے جسمانی کرتب کے مقابلے ہوئے جس میں بے پردگی، بے حجابی کو فروغ دینے کی کوشش کی گئی اور حکومت کے چادر، چار دیواری کے تحفظ، اسلامی قانون کے نفاذ کے واضح اعلان کا عملاً مذاق اڑایا گیا۔ اس سلسلے میں قومی اتحاد کمالیہ نے ۲۳ جنوری کے اپنے اجلاس میں باتفاق رائے مندرجہ ذیل قرارداد پاس کی۔

"ہم میونسپل پارک کمالیہ میں زنانہ مدارس کی طالبات کے اجتماع کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس اجتماع سے چونکہ چادر، چار دیواری کا تقدس مجروح ہوتا ہے، اس لیے ہم اس کی پرزور مذمت کرتے ہیں اور اعلیٰ حکام سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس اجتماع کے ذمے دار افراد کے خلاف کارروائی کی جائے۔"

(پاکستان قومی اتحاد کمالیہ)

علماء کرام اور دانشوروں کی خدمت میں

طویل اور صبر آزما انتظار کے بعد موجودہ حکومت کے ہاتھوں پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کی طرف کچھ پیش رفت ہوئی ہے۔ صدرِ پاکستان نے قدم اوّل کے طور پر دفاتر میں نماز کی ادائیگی کو لازمی قرار دیا ہے اور یہ بڑی خوش آئند اور حوصلہ افزا بات ہے کہ تقریباً تمام دفاتر میں نہ صرف نماز باجماعت کا اہتمام ہو چکا ہے، بلکہ متعلقہ دفاتر کے اسٹاف اور افسران نے اس میں شرکت بھی شروع کر دی ہے۔

اب علمائے کرام اور صحیح الخیال دانشوروں کا یہ فرض ہے کہ وہ نماز باجماعت کے اس جذبے کو ہر دم تازہ رکھنے کے لئے مختلف تدابیر عمل میں لائیں۔ اور ایسے ہنگامی اور طویل المیعاد پروگرام دیتے رہیں کہ نماز کی یہ مہم نہ صرف دفاتر میں زور پکڑے، بلکہ یہ مہم مارکیٹوں اور پھر محلوں میں پہنچ جائے۔ چین ایک طرف نظریاتی ملک ہے، ہم پڑھتے اور سنتے رہتے ہیں کہ وہاں اس ملک کے بنیادی نظریات لوگوں کے اندر تازہ رکھنے کے لئے وہ مختلف ثقافتی مہمات کا آغاز کرتے رہتے ہیں۔ نماز ہر مسلمان کے دل کی آواز ہے، اس کی فرضیت سے کوئی بدبخت مسلمان ہی منکر ہو سکتا ہے، لیکن اس کے باوجود جب سوسائٹی کی طرف سے کوئی اخلاقی یا قانونی تازیانہ لوگوں کو نظر نہیں آتا، تو نمازی کم ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔

حکومت نے دفاتر میں نماز باجماعت کی ادائیگی لازمی قرار دے کر یقیناً ایک بہت بڑا نیک قدم اٹھایا ہے۔ اب سوشلسٹ پوری کوشش کریں گے کہ یہ جذبہ جلد ہی ماند پڑ جائے، لیکن ہمارے زرخیز دماغ علماء اور دانشوروں کا فرض ہے کہ وہ نت نئے طریقوں اور نت نئی مہمات سے نماز کے اس دائرہ کو وسیع سے وسیع تر کرتے جائیں۔

خلیل الرحمٰن لاہور چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری لاہور

بارہ ربیع الاوّل، ایک تجویز

"زندگی" کی وساطت سے میں قومی اتحاد میں شامل اور اتحاد سے باہر اسلام پسند عناصر کی خدمت میں کراچی کے عوام کی خواہش پہنچانا چاہتا ہوں۔

عوام کی خواہش یہ ہے کہ اس سال ۱۲ ربیع الاوّل کو پاکستان کا بچہ بچہ اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں جلوس کی شکل میں گھروں سے باوضو پاک صاف سفید لباس سفید عمامہ (پگڑی) باندھے نکلے۔ کلمۂ توحید بلند کرتے ہوئے اور پاکستان کا سبز پرچم جاذ نماز ساتھ ہو۔ ظہر اور عصر کی نمازوں کا اہتمام شاہراہوں پر انتہائی پروقار انداز میں ہو۔ نماز فجر کے ساتھ ہی دوپہر کا کھانا لے کر تمام لوگ گھروں سے نکل کھڑے ہوں۔ قرآن و حدیث بڑے بڑے گتوں اور کپڑوں پر ترجمہ کے ساتھ لکھے ہوں۔ جگہ جگہ تقاریر ہوں حضرت محمد مصطفےٰ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو دہرایا جائے۔ لوگوں کو یاد دلایا جائے کہ اسلامی نظام میں کیا کیا فائدے ہیں؟

بہترین نعرے اور اچھے اشعار پڑھے جائیں۔ جوشیلے نغمے دس دس، بیس بیس نوجوان ایک ساتھ پڑھیں۔ اگر ممکن ہو تو دوپہر میں اجتماعی کھانے کا اہتمام بھی ہو۔ شام کے وقت جلسہ ہو اور دعا کے ساتھ ہی لوگ اپنے اپنے گھروں کو پروقار انداز میں واپس لوٹیں۔

آپس کی ہر رنجش کو بھلا کر ایک بار مکمل اتحاد کے ساتھ لادین عناصر کے تابوت میں آخری کیل گاڑ دیں۔

(سید وصی حیدر، شمالی ناظم آباد، کراچی)

وزیر مذہبی امور کی توجہ کے لیے

وزارتِ مذہبی امور نے گزشتہ سال فروری میں سیرت النبیؐ پر مقابلہ مضمون نویسی کا انعقاد کیا تھا اور مضامین بھیجنے کی آخری تاریخ ۱۴ فروری تھی۔ اخباری اطلاع کے مطابق مقابلے میں اول آنے والے کو دو ہزار روپے نقد اور حکومت کی جانب سے سیرت کانفرنس میں شرکت کی نوید سنائی گئی تھی، لیکن ایک سال گزر جانے کے باوجود ابھی تک مقابلہ مضمون نویسی کے نتائج کا اعلان نہیں کیا گیا۔

اس سلسلے میں جب ڈائریکٹر وزارتِ مذہبی امور پروفیسر سعید سے وضاحت چاہی گئی تو جواب ملا کہ ابھی منصفین کا فیصلہ موصول نہیں ہوا۔ وہ طلبہ جنہوں نے مقابلے میں محنت سے حصہ لیا، مقابلے کے انعام سے محروم رہے۔ آخر دو ہزار روپے کا انعام کسے دیا گیا؟ اخبار میں انعامات کا اعلان اب تک کیوں نہیں کیا گیا؟ ایک سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود فیصلہ کیوں نہیں ہوا؟

ہم انصاری صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ پروفیسر سعید سے جواب طلب کریں اور مستحق طلبہ کو انعام دیا جائے۔

(رشید الدین، صدر بزم ادب و مباحثہ، انجمن طلبہ نیشنل کالج کراچی)

ضروری وضاحت

"زندگی" کے ۱۲ جنوری کے شمارے میں جناب ظفر اقبال صاحب کے مضمون "قائدِ اعظم، پاکستان اور قائدِ عوام" کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ یہ مضمون بلدیہ ساہیوال کے زیرِ اہتمام یوم قائدِ اعظم کی تقریب میں پڑھا گیا۔ اس ضمن میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ تقریب بلدیہ ساہیوال کے زیرِ اہتمام نہیں بلکہ قائدِ اعظم کمیٹی ساہیوال کے زیرِ اہتمام بلدیہ کے ہال میں منعقد ہوئی تھی۔

(عارف چودھری سیکرٹری قائدِ اعظم کمیٹی ساہیوال)

"۱۲ ربیع الاوّل کا پیغام"۔ انعامی تحریری مقابلہ

اسلامی جمعیت طلبہ صوبہ پنجاب کے زیرِ اہتمام صوبہ بھر کے تمام ہائی سکولز کے طلبہ کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت باسعادت کے موقع پر ایک انعامی تحریری مقابلہ "۱۲ ربیع الاوّل کا پیغام" کے موضوع پر منعقد ہو رہا ہے۔ انعامی مقابلے میں حصہ لینے کے لیے درج ذیل شرائط ہیں:

- مضمون فل سکیپ سائز کے دو سے لے کر تین صفحات پر مشتمل ہونا چاہیے۔
- مضمون اپنے سکول کے ہیڈ ماسٹر یا جمعیت کے ناظم سے تصدیق کروا کے بھیجیں۔
- اوّل، دوم اور سوم آنے والے طلبہ کو انعامات دیے جائیں اور اوّل آنے والا مضمون اسلامی جمعیت طلبہ صوبہ پنجاب کے بلیٹن "پیغام" میں شائع کیا جائے گا۔
- مضامین ۱۵ فروری ۱۹۷۹ء تک "دفتر اسلامی جمعیت طلبہ صوبہ پنجاب ۱۔ اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور" کے پتہ پر پہنچ جانے چاہئیں۔ مقررہ تاریخ کے بعد موصول ہونے والے مضامین انعامی مقابلے میں شریک نہیں کیے جائیں گے۔

(شعبہ نشر و اشاعت، اسلامی جمعیت طلبہ صوبہ پنجاب)

اِس سے فائدہ پیپلز پارٹی کو پہنچ رہا ہے

ایئر مارشل اصغر خان اور نورانی میاں نے آج کل جو طرزِ عمل اختیار کر رکھا ہے، اسے کسی طور پسندیدہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اِن دونوں حضرات نے جس طرح قومی اتحاد سے بے وفائی کی ہے، اس پر تحریکِ نظامِ مصطفےٰ کے شہداء قیامت کے روز اِن کا احتساب کریں گے۔ اصغر خان کی تضاد بیانی کا یہ عالم ہے کہ اب پھر نظامِ مصطفےٰ کی بات کرنے لگے ہیں، جب کہ کچھ ہی عرصہ قبل یہ اپنے آپ کو سیکولر کہہ چکے ہیں اور ریڈیو، ٹی وی پر عُریاں اور فحش ناچ گانوں کی حمایت بھی کر چکے ہیں۔ یہ حضرات نجانے کس خوش فہمی کا شکار ہیں، جب کہ حالت یہ ہے کہ اچھے بھلے شہروں میں بھی ان کی تنظیم نہ ہونے کے برابر ہے۔ اگر کہیں دفتر ہے بھی تو صرف سائن بورڈ تک۔ میں "زندگی" کی وساطت سے اِن دونوں حضرات سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی موجودہ روش پر نظرِ ثانی فرمائیں۔ اِن کا یہ طرزِ عمل پیپلز پارٹی کے سوا اور کسی کو فائدہ نہیں پہنچا رہا ہے۔

(رائے عطاء اللہ خاں، صدر قومی اتحاد، کمالیہ)

مُدیرِ منتظم : ڈاکٹر اعجاز حسن قریشی

مُدیر : الطاف حسن قریشی

مدیرانِ معاون : ممتاز عامر، رؤف طاہر

زندگی

ہفت روزہ — لاہور

جلد نمبر ۱۵، شمارہ نمبر ۶

۴ تا ۱۰ ربیع الاوّل ۱۳۹۹ھ

۲ تا ۸ فروری ۱۹۷۹ء

ترتیب

ایران کا سورج مغرب سے نکلا
اور تاریکی کا دیوِ مراکش بھاگ گیا — رؤف طاہر
ایران کی تازہ ترین صورتِ حال — عامرہ مجید مفتی — ۱۳
افغانستان ___ ہر قیمت پر اسلامی انقلاب
عبدالہادی، محمد عارف قریشی — ۶
بدعنوانیوں کا ازالہ کیسے؟ — اداریہ — ۴
ملائشیا اور پاکستان اتحاد کی نئی راہیں — ۱۰
مسٹر بھٹو نے روس سے رحم کی اپیل کردی — سید سبط احمد — ۱۹
لودھراں میں پولیس نے سفاکی اور درندگی کی انتہا کردی۔
حافظ عبدالخالق — ۲۳
جسٹس شفیع پر فائرنگ ___ نئی تفصیلات — ایاز قریشی — ۲۶
نصرت بھٹو کے مشیر نے اراضی کی خاطر بیوی کو قتل کر ڈالا — ۲۴
این ڈی پی کی پوزیشن کمزور ہے
فیصل آباد کی ڈائری — محی الدین احمد — ۲۹
دراصل ہم شکار پر تھے۔
نورانی میاں کی پریس کانفرنس — اکرام غازی — ۴۳
کلن اور مرزاجی کا مکالمہ
آغا اشرف کا نیا کالم — ۵۱

سرِورق ___ ظفر احمد

ہمارے نمائندے

اسلام آباد :	سید سبط احمد فیاض شاہد
آزاد کشمیر / راولپنڈی :	طارق محمود طارق
فیصل آباد :	محی الدین احمد، رحمٰن بلڈنگ کچہری بازار، فون ۳۱۲۸۸
گجرات :	قمر عباس رانا، لون انٹرپرائز سرکلر روڈ، فون ۳۶۳۹
گوجرانوالہ :	بذل احمد، ۵۔گوبندگڑھ اسلامیہ کالج روڈ
کراچی :	اکرام غازی، فون ۴۳۵۹۲۳ خالد خلد، فون ۶۱۶۹۸۹
صوبہ سرحد :	عبدالہادی احمد ۴ میونسپل فلیٹس حاجی کیمپ، پشاور
کوئٹہ :	مسلم قریشی، معرفت تعمیرِ نو اسکول آرچر روڈ، فون ۷۴۲۰۳

اندرونِ سندھ

حیدرآباد :	محمد موسیٰ بھٹو، باب الاسلام پبلیکیشنز ٹھنڈی سڑک،
لاڑکانہ :	جی ایچ حیدری پربھات پبلیکیشنز، بند روڈ
سانگھڑ :	عظمت اللہ عباسی
تھرپارکر :	عبدالحفیظ عابد
میرپور خاص :	ارباب عبدالمالک انیس، مکتبہ ہلِ ڈاک خانہ چوک اسٹیشن روڈ

مستقل کالم نگار

خانی خان، صادق حسین، آغا اشرف،
عظیم سرور، نثار الحق

بیرونِ مُلک نمائندے

ریاض :	فرقان احمد
دُبئی :	منیر احمد خلیلی، پوسٹ بکس نمبر ۱۶۲۱
قطر :	فضل ہادی سواتی، پوسٹ بکس نمبر ۲۱۲۔دوحا
کویت :	سید محمد رضوی
ابوظبی :	سکندر ملک، پوسٹ بکس نمبر ۴۴۱۳۷
	بابر سعید ملک، پوسٹ بکس نمبر ۱۵۸۷۔العین

بدلِ اشتراک

	ششماہی روپے	سالانہ روپے
۱۔ پاکستان	۵۲	۱۰۰
۲۔ ہندوستان	۸۵	۱۶۰
۳۔ ایران، عراق، اردن، کویت، لبنان، سعودی عرب، الجیریا، مصر، انڈونیشیا، سری لنکا، نیپال، شام، ترکی	۹۵	۱۸۰
۴۔ ابوظبی، افغانستان، بحرین، دوبئی، عمان، شارجہ، برما، بنگلہ دیش، قطر	۱۳۵	۲۶۰
۵۔ مالدیپ، لکادیپ، یمن،	۱۴۵	۲۸۰
۶۔ کمبوڈیا، لاؤس، تھائی لینڈ، ویت نام، برونی، چین، فارموسا، نائجیریا، پولینڈ، ہالینڈ، زمبیا، لیبیا، ہانگ کانگ، میکاؤ، ماریشس، ملائیشیا، سنگاپور، جاپان، سویڈن، ڈنمارک، مغربی جرمنی، نیروبی، انگلینڈ، فرانس، ناروے، اٹلی	۱۶۵	۳۲۰
۷۔ آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، فجی	۲۴۵	۴۸۰
۸۔ کینیڈا، یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ، الاسکا، بہاماس	۲۷۰	۵۳۵
۹۔ کیوبا، میکسیکو، برازیل، بابدوس	۲۹۰	۵۷۰

کراچی آفس : اشتہارات : مشتاق احمد
۱۸۔ڈی بلاک ۲۔ شاہراہِ قائدین
بالمقابل پوسٹ آفس، پی ای سی ایچ ایس کراچی ۲۹
فون : ۴۳۶۳۱۴

ڈاکٹر اعجاز حسن قریشی پرنٹر پبلشر نے اُردو ڈائجسٹ پرنٹرز سرکلر روڈ لاہور سے چھپوا کر ۲۱۔ایکڑ اسکیم سمن آباد لاہور سے شائع کیا

صحافت ایک بہت بڑی قوت ہے جو فائدہ بھی پہنچا سکتی ہے اور نقصان بھی
اگر یہ ٹھیک نہج پر ہو تو رائے عامّہ کی رہنمائی بھی کر سکتی ہے۔

(قائدِاعظمؒ)

بدعنوانیوں کا ازالہ کیسے؟

حکومتِ پاکستان نے بھٹو دورِ حکومت کی بدعنوانیوں کے بارے میں قرطاسِ ابیض کی جو چھ جلدیں شائع کی ہیں ان کے سرسری مطالعے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس بھیانک دور میں مہذب سوسائٹی کی کوئی ایک قدر بھی ایسی نہ تھی جو پامال ہونے سے بچی ہو۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے نفسیاتی مریض الف ننگے ہو کر شیطانی ناچ میں مصروف ہوں اور کوئی اخلاقی رکاوٹ یا کسی قسم کا کوئی خوف ان کی راہ میں حائل نہ ہو۔ زانیوں، شرابیوں اور جنسی کج رووں کا یہ طائفہ چھ سال تک اس ملک کا مقدر بنا رہا اور انہوں نے نہ صرف اخلاقی طور پر اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے اس ملک کا حلیہ بگاڑ دیا، بلکہ اپنے اللوں تللوں سے اس غریب قوم کی معیشت بھی تباہ کر کے رکھ دی۔ اس شیطانی طائفے کے احتساب کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ ان کی بدعنوانیوں اور سیاہ کارناموں کا پردہ چاک کرنے کے لئے قرطاسِ اسود کی چند جلدیں شائع کر دی جائیں یا ان میں سے بعض لوگوں کو نااہل قرار دے کر سیاست میں حصہ لینے سے روک دیا جائے۔ ان لوگوں نے اسلام کے نام پر قائم ہونے والی اس مملکت کو مختلف جہتوں سے جو نقصان پہنچایا ہے، اس کا مکمل ازالہ تو روزِ قیامت سے پہلے نہیں ہو سکتا، لیکن مالی لحاظ سے انہوں نے جو لوٹ کھسوٹ کی ہے، اس کا حتی الامکان ازالہ ہونا چاہیئے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ان کی جائدادیں قرق کر کے قومی نقصان پورا کرنے میں کونسا قانونی یا اخلاقی عذر مانع ہے؟ جب ان کی دھاندلیوں کے دستاویزی ثبوت تک موجود ہیں اور قرطاس ہائے ابیض کا ہر قاری خود بھی ان کی خورد برد کا تخمینہ لگا سکتا ہے، تو آخر ان سے سرکاری پیسہ واپس لینے کے لئے کارروائی کیوں شروع نہیں کی جاتی؟ حکومت کی خاموشی سے عوام کا اعتماد مجروح ہو رہا ہے اور وہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ قومی مجرموں کو یہ ڈھیل کیوں دی جا رہی ہے۔

ان قرطاسہائے ابیض کے مطالعے سے افسر شاہی کے چند ایسے بدنما چہرے بھی بے نقاب نظر آتے ہیں جو ان مجرمانہ افعال میں نہ صرف بھٹو شاہی کے دست و بازو بنے رہے، بلکہ اس شیطانی ٹولے کو بدعنوانی کی مختلف راہیں بھی سمجھاتے رہے اور ارتکابِ جرم کے مفید مشورے بھی دیتے رہے۔ ان کی اعانتِ مجرمانہ کے دستاویزی ثبوت قرطاسِ ابیض کی مختلف جلدوں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ انہوں نے خود بھی مال بنایا اور اپنے آقایان ولی نعمت کو بھی مالامال کر دیا۔ حیرت ہے کہ اس قسم کے قومی مجرم جن کا اصل ٹھکانا جیل ہونا چاہیئے تھا نہ صرف ابھی تک اپنے عہدوں پر برقرار ہیں، بلکہ ان میں سے بعض زیادہ بااثر افراد ترقی پاکر پہلے سے بھی اونچے مناصب پر فائز ہیں۔ آخر ان کے احتساب میں کونسا عذر مانع ہے؟ اور ان کے خلاف مقدمات کی تیاری میں وجہ تاخیر کیا ہے؟ ان کی سزا کے لئے بھی صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ انہیں ملازمت سے برطرف کر دیا جائے، بلکہ ان سے وہ ایک ایک پیسہ واپس لیا جانا چاہیئے جو انہوں نے خود کھایا یا اپنے آقایان ولی نعمت کو کھلایا۔ ان کے خلاف کسی قسم کی کارروائی نہ ہونے سے بھی عوام کا اعتماد مجروح ہو رہا ہے اور ان میں نہ صرف فوجی حکومت کے خلاف بدگمانی پھیل رہی ہے، بلکہ مخالف حلقے موجودہ حکمرانوں کو ان بدقماش افسروں کے سرپرست ثابت کرنے کی کوشش بھی کر رہے ہیں۔

افسروں کے اس بدکردار ٹولے کے بالمقابل قرطاسِ ابیض کی جلدوں میں ان مظلوم افسروں کا ذکر بھی نظر آتا ہے، جنہوں نے بے لگام بھٹوشاہی کی بدعنوانیوں میں شریک و سہیم ہونے سے انکار کر کے عتابِ شاہی کو دعوت دی اور یوں جرمِ بے گناہی کی پاداش میں ملازمت سے سبکدوش کر دیے گئے۔ یہ جبری ریٹائرڈ افسران انصاف کا دروازہ کھٹکھٹانے سے بھی محروم کر دیے گئے اور نشۂ اقتدار میں بدمست مسٹر بھٹو نے یہ کہہ کر ان کے منہ پر مہرِ سکوت لگا دی کہ اب ان کی اپیلیں قیامت کے روز ہی سماعت پذیر ہوں گی۔

انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ جہاں بدعنوانیوں میں ملوث افسروں کو احتساب کے کٹہرے میں کھڑا کیا جاتا، وہیں ان مظلوم افسروں کو فوری طور پر بحال کر دیا جاتا، لیکن نامعلوم مصلحتوں کی بناء پر ابھی تک ظالم اور مظلوم دونوں اپنے اپنے مقام پر کھڑے ہیں۔ اگرچہ قرطاسِ ابیض میں خود حکومت یہ تسلیم کرتی ہے کہ ان افسروں کے ساتھ ظلم ہوا ہے، لیکن ظلم کے ازالے کے لیے جبری ریٹائرمنٹ کی ظالمانہ کارروائی کو کالعدم قرار نہیں دیا گیا، لہٰذا انصاف کے منتظر برخواست شدہ افسر ابھی تک ٹریبونلوں کے چکر سے نجات نہیں پا سکے اور اس طرح ماضی کے مظلوم حال میں بھی مظلومیت

کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

سروس ٹریبونل کی چھلنی میں چھن کر جو چند افسر حصولِ انصاف میں کامیاب ہوگئے ہیں، وہ بھی ابھی تک اپنے جائز عہدوں سے محروم گھر بیٹھے تنخواہیں وصول کررہے ہیں اور یوں قومی خزانے پر اپنی مرضی کے خلاف ناواجب بوجھ ثابت ہورہے ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگ اپنے صحیح مقام سے محروم آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی کے فرضی مناصب پر فائز کردیے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بحالی کے باوجود ان کی فرسٹیشن کا مداوا نہیں ہوسکا اور وہ بدستور اضطراب کا شکار ہیں۔

انکم ٹیکس کے محکمے میں جبری ریٹائرڈ افسروں کی جگہیں پُر کرنے کے لیے ۲۳ انسپکٹروں کو انکم ٹیکس آفیسرز کے عہدوں پر ترقی دی گئی تھی اور گزٹ نوٹیفکیشن میں اس امر کی ضمانت دی گئی تھی کہ کسی برطرف افسر کی بحالی کی صورت میں ان لوگوں کی تنزلی نہیں ہوگی، بلکہ بحال شدہ افسروں کے لیے اضافی پوسٹیں پیدا کی جائیں گی، لیکن جب جبری طور پر ریٹائرڈ افسر بحال ہوئے، تو ان کی جگہ ترقی پانے والے تمام آئی ٹی اوز پھر انسپکٹر بنادیے گئے اور یوں وعدہ شکنی کے باعث ایک طرف تو محکمانہ وقار مجروح ہوا، دوسری طرف ملازمین میں بددلی اور مایوسی کے جذبات پیدا ہوئے۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مظلوم افسران کی بحالی سے نہ صرف حق و انصاف کا بول بالا ہوتا، بلکہ پورے محکمے کی کارکردگی پر صحت مند اثرات مرتب ہوتے اور ملازمین میں اعتماد کی فضا پیدا ہوتی، لیکن بعض عناصر کی درپردہ ریشہ دوانیوں کے باعث اضطراب اور مایوسی پہلے سے زیادہ بڑھ گئی۔ اس طرح صوبہ سندھ میں چند اعلیٰ پولیس افسران کی بحالی ایک لاینحل مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ حکومت اصولی طور پر ان کی بحالی کی منظوری دے چکی ہے، لیکن محکمے کے کار پرداز انہیں دوبارہ قبول کرنے پر آمادہ نظر نہیں آتے اور ان کی بحالی میں روڑے اٹکا رہے ہیں۔ یہ ساری صورتِ حال کسی لحاظ سے بھی باعث اطمینان قرار نہیں دی جاسکتی، بلکہ اس سے سرکاری ملازمین کی کارکردگی بُری طرح متاثر ہورہی ہے۔

بعض مظلوم افسروں کے کیس ٹریبونل کے مرحلے سے گزر کر اسٹیبلشمنٹ ڈویژن کے فیصلے کی راہ تک رہے ہیں۔ ٹریبونل نے انہیں بے گناہ قرار دے دیا، لیکن جب تک اسٹیبلشمنٹ ڈویژن ان کی بحالی کے احکام جاری نہ کرے، ان کی مظلومیت کا دور ختم نہیں ہوسکتا۔ اسٹیبلشمنٹ ڈویژن کا قلمدان خود صدر مملکت جنرل ضیاء الحق کے پاس ہے جو بیک وقت کئی عہدوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں، وہ گوناگوں ذمہ داریوں سے شاید اتنا وقت نہیں نکال سکتے کہ چھ سات ماہ سے پڑے ہوئے ان کیسوں پر فیصلے صادر فرماسکیں اور مظلومین کے لیے انصاف کا سورج طلوع ہوسکے۔ اس بات کا فیصلہ تو صدرِ مملکت ہی فرما سکتے ہیں کہ متعلقہ ڈویژن انہی کے پاس رہنا چاہیے یا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے وہ یہ کام کسی اور کے سپرد کرسکتے ہیں، لیکن مظلوم افسر دن رات یہ دعائیں مانگ رہے ہوں گے کہ صدرِ مملکت اگر یہ اہم قلمدان کسی سیاسی وزیر کو نہیں دینا چاہتے، تو کم ازکم کسی جرنیل ہی کے سپرد کردیں تاکہ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوں اور بھٹو شاہی کے مظالم کا مداوا ہوسکے۔ ظالم اور مظلوم دونوں انصاف کے طالب ہیں۔ اگر آپ نے قرطاس ابیض میں مذکور ظالموں کا صفایا کرکے ان کی جگہ مظلوموں کو بحال نہ کیا، تو یہ ظالم آپ کا وہی حشر کریں گے جو انہوں نے بھٹو کا کیا تھا۔ ان کا کام ہی حکمرانوں کو غلط مشورے دینا اور انہیں بدعنوانیوں کی راہیں سمجھانا ہے۔ جمہوریت کی دشمن پیپلز پارٹی کے یہ گماشتے آج بھی اپنی کمین گاہوں میں بیٹھے افواہ سازی کی مہمیں چلا رہے ہیں۔ اگر آپ اپنا اور ملک کا بھلا چاہتے ہیں، تو انہیں فی الفور ان کے عہدوں سے ہٹاکر عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کیجیے اور ان کی جگہ ان مظلوموں کو بحال کیجیے جو کئی سال سے انصاف کا سورج طلوع ہونے کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

ایک طرف تو صدرِ مملکت کو بے پناہ مصروفیات کی بناء پر انتہائی ضروری امور کے لیے وقت نہیں ملتا، لیکن دوسری طرف بعض سیاسی جماعتوں کی دھڑے بندی ان کے قیمتی وقت پر ناروا بوجھ ثابت ہورہی ہے، وہ کبھی ایک دھڑے کو سمجھاتے ہیں کبھی دوسرے کو اور یہ سلسلہ مہینوں سے جاری ہے، لیکن معاملات ہیں کہ روبہ اصلاح ہونے کا نام نہیں لیتے، ملک کے چاروں طرف تشویشناک تبدیلیاں عمل میں آرہی ہیں اور ملک کے اندر بھی صورتِ حال تسلی بخش نہیں ہے۔ ان حالات میں سیاسی جماعتوں کی ٹوٹ پھوٹ اس بات کی ہرگز مستحق نہیں کہ صدرِ مملکت کی توجہ اپنی طرف مبذول رکھے۔ جماعتیں ٹوٹتی ہیں تو ٹوٹنے دیجیے اور جُڑتی ہیں تو جڑنے دیجیے، ان کا مستقبل کم ازکم آپ کے لیے دردِ سر نہیں ہونا چاہیے، بلکہ پاکستان کا مستقبل آپ کی توجہ کا زیادہ محتاج ہے۔

درباری کُرسی

چیف سیکرٹری پنجاب نے ایک سرکلر کے ذریعے تمام متعلقہ محکموں کو مطلع کیا ہے کہ صدرِ پاکستان جنرل ضیاء الحق درباری کرسی کے استعمال کو ناپسند کرتے ہیں اور انہوں نے حکم دیا ہے کہ آئندہ کسی جلسے، کھلی کچہری یا سیمینار میں اس مخصوص کرسی کا استعمال نہ کیا جائے۔

یہ امر خوش آئند ہے کہ بالآخر پاکستان کی اسلامی مملکت نے نوآبادیاتی نظام کے ایک بہت بڑے مظہر کو ختم کرکے سادگی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ درباری کرسی سامراجی نظام کی شان وشوکت کا مظہر تھی اور حاکمانِ وقت اس پر تشریف فرما ہوکر رعایا کی معروضات سُنا کرتے تھے۔ غیر ملکی حکومت کو پاکستان سے رخصت ہوتے تیس سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے، لیکن ابھی تک ہم مکمل طور پر اس استعماری نظام کی نشانیوں سے نجات نہیں پاسکے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہماری افسر شاہی ابھی تک ان روایات کو سینے سے لگائے بیٹھی ہے اور بڑی حسرت سے اس زمانے کو یاد کرتی ہے، جب وہ "صاحب بہادر" کہلایا کرتی تھی، اگرچہ اس قسم کے احکام وقتاً فوقتاً اس سے پہلے بھی جاری ہوتے رہے ہیں، لیکن سیاسی عدمِ استحکام کی بناء پر "باقیات السیات" سے نجات پانے کے لیے نہ تو کوئی مربوط پالیسی وضع کی جاسکی اور نہ ان احکامات پر سختی سے عملدر آمد ہوسکا۔ اس لیے آج بھی اس شرمناک دور کی بہت سی نشانیاں زندہ ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک باقاعدہ پروگرام کے تحت اس قسم کے تمام آثار مٹادیے جائیں اور افسر شاہی کی تربیت کے لیے کوئی ایسا نظام وضع کیا جائے، جس کے نتیجے میں "سلطانیٔ جمہور" از خود ان کا مزاج ثانی بن جائے اور وہ صرف کاغذی طور پر ہی نہیں، بلکہ دل وجان سے عوام کے خادم بن جائیں۔

درباری کرسی کے ساتھ ساتھ شان وشوکت کے اظہار کے دوسرے مظاہر پر بھی پابندی عائد کرنا ضروری ہے۔ ہم ایک غریب قوم ہیں اور ہمارا بال بال بیرونی قرضوں میں جکڑا ہوا ہے۔ ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم امیر ملکوں کی نقالی میں شان وشوکت کا مظاہرہ کریں۔ قائد اعظم اگر آج زندہ ہوتے تو وہ یقیناً "اتحاد، تنظیم اور یقین محکم" کے ساتھ ساتھ سادگی کو بھی پاکستانی قوم کا ماٹو قرار دیتے اور نہ صرف خود اس پر عمل کرکے دکھلاتے بلکہ پوری قوم کو اس کا عملی نمونہ بنادیتے۔ ہمیں ایک سو ستر کروڑ روپے کے بیرونی قرضے واپس کرنے ہیں اور ہماری اقتصادی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ اس لیے ہمیں ایک ایک پیسہ سوچ سمجھ کر خرچ کرنا چاہیئے

افغانستان ـــــ ہر قیمت پر اسلامی انقلاب

ترہ کی حکومت کے خلاف مسلّح جدّوجہد کی رُوداد

عبدالہادی احمد نے قلمبند کی ہے

ترہ کی کے زاغ نورستانی شاہینوں کی گرفت میں

یوں عبادت ہو، تو زاہد ہیں عبادت کے مزے

افغانستان کے طول و عرض میں گزشتہ ۹ ماہ سے عوام اور حکومت کے درمیان جو خونیں معرکہ برپا ہے، وہ اب فیصلہ کن مرحلے میں دکھائی دیتا ہے۔ یہ جنگ بھی عجیب ہے کہ جس میں ایک طرف کابل کے انقلابی حکمران اپنے ٹینکوں، توپوں، طیاروں اور سب سے بڑھ کر دنیا کی ایک "سُپر پاور" کے تعاون سے لیس کھڑے ہیں اور دوسری طرف اسلامی تحریک کے کچھ سرفروش رضاکار سروں پر کفن باندھے میدان میں نکلے ہوتے ہیں۔ ان کے پاس نہ جدید اسلحہ ہے اور نہ سامانِ زندگی، مگر ان کے ہاں جذبوں اور ولولوں کی کوئی حد نہیں۔ بھر قرائن کہتے ہیں اور تاریخ بھی بتاتی ہے کہ عوام کی متحدہ طاقت کے خلاف جنگ میں کامیاب ہونا دنیا کی کسی "سپر پاور" کے بس کا روگ نہیں۔ امریکہ ویت نام میں اس کا تجربہ کر ہی چکا ہے۔ ترہ کی استبداد اپنے ایوانوں میں لرز رہا ہے اور مجاہدینِ آزادی آمریت کے لشکر کو جگہ جگہ ہزیمت آشنا کر رہے ہیں۔ نورستان اور کُنڑ کی وادیوں سے سُرخ جھنڈے اتر چکے اور اسلامی پھریرے لہرا رہے ہیں۔ دوسرے صوبوں سے بھی اچھی خبریں آ رہی ہیں۔ گزشتہ تین ہفتوں میں جمعیت اسلامی افغانستان اور اس کی معاون رضاکار تنظیموں نے ترہ کی افواج پر جا بجا تابڑ توڑ حملے کیے اور انہیں شدید نقصان پہنچایا۔ ذیل میں آپ انہی معرکوں کی چند تصویری اور واقعاتی جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں گے۔

نُورستان کے بعد کُنڑ

سرکاری فوجوں کو نورستان سے مار بھگانے کے بعد نورستانی مجاہدین نے جنوب کی طرف پیش قدمی کی۔ جہاں اسلامی تحریک کے مقامی رضاکار ان کی پیشوائی اور رہنمائی کے لیے موجود تھے وہ وادیٔ کُنڑ میں اُترے، تو صافی قبائل کے ہزاروں نوجوان بھی تکبیر کے نعروں کی گونج میں ان سے آملے۔ ان لوگوں نے پہلا کام یہ کیا کہ جلال آباد کو کُنڑ اور آگے نورستان، سے ملانے والی واحد سڑک کو کاٹ دیا۔ سرکاری فوجوں کے اگلے دستے محصور ہو کر رہ گئے۔ ان کو کمک پہنچانے کے لیے فضائیہ کے ذریعے امداد پہنچائی گئی۔ چھاپہ مار گوریلے اتارے گئے، مگر مجاہدین کی چھاپہ مار

جنگ کے آگے پیش نہ گئی۔ سرکاری چھاپہ مار بھی چُن چُن کر ٹھکانے لگا دیے گئے۔ اس کیفیت نے کابل حکومت کو پاگل کر دیا۔ فضائیہ کے کئی طیاروں کو حکم دیا گیا کہ وہ عام شہریوں پر گولے اور بم برسائیں کئی مقامی پائلٹ افسروں نے اپنے ہی بھائیوں پر بمباری سے انکار کیا، تو ان کو معطل کر کے جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔ سرکاری فوج کے بہت سے سپاہی بھاگ کر مجاہدین سے آملے۔ شنید ہے کہ آگ اور خون کا معرکہ گرم رکھنے کیلئے اب روسی پائلٹوں کی امداد لی گئی ہے۔

جنوری کے دوسرے ہفتے میں صوبہ کنٹر کے ہی ایک علاقے درہ دیوہ گل میں سرکاری فوجوں نے رُوسی مشیروں اور اسلحے کی مدد سے ایک بڑا حملہ کیا۔ حملے کا نشانہ مقامی قبائل کو بنایا گیا۔ یہ حملہ خاصی منصوبہ بندی سے کیا گیا، اس لیے ابتدائی لمحوں میں کئی رضا کار شہید ہو گئے، مگر جب مجاہدین سمٹ کر پلٹے، تو پچاس افغان فوجیوں کو ہلاک کر کے اپنا بدلہ لے لیا۔ اس ابتدائی جھڑپ کے بعد اردگرد کے قبائل گھروں سے اسلحہ اٹھا کر نکل کھڑے ہوئے۔ ان لوگوں نے مقامی ٹیلیفون ایکسچینج پر قبضہ کر لیا اور دو بکتر بند گاڑیوں کو تباہ کر دیا۔ سرکاری دستے بھاگ نکلے۔ مجاہدوں نے ان کا تعاقب کیا۔ راستے میں ایک فوجی بس، بہت سے ہتھیار، بارود اور ڈائنامیٹ قبضے میں لیے۔

تانگن اور شونکڑی کے معرکے

جنوری کے پہلے ہفتے میں اسلامی تحریک کے رضا کاروں کو اسلحے اور سامانِ رسد کی شدید کمی کا سامنا تھا۔ دوسری طرف حکومتی فوجیں تازہ کمک اور نئے اسلحے کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھیں۔ اس صورتِ حال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے مجاہدین نے ایک اجتماعی میٹنگ کی۔ فیصلہ کیا گیا کہ چھاپہ مار جنگ کے کچھ بامقصد منصوبے بنائے جائیں اور اسلحے کے ذخائر پر قبضہ کیا جائے۔ چنانچہ چند دنوں میں کئی اہم "آپریشنز" کیے گئے۔ تقریباً چھ صوبوں میں اہم مقامات پر فوج کی منتشر ٹکڑیوں پر اچانک حملے کیے گئے اور نہ صرف انہیں جانی نقصان پہنچایا گیا، بلکہ ان کے اسلحے کے ذخائر پر بھی قبضہ کر لیا۔

یکم اور دو جنوری کی درمیانی شب رضا کاروں کا ایک طوفانی دستہ صوبہ کنٹر کے علاقہ تانگن میں اچانک ایک بڑی فوج سے جا بھڑا۔ شب کے اندھیروں میں محدود پیمانے پر راؤنڈ فائر کیے گئے اور پھر پراسرار خاموشی چھا گئی۔ ایک گھنٹے کی قلیل مدت میں جنگ کا "فیصلہ" ہو گیا اور رضا کار سینکڑوں رائفلوں اور گولہ بارود سمیت کامیاب و کامران اپنے ٹھکانوں پر واپس پہنچ چکے تھے۔ اس حملے کے جواب میں، جنوری کو سرکاری فوج نے مقامی صافی قبائل کے علاقے پر حملہ کیا۔ یہ حملہ پورے علاقے کے قبائل کے غیظ و غضب کو دعوت دینے کے مترادف ثابت ہوا۔ صافی قبائل کے ہزاروں نوجوان جمیعت اسلامی کے رضا کاروں کے ساتھ میدان میں نکل آئے۔ خونریز جنگ ہوئی۔ دونوں اطراف کے سینکڑوں افراد کام آئے، مگر سرکاری فوجیوں کو کئی گنا زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ جمیعت کے رضا کاروں نے یہاں سینکڑوں سرکاری فوجیوں کو زندہ پکڑ کر اپنے "اصلاحی کیمپوں" میں بھجوا دیا۔ اس جنگ میں بھی روسی اسلحے کی کثیر مقدار مجاہدین کے ہاتھ لگی۔ اس اسلحے میں سینکڑوں لاٹ اور ہیوی مشین گنیں شامل ہیں۔

نورستان کے عوام پر تازہ ستم

نورستان کے علاقے کو دوبارہ زیرِ تسلط لانے کے لیے حکومت نے ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا ہے۔ زمینی راستوں پر تمام تر نورستانیوں کا کنٹرول ہے اور کسی فرد کو بھی ان کی مرضی کے بغیر نورستان کی حدود میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ اس لیے کابل حکومت اپنا "ذوقِ انتقام" فضائی حملوں کے ذریعے پورا کر رہی ہے، چنانچہ آج کل نورستانی مجاہدین کی پناہ گاہیں، بستیاں، بلکہ ڈھور ڈنگروں کے ٹھکانے تک ترہ کی حکومت کے بموں اور راکٹوں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ فضائیہ کے نشانچیوں کو موسم سے بڑی امداد مل رہی ہے۔ آگ جلانا، شدید برفانی موسم میں ایک قدرتی مجبوری ہے اور یہ فضائی قذاق جہاں کہیں چنگاری چمکتے یا دھواں اُٹھتے دیکھتے ہیں وہاں آسمان سے آگ برسانا شروع کر دیتے ہیں۔ جن لوگوں کو برفانی علاقوں کا تجربہ ہے، وہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ موسم سرما میں ان علاقوں میں بغیر کسی سائبان کے گزارا کرنا کتنا صبر آزما کام ہے۔ نورستان کی وہ پُرامن بستیاں اور رشکِ جناں وادیاں جہاں کل تک سرو و صنوبر کے درخت امن و آشتی کا پیغام دیتے تھے، وہاں آج بارود کے دھوئیں اور گولیوں کی گھن گرج کے سوا کچھ دکھائی سنائی نہیں دیتا۔ بستیاں جل رہی ہیں اور ان کے باسی ہر روز بموں سے محفوظ پناہ گاہیں تلاش کرنے کے لیے ٹھکانے بدلتے ہیں۔ کچھ لوگ جو زندگی کے ہر سامان سے محروم ہو جاتے ہیں، مجبور ہو کر ہجرت کرتے ہیں۔ گزشتہ ماہ نورستانی مہاجرین کی بہت بڑی تعداد دشوار گزار پہاڑوں اور طوفانی موسم کی شدتوں کو برداشت کرتے ہوئے چترال کے راستے پاکستان پہنچی ہے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کے سینکڑوں شیر خوار بچے، بوڑھے اور مریض راستے

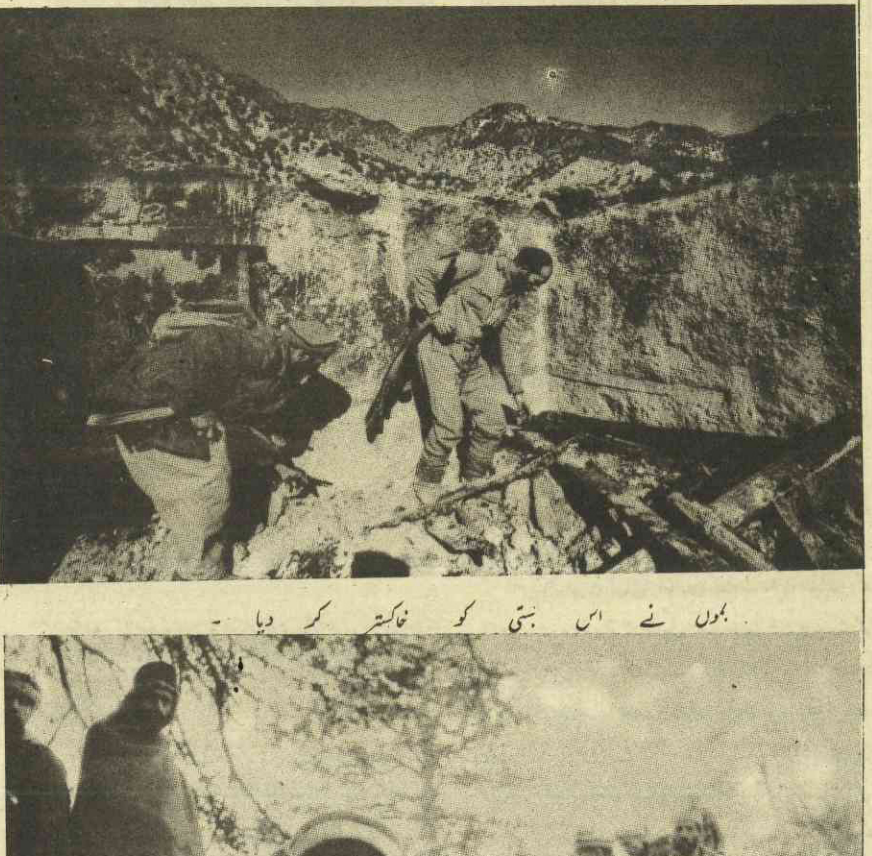

بموں نے اس بستی کو خاکستر کر دیا۔

ان بوڑھوں کو بھی وطن چھوڑنا پڑا۔

میں ہی دم توڑ گئے۔ جو سخت جان بچ کر پاکستان آ پہنچے ہیں ان میں سے بیشتر بھی بغیر کسی سائبان کے، بغیر مناسب لباس اور سامانِ خورد و نوش کے کھلے آسمان کے نیچے موسموں کا عذاب جھیل رہے ہیں۔ ان میں بوڑھے بھی ہیں اور بچے بھی، زخمی بھی ہیں اور عورتیں بھی اور یہ لوگ امن اور پناہ کی خاطر قریہ قریہ بھٹک رہے ہیں۔

مہاجرین کا مستقبل کیا ہے؟

افغانستان کی ہر بستی میں لاکھوں انسان ایسے ہیں کہ جن پر اپنی ہی سرزمینِ وطن میں عرصۂ حیات تنگ ہے۔ ان کو قتل کیا جا رہا ہے، ان کی املاک کو لوٹا جاتا ہے۔ ان کو جیلوں میں ٹھونسا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چترال کی برف پوش چوٹیوں سے لے کر ساحل مکران تک پھیلی ہوئی سینکڑوں میل پاک افغان سرحد پر روزانہ مہاجروں کے قافلوں کی آمد جاری ہے۔ ان لوگوں میں پشتو بولنے والے، فارسی بولنے والے، بلوچی اور سبھی دوسری زبانیں بولنے والے لوگ ہیں۔ ان کی واحد خطا یہ ہے کہ وہ کابل پر روس کا تسلط تسلیم نہیں کرتے اور اشتراکی اندھیرے میں اللہ اکبر کی صدا بلند کر رہے ہیں۔

شمال پر فتح کے پھریرے لہراتے اب جنوب کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

ہم حالات کے آگے ہتھیار ڈالنے والے نہیں

افغانستان میں عام بغاوت کا سماں ہے

محمد عارف قریشی

افغانستان کے صوبہ پروان کے علاقے بدریاب میں حزبِ اسلامی کے چھاپہ ماروں اور افغان فوج کے درمیان تازہ ترین جھڑپوں میں متعدد افراد ہلاک ہو گئے ہیں اور بے شمار زخمی موت و حیات کی کش مکش میں مبتلا ہیں۔

۲۸ جنوری کو لاہور میں پاکستان کی مختلف مکتبۂ فکر کی سیاسی اور دینی جماعتوں نے اسلام دشمن عناصر کی سازشوں کے سدِ باب، مسلمانانِ عالم کے حقوق کے تحفظ اور اسلام کی اشاعت و ترویج کے لیے "مجلس تحفظ حقوق عالمِ اسلامی" کے نام سے ایک مشترکہ تنظیم قائم کر لی ہے۔ اس تنظیم کے قیام کا فیصلہ افغانستان کے جلاوطن دینی راہنما پیر فضل الرحمٰن مجددی کی اقامت گاہ پر ہونے والے دینی اور سیاسی جماعتوں کے راہنماؤں کے ایک مشترکہ اجلاس میں کیا گیا ہے۔

اجلاس میں علامہ محمود احمد رضوی کو مجلس کا صدر، مولانا محمد مالک کاندھلوی کو سینئر نائب صدر اور میاں فضل، سید محبوب علی اور مولانا فتح محمد کو جونیئر نائب صدر منتخب کیا گیا، جبکہ مولانا عبدالقادر آزاد، مجلس کے سیکرٹری جنرل اور چودھری غلام جیلانی سیکرٹری اطلاعات ہوں گے۔ اس کے علاوہ ۲۱ ارکان پر مشتمل مجلسِ مشاورت قائم کی گئی ہے۔

صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری، جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی ناظم مولانا محمد اجمل، جماعتِ اسلامی لاہور کے امیر سید اسعد گیلانی اور قومی اتحاد کے سیکرٹری اطلاعات بارک اللہ خان نے افغانستان میں ملا ابراہیم کے ایک سو ساٹھ مریدوں کے قتلِ عام پر ترہ کی حکومت کی شدید مذمت کی ہے اور مسلم ممالک اور حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ افغانستان میں یہ خونریزی بند کرائیں۔

افغانستان میں گذشتہ سال کے خونی انقلاب کے بعد سے عوامی مزاحمت کی خبریں آنا شروع ہو گئی تھیں جو گذشتہ ایک ماہ سے خاصی تشویشناک صورت اختیار کر گئی ہیں اور اس وقت وہاں ایک عام بغاوت کا سماں پیدا ہو چکا ہے۔ ترہ کی حکومت کے اقدامات کو اب تک عوام نے دل سے قبول نہیں کیا اور پورے ملک میں حکومت سے عدمِ تعاون کی فضا پائی جاتی ہے۔

پس منظر

انقلاب کو کامیاب بنانے کے لیے ترہ کی حکومت نے ابتدائی دنوں میں قتل و غارت گری کا جو بازار گرم کیا، اس نے افغانیوں کے دلوں میں انقلابی حکومت کے خلاف نفرت بھر دی۔ پھر خلق پارٹی کے جو لوگ سرکاری و غیر سرکاری اسامیوں پر تعینات کئے گئے، انہوں نے عوام کے مسائل حل کرنے میں کوئی سرگرمی نہیں دکھائی، بلکہ وہ حکمرانی کے زعم میں رعایا کے ساتھ انتہائی ناروا سلوک کے مرتکب ہوئے، جبکہ عوام کی اقتصادی حالت کو سدھارنے کے لیے بھی کوئی مفید قدم نہیں اٹھایا گیا، بلکہ معاشی صورتحال روز بروز بگڑ رہی ہے۔

اس کے علاوہ افغانی مسلمانوں کے صدر ترہ کی اور ان کے ساتھیوں سے برافروختہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کے خیال میں موجودہ حکومت روس کی پٹھو اور منکرِ اسلام ہے۔ پھر ترہ کی حکومت نے انقلاب کے بعد پے در پے کچھ ایسے اقدامات کئے، جنہوں نے افغانستان کے ایک عام آدمی کی اس سوچ پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے کہ صدر ترہ کی، روسی عزائم کی تکمیل میں مددگار ثابت ہو رہے ہیں، مثلاً حکمران خلق پارٹی کے جلوسوں میں کمونسٹ نعروں کا گونجنا، سرخ پرچم کا لہرایا جانا، ترہ کی کے نمائندوں کی روس، کیوبا اور ایتھوپیا میں آمد و رفت، اور افغانستان میں فوج اور دیگر سرکاری محکموں میں مختلف اسامیوں پر روسیوں کا تقرر۔

ردِّ عمل

افغانستان کے مسلمانوں کے لیے یہ صورتِ حال قابلِ قبول نہیں، سو انہوں نے ترہ کی سے محاذ آرائی کی ٹھان لی ہے۔ وہ کمونزم کی حامی حکومت کو دیس نکالا دینے کے متمنی ہیں اور اس کے لیے

انہوں نے متحد ہو کر ترہ کی حکومت کے خلاف جنگ شروع کر دی ہے۔ اگرچہ فی الحال یہ جنگ، گوریلا طرز پر ہے، لیکن اس کی پے در پے کامیابیوں کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حریت پسندوں کی منزل قریب ہے۔ ایک مختصر سے عرصے میں چھاپہ ماروں نے نورستان، کُنڑ اور لغمان کے علاقوں میں سرخ کے بجائے سبز پرچم لہرا دیا ہے۔ ۲۰۰ کلومیٹر لمبا اور ۸۰ کلومیٹر چوڑا علاقہ ان کے مکمل قبضے میں ہے اور وہ بتدریج آگے بڑھ رہے ہیں۔

حزبِ انقلاب اسلامی اس چھاپہ مار تنظیم کا نام ہے جو افغانستان کے حریت پسند مسلمانوں نے ترہ کی حکومت کے خلاف منظم کی ہے۔ ملک کے مختلف گوشوں سے لوگ اس جماعت میں شامل ہو رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے تمام وسائل حکومت کی مخالفت اور چھاپہ ماروں کی حمایت میں لگا دیئے ہیں۔ اسی لیے صدر ترہ کی کو کہنا پڑا ہے کہ افغانستان کی ایک کروڑ ستر لاکھ آبادی میں سے انہیں صرف پچاس ہزار افراد کی حمایت حاصل ہے، جبکہ آئندہ چند دنوں میں وہ یہ حمایت بھی کھو بیٹھیں گے، کیونکہ پورے ملک میں دھڑا دھڑ گرفتاریوں کا سلسلہ جاری ہے اور ایک خونی کھیل کھیلا جا رہا ہے۔

کابل میں ایک لاکھ افراد جیلوں میں بند ہیں، جبکہ ویمنز نگ میں ۲۰ ہزار، چرغی میں ۲۰ ہزار اور بلخ میں دس ہزار افراد گرفتار ہو چکے ہیں اور کم و بیش اتنے ہی لوگوں کو تہ تیغ کیا جا چکا ہے۔

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ گرفتاریوں اور قتل و غارت کی یہ افتاد زیادہ تر افغانستان کے مذہبی راہنماؤں اور اسلام پسند طبقے پر پڑی ہے، کیونکہ صدر ترہ کی کے خیال میں ان کے خلاف تحریک علمائے دین کے ایماء پر چلائی جا رہی ہے۔ ملک کے مختلف حصوں سے آج تک بے شمار علماء کو گرفتار کیا جا چکا ہے، جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں :

۱۔ مولانا میاں گل (پروان) ۲۔ صاحبزادہ موسےٰ (لوغر) ۳۔ خلیفہ جیلانی شال گرٹھی (غزنی) ۴۔ شیخ الطریقت حضرت صاحب (ننگرہار) ۵۔ خلیفہ آغا خان (میدان) ۶۔ خلیفہ قلندر گل (پکائینہ) ۷۔ خلیفہ جان (ذرمد)

مُلّا شور بازار

اس کے علاوہ کابل میں مشہور روحانی پیشوا ملائے شور بازار مرحوم کے صاحبزادے معروف عالمِ دین، محمد ابراہیم المجددی اور ان کے لڑکے اسماعیل سرہندی المجدّدی کو ان کے ۸۰ مہمانوں اور بال بچوں سمیت گرفتار کر کے کسی نامعلوم جگہ لے جایا گیا ہے۔ (بی بی سی کی اطلاع کے مطابق مولانا ابراہیم مجدّدی اور ان کے ۴ ساتھیوں کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا ہے۔ مُلّا صاحب کو افغانستان میں وہی حیثیت حاصل تھی جو ایران میں علامہ آیت اللہ خمینی کو ہے۔ ان کی گرفتاری پر پورے ملک میں غم و غصّے کی لہر دوڑ گئی تھی، اب دیکھیں ان کی شہادت کی خبر کیا رنگ لاتی ہے؟)

صدر ترہ کی کا یہ خیال صحیح ہے کہ اس تحریک کو نہ صرف علماء کی تائید حاصل ہے، بلکہ اس کی قیادت بھی علماء ہی کر رہے ہیں اور اب تو فوج میں بھی حریت پسندوں کے حامی پیدا ہو چکے ہیں۔ گذشتہ ہفتے چھاپہ ماروں کی سرکوبی کے لیے حکومت نے جو بریگیڈ نورستان بھیجا تھا، اس کے نہ صرف تین سو فوجیوں نے لڑنے سے انکار کر دیا، بلکہ اس بریگیڈ کے سربراہ نے حزبِ اسلامی کے ساتھ شامل ہونے کا اعلان کر دیا۔

اس وجہ سے وہاں فوجی افسروں کی بھی ایک بڑی تعداد گرفتار ہو چکی ہے اور اب فوج میں صرف تین جرنیل باقی رہ گئے ہیں۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے لفٹیننٹ اور بریگیڈیر تک کے افسروں کو جرنیلوں کی اسامیوں پر فائز کیا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے فوج میں سخت بے چینی پائی جاتی ہے۔

مولانا مودودی کا بیان

مولانا مودودی نے گذشتہ روز ایک اخباری بیان میں افغانستان کے معروف عالمِ دین ملا ابراہیم مجددی کی گرفتاری پر تشویش کا اظہار کیا اور فرمایا کہ افغانستان ہمیں اتنا ہی عزیز ہے جتنا کہ اپنا ملک۔ مولانا مودودی نے ترہ کی حکومت کی طرف سے افغان حریت پسندوں کی وسیع پیمانے پر گرفتاریوں اور ان پر تشدّد کی مذمت کی اور صدر ترہ کی کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی مسلم کش پالیسی ترک کر دیں۔ مولانا کا بیان بلاشبہ پاکستان کے عوام کے دل کی آواز ہے۔

اس سے اگلے روز بانی جماعتِ اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور امیر جماعتِ اسلامی پاکستان میاں طفیل محمد نے رابطہ عالمِ اسلامی کے سیکرٹری جنرل الشیخ محمد علی الحرکان مقیم مکہ کے نام ایک تار میں انہیں افغانستان کے روحانی پیشوا ابراہیم مجددی اور ان کے اہلِ خانہ کی گرفتاری کی طرف توجہ دلائی ہے۔ مولانا مودودی اور میاں طفیل محمد نے تمام مسلم دنیا سے اپیل کی ہے کہ وہ افغانستان میں بیرونی مداخلت کو روکنے کے لئے آواز اٹھائے اور اہلِ افغانستان کی جدوجہدِ آزادی میں ان کی بھرپور مدد کرے۔

ترہ کی پریشانی

جب کہ صدر ترہ کی خود بھی اس صورت حال سے خاصے پریشان ہیں، کبھی وہ عوام کو اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلاتے ہیں، کبھی حریت پسندوں کو اپنے ساتھ صلح کی بات چیت کی دعوت دیتے ہیں اور کبھی اپنے سابقہ موقف سے ہٹ کر پاکستان سے دوستی کا اقرار کرتے ہیں ـــــــ ایک بیان میں پچھلے دنوں انہوں نے کہا کہ یہاں کچھ فرنگی نواز علماء اور مسلمان ہمارے خلاف پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ ہم کافر ہیں اور وہ افغانستان کے عوام کو ہمارے خلاف بھڑکا رہے ہیں، لیکن یہ فیصلہ کرنا افغانیوں کا کام ہے کہ ہم مسلمان ہیں یا کافر؟

گزشتہ ایک عشرے میں دو مرتبہ انہوں نے پاکستان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ پہلی دفعہ ریڈیو کابل سے ایک نشریے میں انہوں نے کہا کہ پاکستان سے اس وقت ہمارے تعلقات بہت اچھے ہیں اور آئندہ بھی ہماری کوشش ہوگی کہ یہ تعلقات اچھے رہیں۔ پاکستان میں افغانستان کے سفیر کے ذریعے صدر ضیاء الحق کے نام ایک پیغام میں صدر ترہ کی نے یقین دلایا کہ افغانستان کی طرف سے پاکستان کے خلاف ایک فائر بھی نہ ہوگا اور ہم پاکستان سے بھی ایسی ہی توقع رکھتے ہیں۔

دوسری مرتبہ جب افغانستان میں پاکستان کے نئے سفیر ریاض پراچہ صدر ترہ کی کو اپنی اسنادِ سفارت پیش کرنے گئے، تو اس موقع پر انہوں نے کہا کہ ہم پاکستانی حکومت کو اپنی حکومت اور عوام کی طرف سے دوستی کا یقین دلاتے ہیں۔ ہم پڑوسی ممالک کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے کے خواہاں ہیں اور اس کے لئے اپنا ہر قسم کا تعاون پیش کرتے ہیں۔

بی بی سی کے مطابق پاکستان کو افغانستان کی اس یقین دہانی کے پیچھے اس کے اندرونی انتشار کا ہاتھ ہے۔ افغانستان کے صوبہ کنڑ اور نورستان میں چھاپہ ماروں کی سرگرمیاں اس قدر شدت اختیار کر گئی ہیں کہ صدر ترہ کی پڑوسیوں کے ساتھ بہتر تعلقات کی خواہش کے اظہار پر مجبور ہو گئے ہیں (اس خیال سے کہ کہیں کوئی پڑوسی ملک افغانستان کی اندرونی شورش سے فائدہ اٹھا کر اس کے کسی علاقے کو نہ ہتھیا لے)۔

اس کے علاوہ وہ حریت پسندوں کے ساتھ کسی سمجھوتے پر بھی آمادہ نظر آتے ہیں۔ گزشتہ دنوں انہوں نے صوبہ کُنڑ کے مُعزّزین کا ایک وفد چھاپہ ماروں سے صلح صفائی کی بات چیت کے لئے نورستان بھیجا، لیکن حزبِ اسلامی کی قیادت نے اس وفد کے ساتھ ملنے سے انکار کر دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم حکومت کے ساتھ کسی مصالحتی بات چیت میں شرکت نہیں کریں گے اور ترہ کی گورنمنٹ کے خاتمے تک ہماری جدوجہد جاری رہے گی۔

حزبِ اسلامی کی اپیل

۲۶ جنوری کو حزبِ انقلابِ اسلامی نے ایک پریس ریلیز جاری کیا جس میں اقوامِ متحدہ اور تمام امن پسند ممالک سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ افغانستان میں ترہ کی حکومت کے مظالم کا سلسلہ بند کرائیں۔ پریس ریلیز میں ترہ کی حکومت کو انتباہ کیا گیا ہے کہ ملک کے مختلف حصوں سے گرفتار کئے جانے والے علمائے دین، مشائخ اور حریت پسندوں کو رہا کیا جائے ورنہ افغانستان کے عوام اسلام کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

اس سے اگلے روز افغانستان کے حریت پسندوں کی تنظیم حزبِ اسلامی کے سربراہ انجنیئر گل بدین حکمت یار نے ایران کے ممتاز مذہبی رہنما آیت اللہ خمینی کے نام ایک تار میں انہیں اپنی مکمل حمایت کا یقین دلایا ہے اور توقع ظاہر کی ہے کہ وہ وقت قریب ہے جب ایرانی عوام اپنی منزل پالیں گے۔ حکمت یار نے اس موقع پر ایران، افغانستان اور دنیا کے دوسرے حصوں میں اسلامی تحریکوں کی کامیابی کی دعا کی ہے۔

۲۵ جنوری کو افغانستان کے جلاوطن مذہبی رہنما محمد ابراہیم مجددی کے بھتیجے پیر فضل الرحمٰن مجددی اور جمعیتِ اسلام افغانستان کے صدر اُستاد برہان الدین ربانی نے لاہور میں واقع اپنی قیام گاہ پر ایک مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کیا جس میں انہوں نے ترہ کی حکومتِ افغانستان کو غیر نمائندہ حکومت قرار دیا اور کہا کہ اس کا ثبوت گذشتہ ۹ ماہ سے مسلسل افغانستان کے تمام اہم شہروں میں رات کو کرفیو کا نفاذ ہے۔

ملائشیا اور پاکستان — اتحاد کی نئی راہیں

ملائشیا کے وزیرِاعظم داتو حسین بن عون ۲۵ جنوری کو پاکستان کے چار روزہ سرکاری دورے پر اسلام آباد پہنچے تو ائرپورٹ ان کے استقبال کے لئے دلہن کی طرح سجا ہوا تھا۔ چاروں طرف رنگ بکھرے ہوئے تھے اور دیواروں پر خیر مقدمی بینر آویزاں تھے۔ اسکولوں کی لڑکیاں رنگ برنگی جھنڈیاں لئے مہمان کی منتظر تھیں۔ صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اپنی اہلیہ کے ہمراہ ہوائی اڈے پر موجود تھے۔ وفاقی کابینہ کے وزراء جناب اے۔ کے بروہی، چودھری ظہور الٰہی، جناب فدا محمد خان، جناب افتخار احمد انصاری، پروفیسر خورشید احمد، جناب محمد خان جونیجو، جناب زاہد سرفراز، خواجہ محمد صفدر بھی استقبال کرنے والوں کی قطار میں نظر آئے۔ صدر کے امورِ خارجہ کے مشیر آغا شاہی، سینئر سرکاری افسران اور سفارتی کور کے ارکان بھی موجود تھے۔

ملائشیا کے وزیرِاعظم کا طیارہ جیسے ہی ائرپورٹ پر پہنچا، فضا میں خوشی اور گرمجوشی کی لہر دوڑ گئی، جب وہ طیارے سے باہر آئے، تو ۱۹ توپوں نے ان کو سلامی دی۔ دو بچوں نے مسٹر اور مسز عون کو گلدستے پیش کئے۔ ہاتھ ملانے کے بعد صدر ضیاء الحق مسٹر عون کے ہمراہ ڈائس تک گئے، تو فوجی بینڈ نے دونوں ملکوں کے قومی ترانے بجائے اور تینوں مسلح افواج کے دستوں نے گارڈ آف آنر پیش کیا۔ بعد ازاں انہوں نے مارچ پاسٹ کی سلامی لی، جب وہ استقبالیہ قطار کی جانب بڑھے، تو اسکول کے بچوں نے ملائشیا اور پاکستان کے پرچم لہرائے اور معزز مہمانوں پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی گئیں۔

ائرپورٹ سے مہمان اسٹیٹ گیسٹ ہاؤس چلے گئے۔ جہاں پر صدرِ پاکستان نے داتو حسین بن عون سے ملاقات کی۔ ملائشیا کے وزیرِاعظم کی اہلیہ محترمہ داتن سہیلہ نے اسی روز بیگم ضیاء الحق سے ملاقات کی۔

شورشوں سے محفوظ

۲۵ جنوری کی رات صدر محمد ضیاء الحق نے وزیرِاعظم داتو حسین بن عون کے اعزاز میں عشائیہ دیا۔ اس تقریب سے خطاب کرتے ہوئے صدر محمد ضیاء الحق نے کہا کہ مشرقی ایشیا اور جنوبی ایشیا جغرافیائی وحدت ہیں اور یہ جنگ یا امن میں ایک دوسرے سے الگ نہیں رہ سکتے۔ پاکستان چاہتا ہے کہ بحرِ ہند کے کنارے واقع تمام ممالک شورشوں سے آزاد رہیں۔ ان ملکوں کو اس قابل بنانے کے لئے کہ وہ پوری یکسوئی کے ساتھ ترقی کے لئے اپنے وسائل استعمال کر سکیں یہ ضروری ہے کہ یہ پٹی بدستور شورشوں سے محفوظ رہے اور بیرونی مداخلت نہ ہو۔

خطۂ امن

جنرل محمد ضیاء الحق نے کہا کہ جہاں کہیں بھی بیرونی مداخلت ہو،

اس کی مخالفت کی جانی چاہیئے۔ اسی اصول کی بنیاد پر پاکستان نے اس بین الاقوامی مطالبے کی حمایت کی ہے کہ کمبوڈیا سے غیر ملکی فوجیوں کا انخلاء ہونا چاہیئے۔ پاکستان کسی بھی ملک کے داخلی معاملات میں عدم مداخلت پر یقین رکھتا ہے اور قومی سلامتی اور خود مختاری کا احترام کرتا ہے۔ پاکستان کی خواہش ہے کہ دنیا کے تمام بڑے چھوٹے ممالک ان اصولوں کی بنیاد پر مخلصانہ طور پر تعلقات استوار کریں۔ پاکستان ملائشیا کی اس تجویز کا خیر مقدم کرتا ہے کہ جنوب مشرقی ایشیا کو غیر جانبدارانہ علاقہ اور خطۂ امن قرار دینا چاہیئے تاکہ یہ علاقہ بڑی طاقتوں کی رقابتوں سے آزاد رہے۔ پاکستان کی یہ بھی کوشش رہی ہے کہ اس کے اطراف کے ملکوں میں امن برقرار رہے اور اس مقصد کے تحت پاکستان نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ جنوبی ایشیا کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک علاقہ قرار دے دیا جائے۔ پاکستان اس بات کی بھی حمایت کرتا ہے کہ بحرِ ہند کو خطۂ امن قرار دیا جائے۔ انہوں نے اس بات کو سراہا کہ ملائشیا نے اس مسئلے پر پاکستان کے موقف کی تائید کی ہے۔

نظریاتی یلغار

صدر ضیاء الحق نے کہا کہ اقوام کی برادری کے ارکان ہونے کے علاوہ ملائشیا اور پاکستان اسلامی اخوت کے رشتے سے بھی منسلک ہیں۔ اگرچہ مسلمان دنیا کے تمام خطوں میں آباد ہیں، مگر مسلمانوں کے اہم مراکز شمالی افریقہ، جنوبی ایشیا اور جنوب مشرقی ایشیا ہیں۔ ان تمام علاقوں کے اپنے اپنے مسائل ہیں، مگر کچھ مسائل مشترک ہیں۔ ان میں سے ایک مشترکہ مسئلہ نظریاتی یلغار کا ہے جو آج کل تمام مسلم ممالک کو درپیش ہے۔ ملحدانہ نظریات عالمِ اسلام کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں اور یہ نہایت ضروری ہے کہ مسلمان عملی طور پر یہ ثابت کر دیں کہ اسلامی نظام ہی تمام دیگر نظاموں سے افضل و برتر ہے۔

صدر ضیاء الحق کی تقریر کے جواب میں ملائشیا کے وزیرِاعظم داتو حسین بن عون نے کہا کہ ہماری یہ خواہش ہے کہ پاکستان کے ساتھ موجودہ دوستی اور تعاون کو نہ صرف قائم رکھا جائے، بلکہ اسے مستحکم کرنا چاہیئے۔ ملائشیا کے ساتھ پاکستان کے تعلقات صرف تجارت اور ثقافت کے شعبوں تک محدود نہ رہیں گے، بلکہ ہماری خواہش ہے کہ شپنگ، ائرکارگو ٹیکنیکل اور اقتصادی میدانوں میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ ہم علاقائی اور بین الاقوامی امور کے سلسلے میں بھی پاکستان کے ساتھ ہیں۔ اقوامِ متحدہ کے اندر لاہور کی اسلامی کانفرنس کے موقع پر ہم پہلے ہی ہم آہنگی اور تعاون کا ثبوت دے چکے ہیں۔ ہمارے اس تعاون کی بنیاد یہ جذبہ ہے کہ نہ صرف اس علاقے میں، بلکہ پوری دنیا میں امن و استحکام قائم رہے۔

پاکستان کے مغرب میں

وزیرِ اعظم داتو حسین بن عون نے ملائشیا اور پاکستان کے اردگرد "حالیہ واقعات" کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ہم اس پر تشویش محسوس کرتے ہیں۔ پاکستان کے مغرب میں جو کچھ ہوا، وہ ہمارے لئے باعثِ تشویش ہے۔ ادھر ملائشیا کے قریبی ہمسایہ ممالک میں ایسے واقعات حال ہی میں ہو رہے ہیں، جن پر ہمیں تشویش ہے۔

ایشین (ایسوسی ایشن آف ساؤتھ ایسٹ ایشین نیشنز) کے ملکوں کے مابین تنازعے کو انہوں نے افسوسناک قرار دیا۔ ملائشیا کے وزیرِ اعظم نے کہا کہ ایشین کے رکن ممالک حالیہ واقعات پر تشویش محسوس کر رہے ہیں۔ انہوں نے کمبوڈیا کا نام لئے بغیر کہا کہ عوام کی خواہشات کے مطابق وہاں سے غیر ملکی فوجوں کا انخلاء ہونا چاہئے

ملائشیا کے وزیرِ اعظم نے اس بات پر زور دیا کہ کسی ملک کو بھی کسی دوسرے ملک کے داخلی معاملات میں مداخلت کرنے کا حق نہیں۔ جارحیت اور دوسرے کے معاملات میں مداخلت سے بےشمار مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ ایشین کے رکن کی حیثیت سے انہوں نے کہا کہ ملائشیا دنیا کے کسی حصے میں بھی بڑی طاقتوں کی محاذ آرائی کو پسند نہیں کرتا۔ خاص طور پر ایشین کے معاملات میں ایسا نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اس کے ارکان، اقتصادیات، تجارت، ثقافت اور دوسرے شعبوں میں پرامن تعاون اور ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔ ہم ایشین کو ایک "فوجی بلاک" نہیں بنانا چاہتے۔

مسٹر داتو حسین بن عون نے کہا کہ ہمیں امید ہے کہ ہمارے ہمسائے اور خاص طور پر قریب ترین ممالک ہماری امن و استحکام کی خواہش کا احترام کریں گے۔ اسی بنا پر ہی ایشین نے جنوبی ایشیا کو ایٹمی ہتھیاروں سے محفوظ علاقہ قرار دینے کی تجویز کی مکمل حمایت کی تھی۔

راولپنڈی کی یادیں

ملائشیا کے وزیرِ اعظم نے راولپنڈی میں اپنے قیام کے دنوں کو یاد کرتے ہوئے کہا: "میں ۳۵ برس قبل دوسری جنگِ عظیم کے دوران میں برطانوی فوج کے ایک افسر کی حیثیت سے یہاں پر تعینات تھا۔ راولپنڈی ایک صاف ستھرا اور پرسکون شہر تھا۔ یہاں کچھ عرصہ رہنے کے بعد میں ملایا کو جاپانی قبضے سے آزاد کرانے والی فوج کے ساتھ چلا گیا۔ جنرل ضیاء الحق نے مجھے بتایا کہ وہ بھی اسی فوج کے رکن تھے، لیکن حملے سے پہلے ہی جاپان نے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ انہوں نے بڑے لطیف انداز سے کہا کہ مجھے افسوس ہے مسٹر ضیاء ایک جوان فوجی افسر کی حیثیت سے اس زمانے میں ملایا آئے، تو ان کا استقبال دلدل اور کیچڑ نے کیا۔ لیکن اب جنرل ضیاء ملائشیا آئیں گے، تو ان کا استقبال ویسا نہیں ہوگا۔

پشاور میں

۲۶ جنوری کو ملائشیا کے وزیرِ اعظم نے تربیلا، لنڈی کوتل، طورخم اور پشاور کا دورہ کیا۔ ان کے اعزاز میں گورنر ہاؤس پشاور میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ گورنر سرحد لیفٹیننٹ جنرل فضل حق نے اپنی تقریر میں ان کا خیر مقدم کیا۔ اس کے جواب میں ملائشیا کے وزیرِ اعظم نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ دونوں ملکوں کے مابین تعاون جاری رہے گا اور وقت گزرنے کے ساتھ اور وسیع ہوگا۔ اسی رات وہ واپس اسلام آباد آگئے اور انہوں نے صدر جنرل ضیاء الحق کے اعزاز میں جوابی ضیافت دی۔

ثقافتی معاہدہ

۲۶ جنوری کو اسلام آباد میں پاکستان اور ملائشیا کے درمیان ثقافتی، تعلیمی، سائنسی اور فنی شعبوں میں قریبی تعاون کے لئے ایک ثقافتی معاہدے پر دستخط ہوئے۔ اس پر ملائشیا کے وزیرِ خارجہ شہزادہ احمد رضاء الدین اور صدر کے امورِ خارجہ کے مشیر جناب آغا شاہی نے دستخط کیے۔ معاہدے پر دستخطوں کی تقریب میں داتو حسین بن عون اور صدر ضیاء الحق موجود تھے۔ ملائشیا کے وزیرِ خارجہ احمد رضاء الدین

صدر ضیاء الحق ملائشیا کے وزیرِ اعظم کو دورے کی تصاویر کا البم پیش کر رہے ہیں۔

نے پاکستان ٹیلیویژن کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ دونوں ملک ثقافت، طلبہ اور اساتذہ کے تبادلے کو فروغ دینے سے متعلق متعدد میدانوں میں اور زیادہ تعاون کر سکیں گے۔

۲۶ جنوری کو پاکستان میں متعین ملائشیا کے سفیر اور ان کی اہلیہ مسز زیتون اسمٰعیل نے وزیرِ اعظم داتو حسین بن عون اور ان کی اہلیہ داتن سہیلہ کے اعزاز میں استقبالیہ دیا۔

۲۷ جنوری کو صبح وزیرِ اعظم ملائشیا لاہور پہنچے۔ گورنر پنجاب لیفٹیننٹ جنرل سوار خان سول اور فوجی حکام اور عمائدین شہر نے ان کا استقبال کیا۔ گورنر پنجاب نے ان کے اعزاز میں ایک ظہرانہ دیا۔ گورنر پنجاب نے معزز مہمان کو ایک جا نماز، ایک قالین اور پاکستانی ملبوسات کا تحفہ پیش کیا۔ معزز مہمانوں نے تاریخی قلعہ اور بادشاہی مسجد بھی دیکھی۔ ملائشیا کے طلبہ کے ایک وفد نے بھی ان سے ملاقات کی۔

لاہور سے معزز مہمان کراچی روانہ ہوئے۔ کراچی ایئرپورٹ کو ان کے استقبال کے لیے خصوصی طور پر سجایا گیا تھا۔ ایئرپورٹ پر گورنر سندھ جنرل عباسی، چیف سیکرٹری، سول اور فوجی حکام اور عمائدینِ شہر تپاک خیر مقدم کے لیے موجود تھے۔ مہمان ایئرپورٹ سے مزارِ قائدِ اعظم پر گئے۔ جہاں وزیرِ اعظم داتو حسین بن عون نے فاتحہ پڑھی اور پھولوں کی چادر چڑھائی۔ بعد ازاں وزیرِ اعظم ملائشیا کراچی شپ یارڈ اینڈ انجینئرنگ ورکس گئے۔ وزیرِ اعظم نے مہمانوں کی کتاب میں لکھا کہ پاکستان اور ملائشیا کے درمیان تعاون اور دوستانہ تعلقات اور مضبوط ہوں گے۔ گورنر سندھ نے ۲۷ جنوری کو ان کے اعزاز میں ایک ضیافت کا اہتمام بھی کیا۔

مشترکہ اعلامیہ

۲۷ جنوری کو ملائشیا کے وزیرِ اعظم داتو حسین بن عون کے چار روزہ دورے کے اختتام پر اسلام آباد میں ایک مشترکہ بیان جاری کیا گیا ہے۔ اس بیان میں کہا گیا ہے کہ وزیرِ اعظم نے پڑوسیوں کے ساتھ اچھے تعلقات اور علاقے میں پائیدار امن کے مقصد کے لیے پاکستان کے اہم کردار کی تعریف کی ہے۔ بیان میں دونوں ہمسایوں نے اپنے پختہ یقین کا اظہار کیا کہ اسلامی یکجہتی اسلامی ملکوں کے جائز حقوق تسلیم کرانے میں قوت محرکہ ثابت ہوگی۔ صدر ضیاء الحق نے جنوب مشرقی ایشیا میں علاقہ امن کی تجویز کے لیے پاکستان کی حمایت کا اظہار کیا، جب کہ ملائشیا کے وزیرِ اعظم نے جنوبی ایشیا میں غیر ایٹمی علاقہ کے قیام کے لیے پاکستان کی تجویز کی ایک بار پھر حمایت کی۔

دونوں ملکوں نے ترقی پذیر ملکوں کے لیے انصاف اور مساوات پر مبنی ایک نئے بین الاقوامی اقتصادی نظام کے قیام کے لیے سرگرمی سے کام کرنے کا اظہار کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے مشترکہ فنڈ کے جلد قیام کے لیے اپنی حمایت کا اعادہ کیا۔ وزیرِ اعظم عون نے اس بات پر زور دیا کہ ان کے پاکستان کے دورے کا اصل مقصد قریبی ذاتی تعلقات کو مضبوط بنانا تھا۔

۲۸ جنوری کو ملائشیا کے وزیرِ اعظم نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا اور کہا کہ پاکستان اور ملائشیا عنقریب اقتصادی اور فنی تعاون کے ایک ایسے سمجھوتے پر دستخط کریں گے، جس کی وجہ سے دونوں ملکوں کو وقفہ وقفہ سے آپس میں صلاح مشورے کا موقع ملے گا اور اس طرح دونوں ملکوں کے دو طرفہ تعلقات مضبوط سے مضبوط تر ہوں گے۔

اسی روز وزیرِ اعظم داتو حسین بن عون اور ان کے وفد کے ارکان ملائشیا روانہ ہو گئے۔ صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے کراچی ایئرپورٹ پر ان کو رخصت کیا۔

●●

ممتاز عامر

ھنی مون جاری رہے گا

چین کے نائب وزیرِ اعظم کا دورۂ امریکہ

امریکہ گزشتہ سات برس سے عوامی جمہوریہ چین کے ساتھ بہتر تعلقات استوار کرنے میں کوشاں رہا۔ صدر نکسن نے ۱۹۷۲ء میں پیکنگ کا دورہ کیا۔ اس موقع پر مشترکہ اعلامیے میں تعلقات کو معمول پر لانے کا وعدہ کیا گیا تھا، لیکن واٹر گیٹ کے واقعہ، ماوزے تنگ کی وفات اور دوسرے مسائل کی وجہ سے پیش رفت سست پڑ گئی۔ اس کے بعد ۱۹۷۸ء کے شروع میں مسٹر برزنسکی نے دوستی کے عمل کو تیز کرنے کا عمل پھر سے تیز کر دیا۔ وہ اپنے نظریات کے لحاظ سے روس کے مخالف رہے ہیں، لہٰذا ان کی کوشش یہی رہی کہ امریکہ اور چین قریب آ جائیں۔ انہیں اس میں خاصی کامیابی حاصل ہوئی ہے، پھر چین کے اندر ہونے والی تبدیلیوں نے بھی حالات کو اسی سمت بڑھنے میں بہت مدد دی۔

۱۹ توپوں کی سلامی

۱۹۷۸ء کے اوائل میں مسٹر برزنسکی صدر کارٹر کا یہ پیغام لیکر پیکنگ گئے کہ امریکہ چین کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ خود چینی رہنماؤں نے بھی اس میں گہری دلچسپی ظاہر کی اور نائب وزیرِ اعظم مسٹر تنگ نے مسٹر برزنسکی کو بتایا کہ وہ امریکہ کا دورہ کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور یہ دورہ آئندہ تین برس کے اندر ہی ہونا چاہیے۔ مسٹر برزنسکی کی چین سے واپسی کے بعد واشنگٹن کی انتظامیہ نے پیکنگ میں مقیم اپنے رابطہ افسر مسٹر لیونارڈ ووڈکاک سے کہا کہ وہ چینی رہنماؤں کے ساتھ مذاکرات جاری رکھیں۔ مسٹر ووڈکاک نے اس عرصے میں سات بار چین کی وزارتِ خارجہ کے اہم لوگوں سے ملاقاتیں کیں اسی طرح مسٹر برزنسکی کی بھی واشنگٹن میں مقیم چینی سفارت کاروں کے ساتھ متعدد ملاقاتیں ہوئیں۔ یہ سب کچھ خفیہ طور پر ہوتا رہا۔

۱۹ ستمبر کو خود صدر کارٹر نے چینی سفیر مسٹر چائی سے وائٹ ہاؤس میں ملاقات کی اور تعلقات کو معمول پر لانے کیلئے اپنا نقطۂ نظر واضح کیا۔ دسمبر کے شروع میں مسٹر تنگ سیاؤ پنگ امریکی افسر رابطہ مسٹر ووڈکاک سے ملے۔ انہی ملاقاتوں کے نتیجے میں یہ بات طے ہوئی کہ چین کے نائب وزیرِ اعظم تنگ سیاؤ پنگ امریکہ کا دورہ کریں گے۔

یوں عوامی جمہوریہ چین کے پہلے رہنما مسٹر تنگ سیاؤ پنگ تھے جنہوں نے امریکہ کی سرزمین پر سرکاری مہمان کی حیثیت سے قدم رکھا مسٹر تنگ کا طیارہ ۲۸ جنوری کو الاسکا میں اترا، کیونکہ برف باری ہو رہی تھی۔ طیارے کے ۷۰ مسافروں کو اتار کر ائر فورس بیس کی ایک عمارت میں بٹھایا گیا۔ طیارے سے اترنے والوں کے استقبال کے لئے مسٹر ووڈکاک بھی موجود تھے۔ یہ لوگ ایک گھنٹے تک وہاں پر رہے، جہاں سے طیارہ واشنگٹن روانہ ہو گیا۔

مسٹر تنگ سیاؤ پنگ نو روز امریکہ میں رہیں گے اور اس طرح تیس برس پر پھیلی ہوئی دوریاں اور شکوک و شبہات مٹ جائیں گے ایک سینیئر امریکی افسر کے مطابق یہ دورہ ایک تاریخی واقعہ ہے جس سے تعلقات کا نیا باب کھلے گا۔ ۱۰۵۰۰ میل کی پرواز کے بعد پیکنگ سے واشنگٹن پہنچنے پر امریکی وزیرِ خارجہ نے چینی نائب وزیرِ اعظم کا خیر مقدم کیا اس موقع پر ۱۹ توپوں نے سلامی دی۔ یہ سلامی عام طور پر سربراہِ مملکت کی آمد پر دی جاتی ہے۔ امریکہ کے اخبارات، ریڈیو اور ٹیلیویژن وسیع پیمانے پر اس دورے کی تشہیر کر رہے ہیں پبلسٹی کے اس شور میں تائیوان کے ساتھ امریکہ کی قطع تعلقی پر ہونے والی تنقید بھی پس منظر میں چلی گئی ہے۔

مسٹر تنگ سیاؤ پنگ نے ۳۱ جنوری کو واشنگٹن میں اپنے دورے کا پہلا مرحلہ مکمل کر لیا۔ یہاں پر انہوں نے صدر کارٹر کے ساتھ دو روز مذاکرات کئے۔ اس کے بعد وہ اٹلانٹا، ہوسٹن اور سیٹل جائیں گے۔ اپنے اس دورے میں چینی نائب وزیرِ اعظم کار پلانٹ آئل ڈرلنگ کی مشینری تیار کرنے والے کارخانے اور دوسری صنعتوں کا معائنہ کریں گے۔ تاکہ چین بھی انہی خطوط پر سائنسی اور تکنیکی ترقی کر سکے۔

چین کے نائب وزیرِ اعظم نے صدر کارٹر کے ساتھ تین بار ملاقات کی۔ تیسری مرتبہ مذاکرات کے بعد صدر کارٹر نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ یہ بہت مفید اور مخلصانہ تھے اور ان میں مکمل ذہنی ہم آہنگی پائی گئی ہے ان مذاکرات سے چین اور امریکہ کے مابین آئندہ بات چیت کی بنیاد پڑ چکی ہے۔ اس سلسلے میں مسٹر تنگ نے اپنے ردِ عمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے ان باتوں سے اتفاق ہے جو صدر کارٹر کہہ رہے ہیں۔ امریکی ذرائع کے مطابق چین نے دو امریکی خبر رساں ایجنسیوں کو پیکنگ میں اپنے نمائندے بھیجنے پر رضامندی ظاہر کر دی ہے۔ اس کے تبادلے میں چین اپنی خبر رساں ایجنسی سنہوا کا بیورو واشنگٹن میں قائم کرے گا۔

تائیوان کے بارے میں

۳۰ جنوری کے مذاکرات کے دوران میں مسٹر تنگ نے اس بات کا اظہار کیا کہ چین تائیوان کی موجودہ حالات کا پورا خیال رکھے گا، کیونکہ امریکہ نے "ایک چین" کی حقیقت تسلیم کر لی ہے۔ امریکی سینٹ کی تعلقات خارجہ کی کمیٹی کی طرف سے دیئے گئے ایک عصرانے سے خطاب کرتے ہوئے چینی نائب وزیرِ اعظم نے کہا کہ ہم اب تائیوان کو آزادی دلانے کے الفاظ استعمال نہیں کریں گے، بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ تائیوان اپنی مادرِ وطن کے ساتھ مل کر اس مسئلے کو حل کرے اور یوں یکجہتی کا عظیم مقصد اپنی تکمیل کو پہنچے۔ مسٹر تنگ نے امریکی حکام کو بتایا ہے کہ چین پر امن طریقے سے تائیوان کو اپنے ساتھ ملانا چاہتا ہے اور وہ طاقت استعمال نہیں کرنا چاہتا۔

باخبر ذرائع کے مطابق چینی نائب وزیرِ اعظم نے سابق صدر نکسن اور سابق وزیرِ خارجہ مسٹر ہنری کسنجر کو چین کے دورے کی دعوت دی ہے۔ مسٹر کسنجر نے اس خبر کی تصدیق کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ اپریل میں چین جائیں گے۔ مسٹر تنگ نے امریکی کانگریس کے ارکان سے بھی ملاقات کی اور تائیوان کے بارے میں سوالات کے تسلی بخش جواب دے کر ان کو مطمئن کیا۔

واشنگٹن کے سفارتی حلقوں کا کہنا ہے کہ مسٹر تنگ کا دورہ، توقعات سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔

یکم فروری کو صدر کارٹر اور مسٹر تنگ نے وائٹ ہاؤس کے الیسٹ روم میں تین معاہدوں پر دستخط کئے جن میں سائنس اور ٹیکنالوجی، ثقافت اور اہم عسکری امور میں صلاح مشورے کے معاہدے شامل ہیں۔ صدر کارٹر نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ عسکری نوعیت کے باہمی مفادات کے بارے میں امریکہ اور چین ایک دوسرے کے ساتھ باقاعدہ مشورے کرتے رہیں گے۔ مسٹر تنگ نے کہا کہ "ہنی مون جاری رہے گا"

●●

ایران کا سورج مغرب سے نکلا

اور

تاریکی کا دیو مرا کش بھاگ گیا

رات کے آخری پہر فرانس کے چارلس ڈیگال ایئرپورٹ پر جوش، جذبوں اور ولولوں کا عجب عالم ہے۔ ایئر فرانس کا بوئنگ ۷۴۷، ایک تاریخی پرواز پر روانہ ہونے کو ہے۔ حفاظتی اقدامات غیر معمولی ہیں اور ایئرپورٹ لاؤنج کے باہر ایک ہجوم مستانہ وار نعرے لگا رہا ہے، گیت گا رہا ہے۔

جنابِ آیت اللہ خمینی پرواز سے ایک گھنٹہ قبل ایئرپورٹ پہنچ جاتے ہیں۔ انہیں یہاں ایک پریس کانفرنس سے بھی خطاب کرنا تھا، لیکن یہ پروگرام عین وقت پر منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ اور اس کے بجائے جنابِ خمینی کی طرف سے انگریزی اور فرانسیسی زبان میں ایک بیان تقسیم کیا جاتا ہے: "پندرہ سال کی جلاوطنی کے بعد اب میں واپس اپنے وطن جا رہا ہوں، تاکہ اپنی قوم کی خدمت کر سکوں، میں اس موقع پر فرانسیسی عوام کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے مجھ سے بے پناہ عزت اور احترام کا رویّہ اختیار کیا۔ میں فرانسیسی حکومت کی مہمان نوازی اور آزادی سے اس کے لگاؤ کو کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔ میں اس گاؤں کے باشندوں سے بھی معافی کا طلبگار ہوں، جہاں میں نے اپنی جلاوطنی کے آخری ایام گزارے اور میری وجہ سے انہیں بھی زحمت اٹھانا پڑی۔"

رات کا آخری پہر شروع ہو چکا ہے اور نئی سحر کے سفیران ذی وقار بوئنگ ۷۴۷ کی جانب بڑھتے ہیں۔ جنابِ خمینی کے ہمراہ ان کے خاندان کے افراد اور قریبی تحریکی ساتھی بھی پچاس کی تعداد میں ایران جا رہے ہیں۔ ڈیڑھ سو کے قریب بین الاقوامی نامہ نگار بھی اس تاریخی سفر میں شامل ہیں۔ جناب خمینی، پرواز کے دوران بیشتر وقت سوچ وبچار میں گزار دیتے ہیں، یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایران کا ماضی، حال اور مستقبل ان کی نظروں کے سامنے گھوم رہا ہے۔ اس طویل سفر کے دوران محض دو گھنٹے کے لئے ان کی آنکھ لگی ہوگی۔

ادھر تہران میں لاکھوں افراد مسرت و انبساط کے بیکراں جذبات کو سینوں میں لئے اپنے اس عظیم قائد کے منتظر ہیں، جس نے حب الوطنی کے عالم میں ایسی عظیم الشان تحریک کی قیادت کی، جس کی مثال دورِ حاضر کی پوری تاریخ میں ملنی محال ہے۔ لاکھوں افراد صبح سویرے ہی اپنے گھروں سے نکل کر سڑکوں کے دو رویہ آ کھڑے ہوتے ہیں۔ انسانوں کا ایک سیل بے پناہ مہر آباد کے ہوائی اڈے کی

جانب رواں دواں ہے۔ ان کے ہاتھوں میں جنابِ خمینی کی تصاویر ہیں، اور زبانوں پر نغمہ ہائے مسرت رقصاں ہیں۔ ایک کار پر بینر لگا ہوا ہے: "ایران کا سورج مغرب سے نکلا ہے اور تاریکی کا دیو مرا کش بھاگ گیا ہے۔"

تہران ایئرپورٹ کا تمام انتظام عوام نے بڑی خوبصورتی سے خود سنبھال لیا ہے اور اخبار نویس آج پہلی مرتبہ اس تجربے سے گزر رہے ہیں کہ ان کی تلاشی سیکورٹی سٹاف کے بجائے ایرانی "مولوی" لے رہے ہیں اور پھر وہ تاریخی لمحہ آن پہنچا جو صدیوں پر بھاری ہوتا ہے، جب تاریخ ایک نیا موڑ مڑتی ہے۔ مقامی وقت کے مطابق صبح ساڑھے نو بجے بوئنگ ۷۴۷ تہران ایئرپورٹ کے رن وے پر اترتا ہے۔ ایئرپورٹ کے چاروں جانب عوام کے جذبے بے قابو ہوتے جا رہے ہیں۔ ۷۹ سالہ رہنما جہاز کی سیڑھیوں پر نمودار ہوتا ہے اور پھر اسے بڑے ادب اور احترام کے ساتھ سہارا دے کر نیچے اتارا جاتا ہے۔ ان کے استقبال کے لئے محض شیعہ لیڈر ہی ایئرپورٹ پر موجود نہیں، بلکہ دیگر مذہبی اقلیتیں بھی ایک عظیم الشان انقلاب کے اس داعی اور راہبر کے استقبال کے لئے حاضر ہیں۔

ایرانی ٹیلی ویژن کے ہڑتالی کارکن اپنے اس محبوب قائد کی آمد کا آنکھوں دیکھا حال ٹیلی کاسٹ کرنے کے لئے کام پر واپس آگئے ہیں۔ ٹی وی پر جنابِ خمینی کی آمد کے تاریخی مناظر دکھائے جا رہے ہیں، ایسے میں اچانک سکرین پر شاہ کی تصویر ابھرتی ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ پروگرام یک لخت ختم ہو جاتا ہے۔

ایک اندازے کے مطابق تہران میں بیس لاکھ افراد سڑکوں کے دونوں طرف کھڑے جنابِ خمینی کا استقبال کر رہے ہیں۔ ہجوم اتنا بے پناہ ہے کہ ان کی کار کے لئے آگے بڑھنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ ایسے میں ایک سرکاری ہیلی کاپٹر کے ذریعے جنابِ خمینی کو ان کی منزل تک پہنچایا جاتا ہے، وہ تہران کے قریب اس قبرستان میں تشریف لے جاتے ہیں، جہاں اس تحریک کے سینکڑوں شہداء دفن ہیں۔ ہر آزمائش کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لینے والا یہ شخص، قبرستان پہنچتا ہے، تو گمنام شہیدوں، ان دیکھے جانثاروں کا تصوّر، اس کی آنکھوں کو نمناک کر دیتا ہے۔ قبرستان میں پانچ لاکھ کا مجمع اس عظیم انسان کے لئے گوش برآواز ہے۔ جناب

خمینی فرما رہے ہیں: "ایران کی موجودہ حکومت کوئی قانونی جواز نہیں رکھتی۔ میں جلد ہی ایک نئی حکومت کا اعلان کروں گا۔ ہم جدید نظام کے مخالف نہیں، بلکہ اس کے غیر مہذب اور غیر اخلاقی پہلوؤں کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ میں فوج سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اب ایک معزول شہنشاہ کے لئے اپنے اہلِ وطن کو گولیوں کا نشانہ نہ بنائے۔ شہنشاہیت کا دور لد چکا، اب شاہ کبھی واپس نہیں آئے گا۔"

شاہ ——— روانگی کا منظر

"میں بہت تھک چکا ہوں، اس لیے چاہتا ہوں، ایران سے باہر چلا جاؤں، شاید میری عدم موجودگی میں حکومت گذشتہ کوتاہیوں کی تلافی کے علاوہ اچھے مستقبل کی بنیادیں رکھنے میں کامیاب ہو جائے۔"

اپنے عوام کی بے پناہ نفرت کا شکار ہو کر ملک چھوڑ جانے والے بدنصیب شاہ نے یہ الفاظ ۱۶ر فروری کی شام کو تہران ائیرپورٹ پر کہے۔ اس کے پہلو میں اس کی خوب صورت، لیکن افسردہ اور مضمحل ملکہ اور جیب میں ایک چھوٹی سی پوٹلی میں سرزمینِ ایران کی مٹی تھی۔ سرزمینِ ایران، جسے شاہ نے اپنی شہنشاہی قائم رکھنے کے لیے، اپنے ہی ہم وطنوں کے خون سے لالہ زار کر دیا تھا۔ ایران کی مٹی جس میں شہیدوں کے مقدس خون کی خوشبو رچی بسی ہوئی تھی۔ وہ جس نے قرآن کے نظام کا مطالبہ کرنے والے ایرانی عوام کو ٹینکوں تلے روندنے سے بھی گریز نہ کیا تھا، اب قرآن کے سائے میں نیلے اور نقرئی رنگ کے بوئنگ ۷۰۷ کی جانب بڑھ رہا تھا۔ پھر شاہی دستے کا ایک کرنل شاہ کے قدموں میں گر پڑا۔ شاہ کی قدم بوسی کرتے ہوئے اس نے التجا کی:

"آپ کے بعد ہمارا محافظ کون ہو گا؟"

اپنے وفادار کرنل کو اٹھانے کے لیے وہ گھٹنوں کے بل جھکا اور پھر جب شہنشاہ دوبارہ سیدھا کھڑا ہوا، تو اس کی آنکھوں میں لاتعداد آنسو مچل رہے تھے اور پھر اس کی افسردہ نگاہیں جنوب میں بلند و بالا کوہ البرز کو تکنے لگیں، جہاں سنگِ مرمر سے بنا ہوا اس کا خوب صورت محل واقع تھا۔ دُور سے "شاہ مردہ باد" کے نعرے سنائی دے رہے تھے، ملکہ کی آنکھوں میں کاجل پھیلتا جا رہا تھا اور شاہ بیکسی اور بے بسی کی تصویر بنا اپنے بوئنگ ۷۰۷ میں سوار ہو رہا تھا۔

اُس روز تہران میں جشن کا سماں تھا، لاکھوں انسان جسموں پر زخموں کے پھول سجائے، نعرے لگاتے اور رقص کرتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئے تھے۔ بعض فوجی جوان بھی اپنی بندوقوں اور سٹین گنوں سمیت مظاہرین میں شامل ہو گئے تھے اور مظاہرین ان پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کر رہے تھے۔ شہر کے مختلف چوراہوں میں شاہ اور اس کے والد کے مجسّمے مظاہرین کی نفرت اور حقارت کا نشانہ بن رہے تھے۔ تہران کے سپاہ سکوائر میں انہوں نے شاہ کے والد کا مجسّمہ زمین پر گرا دیا اور پھر اس کے سر کو فٹ بال بنا لیا۔ ۱۶ر فروری کا سورج اس عبرت آمیز منظر کا امین بن کر غروب ہو رہا تھا کہ پورے تہران میں کسی ایک جگہ بھی شاہ یا اس کے والد کا مجسّمہ سلامت نہ تھا۔ ایک ٹیکنیکل سکول کا طالب علم، ۲۱ سالہ منوچہر شادیزئی جوش کے عالم میں چیخ رہا تھا:

"ہم جیت گئے! ہم جیت گئے! اب ہم آزاد ہیں، شاہ چلا گیا ہے، اور اسے اب دوبارہ اس سرزمین پر قدم رکھنے کی اجازت نہیں ملے گی"۔

پیرس سے ۲۳ کلومیٹر دُور ایک مضافاتی بستی سے آیت اللہ خمینی نے، جو اب کروڑوں ایرانی عوام کے بے تاج بادشاہ تھے، اعلان کیا:

"شاہ کی روانگی ہماری کامیابی کا پہلا مرحلہ ہے، اہلِ ایران آخری فتح تک اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔"

جناب خمینی نے بختیار حکومت کے وزراء اور ارکانِ پارلیمنٹ سے مطالبہ کیا کہ وہ مستعفی ہو جائیں اور اس مطالبے کے جواب میں پارلیمنٹ کے ۱۵ ارکان اور بختیار حکومت کے وزیرِ انصاف بغیر کسی تاخیر کے مستعفی ہو گئے۔ آیت اللہ خمینی نے اپنی جانثار ایرانی قوم کے نام ایک پیغام میں کہا:

"بس چند روز کی بات ہے، مَیں خدا کے فضل و کرم سے آپ کے درمیان ہوں گا۔"

شاہ کی روانگی کے بعد

شاہ کی روانگی کے تین روز بعد اہلِ ایران جناب خمینی کی پکار پر پھر سڑکوں پر نکل آئے، چشمِ فلک نے شاہ کے خلاف اس تحریک کے دوران میں بڑے بے مثال مظاہرے دیکھے تھے، لیکن اب مظاہرین کا جوش بے پناہ اور جذبہ بے کراں تھا۔ تا حدِ نظر انسانوں کے اس سمندر میں تجارت پیشہ افراد بھی تھے اور محنت کش بھی۔ لمبی سیاہ چادروں میں لپٹی ہوئی خواتین بھی تھیں اور سفید عمامے باندھے ہوئے علماء بھی، یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ کا جوش و جذبہ بھی بے حد و حساب تھا۔ جس طرف نظر اُٹھتی تھی، جنابِ خمینی کی تصاویر نظر آتی تھیں۔

چالیس لاکھ انسانوں کے اس سیلِ بے پناہ میں کمونسٹوں کی پانچ ٹولیوں نے بھی شامل ہونے کی کوشش کی۔ یہ لوگ اپنے مخصوص بینر اٹھائے ہوئے تھے اور اسلام کے نام پر ہزاروں افراد کے خون سے پروان چڑھنے والی اس مقدس تحریک کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے، لیکن ذہین و فطین شاہ کو شکست سے دوچار کرنے والے "ملّا" کمونسٹوں کی ان عیاریوں ——— سے نپٹنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں، چنانچہ مظاہرین میں سے بعض لوگ آگے بڑھے اور ان اشتراکی کوچہ گردوں کی راہ میں دیوار بن گئے۔ ایران کے اشتراکی عنصر کی طرف سے اس تحریک کو اپنے ڈھب پر ڈالنے کی یہ کوشش بھی ناکام ہو گئی اور پھر یہ بے مثال جلوس، جس راستے سے بھی گزرا، دیواروں پر لگے ہوئے کمونسٹوں کے پوسٹر بھی اُتارتا گیا اور شام تک سارے شہر کی دیواریں اشتراکی علامات سے پاک اور صاف ہو چکی تھیں۔ اسلامی جذبات سے سرشار اہلِ ایران کے اس اقدام سے بوکھلا کر ایک اشتراکی لیڈر شیخ مصطفےٰ رحنامہ نے کہا:

"جمہوریت ہر فرد کو اپنے نظریات کے اظہار کی آزادی دیتی ہے۔"

وزیرِ اعظم بختیار کی پیش کش

قوم کے نام اپنی تقریر میں وزیرِ اعظم شاہ پور بختیار نے اپنے سامعین سے استفسار کیا:

"کیا آپ ماضی کی مطلق العنانیت کی جگہ ایک نیا استبداد مسلط کرنا چاہتے ہیں؟"

وزیرِ اعظم بختیار نے یہ بات خمینی کی اعلان کردہ "اسلامی جمہوریہ" کے بارے میں کہی یا اس سے ان کی مراد فوجی انقلاب تھا، اس بارے میں انہوں نے کوئی وضاحت نہ کی، اسی نشریے میں شاہ پور بختیار نے جناب خمینی کے لیے بے پناہ ادب و احترام

شاہ پور بختیار

کے جذبات کا اظہار کیا اور یہ اعلان بھی کہ وہ ریجنسی کونسل کے ۱۸ سالہ سربراہ سید جلال الدین تہرانی کو پیرس بھیج رہے ہیں تاکہ وہ آیت اللہ خمینی کو حکومت کے نئے منصوبوں سے آگاہ کر سکیں اور ایران کے اس ذی وقار جلاوطن مذہبی راہنما کی راہنمائی حاصل کر سکیں ۔ اس کے جواب میں جناب خمینی کے ایک ترجمان نے پیرس میں کہا کہ بختیار حکومت کے استعفےٰ سے قبل ایسی کسی ملاقات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔

بختیار نے جناب خمینی کے انکار کے باوجود ان کے بارے میں احترام کا رویہ جاری رکھا، لیکن اس کے ساتھ اس بات پر بھی مصر رہے کہ وہ کسی طور بھی خمینی کے حق میں دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔ فرانسیسی ٹیلی ویژن کو انٹرویو دیتے ہوئے وزیراعظم شاہ پور بختیار نے کہا :

" آیت اللہ خمینی ایک بزرگ اور ممتاز شخصیت ہیں، وہ جب چاہیں، وطن واپس تشریف لا سکتے ہیں، لیکن میں ان کے لیے اپنی پوزیشن سے دستبردار نہیں ہو سکتا، بالکل اسی طرح جیسے جناب خمینی میرے لیے اپنے منصب سے دستبردار نہیں ہو سکتے "۔

سوال پیدا ہوتا ہے، شاہ پور بختیار کس حکومت کی بات کرتے ہیں، جبکہ عملاً ایران میں کسی بھی جگہ ان کی حکومت قائم نہیں، وہ صرف ایران میں نام کے وزیراعظم ہیں۔ ان کے وزراء میں سے بعض، جو بازاروں میں ہجوم کے درمیان یا اپنے دفتروں میں جانے کے قابل ہیں، اس امر کے شاہد ہیں کہ کسی بھی جگہ، کوئی بھی فرد ان کی بات سننے کو تیار نہیں ۔

خود شاہ پور بختیار کی اتھارٹی بھی دار الحکومت کے وسط میں واقع اور فوج کی مسلح حفاظت میں گھرے ہوئے ان کے دفتر کی چاردیواری تک محدود ہے ۔

فوج انقلاب برپا کر دے گی ؟

وزیراعظم بختیار نے اپنے مستعفی نہ ہونے کے حق میں یہ دلیل بھی دی کہ ان کے استعفےٰ کے بعد فوج انقلاب برپا کر دے گی، کیونکہ فوج کی ہائی کمان کسی ایسی حکومت کو تسلیم کرنے پر تیار نہ ہو گی، جس کی سربراہی جناب خمینی کے ہاتھ میں ہو۔ لیکن ایران کی موجودہ (شاہ پور بختیار کی) حکومت سے قبل جنرل اظہری کی فوجی حکومت ملک میں امن و امان کی بحالی اور ہڑتالی افراد کو دوبارہ کام پر لانے کے سلسلے میں جس بُری طرح ناکام ہوئی، اس کے بعد یہ توقع کرنا کہ فوج اگر ایران کو تاریخ کے اس بدترین بحران سے نکال لیگی ایک خیالِ خام کے سوا اور کچھ نہیں ۔ ایک مغربی ڈپلومیٹ کے الفاظ میں : "جرنیل اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہو چکے ہیں کہ وہ اپنی ہر ممکن کوشش کے باوجود امن و امان کو بحال نہیں کر سکتے "۔ تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ایران میں فوجی انقلاب کا سرے سے کوئی امکان نہیں ۔

شاہ کے مخالفین کے بارے میں فوجی حکام کے جذبات برافروختگی کا اندازہ اس ایک مثال سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ایران کے جنوب میں آئل فیلڈز کے قریب دو شہروں میں فوج نے شاہ کے مخالفین پر بدترین فائرنگ کی۔ اہواز میں جیپوں اور ٹینکوں پر سوار فوجی دستوں نے اس وقت فائر کھول دیا، جب مقامی یونیورسٹی میں مظاہرین نے فوجیوں کے حکم پر "شاہ زندہ باد" کہنے سے انکار کیا۔ خودکار ہتھیاروں کی اس فائرنگ کے نتیجے میں کم از کم بیس افراد موقع پر ہی ہلاک ہو گئے اور ۲۰۰ افراد شدید زخمی ہوئے ۔ یونیورسٹی میں اس قتل و غارت کے بعد فوجی دستے شہر کی گلیوں اور بازاروں میں نکل آئے اور ہر اس کار اور کھڑکی کو اپنی فائرنگ کا نشانہ بنایا جس پر خمینی کی تصویر چسپاں تھی ۔ اگرچہ فوجی حکام نے بعد میں ان سپاہیوں کو گرفتار کر لیا؛ تاہم فوجی دستوں کا یہ وحشیانہ اقدام اس بات کی غمازی ضرور کرتا ہے کہ فوج میں شاہ کا وفادار عنصر خاصا غالب ہے اور جناب خمینی کی طرف سے ایران میں بادشاہت کے مکمل خاتمے کی کوششوں کو فوج کی طرف سے مزاحمت کا سامنا ہو سکتا ہے ۔ بیشتر مغربی مبصرین کا خیال ہے کہ بختیار حکومت کے بعد فوج اور خمینی کے مابین تصادم ناگزیر ہے ۔

ایران میں گذشتہ ہفتے جو اہم ترین سوال زیرِ بحث رہا وہ

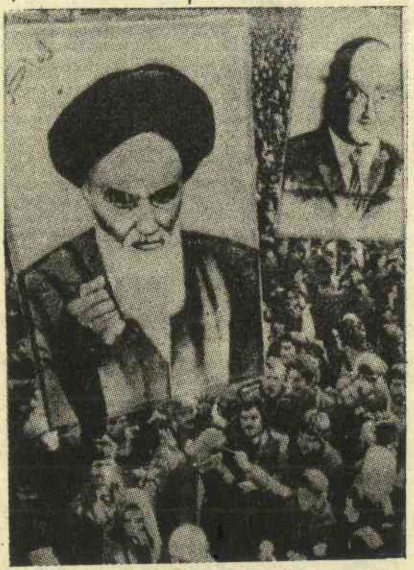

یہ تھا کہ کیا یہاں واقعی کوئی حکومت موجود ہے ؟ بعض بنیادی سروسز مثلاً ٹریفک کنٹرول وغیرہ کا تمام انتظام مقامی علماء کی صوابدید پر لوگ خود چلا رہے تھے ۔ بنیادی ضروریات، مثلاً ادویات وغیرہ کی دکانوں کے علاوہ تمام دُکانیں بند رہیں ۔ بنک، قومی ایئرلائینز اور دیگر مواصلاتی نظام بھی معطل رہے ۔ ایران میں جناب خمینی کے ایک دستِ راست مہدی برزدان اور تیل کے ہڑتالی کارکنوں کے مابین ایک معاہدے کے باعث تیل کی پیداوار کا کام بس اتنا ہی ہوا جس سے ایران کی اپنی ضروریات پوری ہو سکیں ۔ بیرونِ ملک تیل کی برآمد مکمل طور پر بند رہا ۔

خمینی کی واپسی

شاہ کی ایران سے روانگی کے بعد بھی ایران کے مختلف شہروں میں مظاہرے جاری رہے ۔ جناب خمینی نے جہاں پہلی فرصت میں ایران پہنچنے کا اعلان کیا، وہاں انہوں نے اہلِ ایران سے یہ اپیل بھی کی کہ وہ بادشاہت کے مکمل خاتمے تک اپنی جدوجہد جاری رکھیں ۔

چنانچہ ایک طرف ایران میں مظاہرے ایک بار پھر شدت اختیار کر گئے، دوسری طرف شاہ پور بختیار نے اصلاحِ احوال کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں ۔ انہوں نے ریجنسی کونسل کے سربراہ کو آیت اللہ خمینی سے ملاقات کے لئے پیرس روانہ کیا، لیکن جلاوطن رہنما نے شاہ پور بختیار کے کسی بھی نمائندے کو ملنے سے انکار کر دیا ۔ شاہ پور بختیار نے خود عازمِ پیرس ہونے کا فیصلہ کیا، لیکن جناب خمینی کا موقف بڑا واضح اور دو ٹوک تھا، "بختیار حکومت کی کوئی اخلاقی اور قانونی حیثیت نہیں، شاہ پور بختیار مجھ سے ملنا چاہتے ہیں، تو وزارت سے استعفےٰ دیکر آئیں "۔ اسی دوران میں ایرانی افواج کے سربراہ جنرل عباس نے بختیار حکومت کی حمایت کا اعلان کرتے ہوئے کہا : " وزیراعظم شاہ پور بختیار کی حکومت آئینی اور قانونی ہے، مسلح افواج حکومت کا تختہ اُلٹنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتیں "۔

جناب آیت اللہ خمینی نے جمعہ ۲۶ جنوری کو تہران پہنچنے کا اعلان کیا۔ ان کے لاکھوں جانثار اپنے قائد کے فقید المثال استقبال کی تیاریاں کر رہے تھے کہ فوجی ٹینکوں نے ایک بار پھر تہران ایئرپورٹ پر قبضہ کر لیا اور ۷۲ گھنٹے کے لئے ملک کے تمام ہوائی اڈے بند کر دیئے گئے ۔ پیرس میں خمینی کے ترجمان نے اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہوائی اڈوں کو زیادہ دیر تک بند رکھا گیا، تو جلاوطن مذہبی راہنما ایران پہنچنے کے لئے کوئی دوسرا راستہ اختیار کریں گے ۔

ایران پھر خون میں نہا گیا

فوج کے اس اقدام نے اہلِ ایران میں اضطراب اور غصّے کی لہر دوڑا دی اور وہ ایک بار پھر عالمِ غیظ و غضب میں سڑکوں پر نکل آئے ۔ تہران میں مظاہرین پر فوج نے ۳ گھنٹے تک مسلسل فائرنگ کی ۔ تبریز، اہواز، کرمان شاہ اور دوسرے شہروں میں خونریز ہنگامے ہوئے، جن میں سینکڑوں افراد ہلاک اور زخمی ہوئے ۔ تہران میں مظاہرین کا جوش و جذبہ اتنا بے پناہ تھا کہ انہوں نے تہران ایئرپورٹ پر متعین ٹینکوں کو گھیرے میں لے لیا ۔ ایران میں ایک بار پھر قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا اور آخر ۳۰ جنوری کی رات کابینہ نے ایک طویل اجلاس میں فیصلہ کیا کہ جناب خمینی کے طیارے کو تہران ایئرپورٹ پر اُترنے کی اجازت دے دی جائے ۔ ادھر پیرس میں جناب خمینی نے ایک بیان میں کہا کہ "وہ ایران پہنچتے ہی اپنی انقلابی کونسل اور حکومت کے ارکان کے ناموں کا اعلان کر دیں گے ۔ اس کے فوراً بعد ان افراد سے ایک جلسۂ عام میں حلفِ وفاداری لیا جائے گا اور اس کے ساتھ ہی بختیار کی حکومت ختم ہو جائے گی "۔

ضرورت ہے

ادارہ اُردو ڈائجسٹ کو اُردو ٹائپسٹ اور ہفت روزہ "زندگی" کو ایک پروف ریڈر کی ضرورت ہے ۔
ملازمت کے خواہشمند حضرات رابطہ قائم کریں ۔

اب کیا ہوگا؟

جناب خمینی کی ایران واپسی کے بعد کیا شاہ پور بختیار مستعفی ہوجائیں گے؟ فوج شاہ کی حمایت ترک کردے گی اور بادشاہت کا باب ہمیشہ کے لیے بند ہوجائے گا؟ یا اہلِ ایران کو چند روز کے لیے مزید خونیں آزمائش سے گزرنا پڑے گا؟ یہ ہیں وہ سوالات جو اس وقت مختلف ذہنوں میں گردش کررہے ہیں۔

اہلِ ایران نے آزادی کے لیے عظمتِ انسان کی بحالی کے لیے اور خدا کے بندوں پر خدا کی حکمرانی قائم کرنے کے لیے جو بے مثال قربانیاں دی ہیں، وہ رائیگاں نہیں جائیں گی۔ یہی تاریخ کا سبق ہے، یہ وقت کا فیصلہ ہے اس فیصلے کو بختیار حکومت اور شاہ کے وفادار فوجی جرنیل جتنی جلدی تسلیم کرلیں، بہتر ہے۔ تاریخ کا پہیہ گردش کررہا ہے۔ کسی نے اسے روکنے کی کوشش کی، تو اس کا وہی انجام ہوگا جو اس بے رحم پہیے کی زد میں آنے والوں کا ہوا کرتا ہے۔ ●●

شاہ کے مقربین نے اربوں ڈالر بیرونِ ملک منتقل کردیئے

ایران میں ایک طرف احتجاجی جلوس نکل رہے تھے، انسانوں پر گولیاں چل رہی تھیں، دوسری طرف شاہِ ایران کے مقربین کروڑوں ڈالر سرمایہ بیرونِ ملک منتقل کررہے تھے۔ ایسے لوگوں میں تاجر، فوجی جنرل، اعلیٰ سرکاری حکام اور شاہِ ایران کے عزیز شامل تھے۔ انہوں نے سوئٹزرلینڈ، فرانس اور امریکہ کے بنکوں میں ستمبر سے اکتوبر ۱۹۷۸ء تک ۲۴۴ ملین ڈالر منتقل کیئے۔ ایرانی سنٹرل بنک کے کارکنوں نے ایسے لوگوں کی فہرستیں مرتب کیں، جن کے مطابق ایرانی سفیر اردشیر زاہدی، جمشید آموزگار اور دوسرے نمایاں افراد نے ایسا کیا۔ اس فہرست سے ان الزامات کی تائید ہوتی ہے کہ شاہ کے مقربین تیل سے پیدا ہونے والی دولت مختلف دھاندلیوں کے ذریعے اپنے کھاتوں میں ڈالتے رہے ہیں۔

تیل کی دولت لوٹنے والے یہ با اثر افراد چار خانوں میں بانٹے جاسکتے ہیں:

۱۔ فوجی حکام۔ انہوں نے رشوت، فوجی معاہدوں کے ذریعے دولت بٹوری اور ان لوگوں کو شاہِ ایران کی منظوری حاصل تھی۔

۲۔ سول سروس کے اعلیٰ حکام اور سیاست دان جو باقاعدہ تنخواہوں کے علاوہ شاہ سے وفاداری کے صلے میں پہلوی فاؤنڈیشن کے خفیہ فنڈ سے بھی بھاری رقوم حاصل کرتے تھے۔ وہ معاہدوں پر بھی رشوت وصول کرتے تھے۔

۳۔ ہوریشیو آگر جیسے لوگ جو معمولی حیثیت سے اٹھ کر کروڑپتی بن گئے۔ ان لوگوں نے شہنشاہ کے دربار میں اہم ترین افراد اور سیکیورٹی کے اعلیٰ حکام کے ساتھ یارانہ گانٹھا اور پھر ان کے ذریعے مفادات حاصل کیے۔

۴۔ شاہی خاندان کے افراد، رشتے دار اور ان سے متعلق دوسرے لوگ۔ انہوں نے پہلوی فاؤنڈیشن سے بھاری رقمیں وصول کیں اور دربار میں اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کرکے بھی مفادات حاصل کیے۔ شاہی خاندان کے، افراد نے دو ماہ کے اندر ۲۳۸٫۴ ملین ڈالر رقم بیرونی بنکوں میں منتقل کی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ لوگ بیرونی ملکوں میں رقم کس طرح استعمال کرتے ہیں۔ دو برس قبل شاہِ ایران کی بہن شہزادی اشرف نے امریکہ میں ایک عمارت خریدی۔ انہوں نے اس کے بعد ایک سات منزلہ عمارت اور اس کے کچھ عرصہ بعد ہی ایک اور عمارت نو لاکھ ڈالر میں خریدی۔ شہزادی شمس نے چھ لاکھ ڈالر کا ایک مکان خریدا۔

جن لوگوں نے رقمیں منتقل کیں، ان کی فہرست حسبِ ذیل ہے:

فوجی

جنرل غلام علی اویسی۔ مارشل لا ایڈمنسٹریٹر تہران	۷ ملین ڈالر
جنرل ڈاکٹر عیدی (شاہ کے ذاتی معالج)	۳۸ "
جنرل سماعی	۳ "
جنرل علی بہجت	۶٫۷ "
جنرل پرویز خسروانی (سابق وزیرِ محنت)	۸٫۱ "
جنرل جہانبانی	۳۴ "
جنرل اے اے والیان (سابق وزیرِ دیہی تعاون و ترقی)	۹ "
ایڈمرل ظلی	۵٫۳ "
پرویز سبطی (سابق ڈپٹی کمانڈر ساوک)	۱۹٫۳ ملین ڈالر
جنرل علی محمد خادمی (ایران ائر کے سربراہ)	۹ "
جنرل حسین فردوس (شاہی معائنہ ٹیم کے سربراہ)	۶٫۴ "
جنرل حسین طوفانیان (ملٹری پروکیورمنٹ کے چیف)	۴۰ "

سرکاری حکام

سفیر اردشیر زاہدی	۱۳ ملین ڈالر
امیر مطاغی (شاہی دربار کے مشیر اطلاعات)	۱۷ "
ہرمز غریب (شاہی دربار کے پروٹوکول چیف)	۸ "
جعفر منصوریان (پہلوی فاؤنڈیشن کے قانونی مشیر)	۳۸ "
غلام رضا نیک پے (تہران کے سابق میئر اور وزیرِ ترقیات و ہاؤسنگ)	۷٫۴ "
ابوالفتح عتابی (شاہ کے قریبی ساتھی)	۱۰٫۲ "
شجاع الدین شفا (دربار کے مشیر ثقافتی امور)	۱۰ "
ڈاکٹر رضا فلاح (قومی تیل کمپنی کے ڈپٹی چیئرمین)	۱۶٫۴ "
ڈاکٹر ہوشنگ نہاوندی (تہران اور پہلوی یونیورسٹی کے سابق چانسلر)	۷٫۳ "
داریوش ہمایوں (سابق وزیرِ اطلاعات)	۲٫۶ "
ڈاکٹر جہاں شاہ صالح (ملکہ فرح پہلوی کے ماہر امراض زنانہ اور سابق وزیرِ صحت)	۱۱٫۳ "
ہما زاہدی (اردشیر زاہدی کی بہن اور داریوش ہمایوں کی بیوی)	۶ "
علی نیکپور (سنٹرل بنک کے گورنر)	۳۱٫۶ "
منصور روحانی (سابق وزیرِ زراعت)	۹٫۷ "
جمشید آموزگار (سابق وزیرِ اعظم)	۶ "

تاجر

علی رضا (شہریار بنک کے سربراہ)	۵۳٫۴ "
ہوجبر یزدانی (سدرہ بنک کے حصہ دار)	۷۷ "
حبیب اللہ لاجوردی (بہشہر انڈسٹریل گروپ کے ڈائریکٹر)	۳۷٫۴ "
احمد خیامی (ایران نیشنل، ملکہ کی سب سے بڑی آٹوموبائل کمپنی کے سربراہ)	۵۳ "
منصور یسنی (چیمبر آف گلڈز کے رکن)	۱۱ "
رسول رحیمی (چیمبر آف گلڈز کے صدر)	۱۱٫۷ "
محمد علی مفرح (بنک آف سدرہ کے صدر)	۲۴٫۶ "

شاہی خاندان کے افراد

شہریار پہلوی (شہزادی اشرف کا بیٹا)	۵۳ "
شہرم پہلوی (" ")	۶۰ "
شہرزاد پہلوی (شہزادی اشرف کی بیٹی)	۴۱ "
مہرداد پہلبود (شہزادی شمس کا خاوند)	۳٫۲ "
رضا قطبی (ملکہ فرح دیبا کا چچا زاد بھائی)	۱۲ "
ابوالحسن دیبا (فرح دیبا کا رشتے دار)	۳۱ "
احمد قطبی (ملکہ فرح دیبا کا چچا)	۳ "
امیر نصر دیبا (ملکہ فرح دیبا کا عزیز)	۷٫۳ "
ڈاکٹر محمد حسن دیباد (" ")	۶٫۳ "

●●

انٹرویو "نیوز ویک"

ترجمہ : عامرہ مجید مفتی

ایرانی کمونسٹ بھی خمینی کی حمایت کرتے ہیں

کالعدم تودہ پارٹی کے رہنما نورالدین کیانوری کا انٹرویو

س : آپ کی پارٹی ۱۹۴۹ء سے زیرِ زمین چلی گئی ہے۔ کیا آپ پارٹی کو سلامت رکھنے میں کامیاب ہو گئے ہیں؟

ج : ہمیں بے پناہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ خاص طور پر ۱۹۷۰ء میں ایران کی خفیہ پولیس ساوک نے ہماری تحریک میں دخل اندازی کی۔ اس کے باوجود ہمارا آپ کا رابطہ نہیں ٹوٹا۔ ہمارے کچھ ارکان ۲۶ سال گزرنے کے باوجود جیلوں میں بند پڑے ہیں۔

س : آپ کو زیادہ تر کن طبقوں کی حمایت حاصل ہے؟

ج : ایران کے مزدوروں کی تعداد تیس لاکھ ہے۔ وہ اعلیٰ درجے کے سیاسی شعور سے بہرہ ور ہیں۔ انقلاب کے ساتھ تودہ روایات کا احیا ہوا ہے۔ ہمارے پرانے کارکنوں نے اپنے تجربات کی بنیاد پر نئی نسل کی رہنمائی کی۔ شاہ کے افسران نے بھی تسلیم کر لیا تھا کہ تیل کے مزدور صرف تودہ پارٹی کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔ دانشور اور بورژوا طبقے میں بھی ہمارے پیروکار موجود ہیں۔ المختصر یہ کہ وہ لوگ ہمارے ساتھ ہیں جو براہِ راست اجارہ دارانہ استعمار پرست سرمایہ داروں کے ساتھ ملوث نہیں ہیں۔

س : کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ گلی کوچوں میں خمینی کے حق میں نعرے بلند کرنے والے درحقیقت تودہ پارٹی کے ممبر ہیں؟

ج : میں یہ نہیں کہہ رہا۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آیت اللہ خمینی، شاہ اور استعمار کی ۲۰ سال سے مزاحمت کر رہے ہیں۔ ہم اس کے مندرجہ ذیل اقدامات کی حمایت کرتے ہیں؛

اسلامی جمہوریہ کے قیام، شہنشاہیت کا خاتمہ، دستور ساز اسمبلی جو نیا دستور بنائے جس کے بعد قومی حکومت کا قیام عمل میں آسکے اور استعمار پرستانہ اقتدار کا خاتمہ ہو جائے۔ عوامی جمہوریت کے لئے ضمانتوں کی فراہمی اور قومی وسائل کے عمومی فائدے کے لیے استعمال۔ یہ کوئی عارضی داؤ نہیں، بلکہ ہمارا واضح اور ٹھوس مؤقف ہے۔

س : ایک مارکسی کی حیثیت سے کیا آپ کو خمینی کے اسلامی کردار سے پریشانی تو لاحق نہیں؟

ج : شیعہ فرقے کی جمہوری بنیادیں ہوتی ہیں اور انہوں نے ہمیشہ عوامی، قومی اور استعمار کی مخالف طاقتوں کا ساتھ دیا ہے۔ اسی بنا پر جب خمینی نے شاہ کے خلاف نعرہ بلند کیا، تو اس نے ہماری ہمدردی جیت لی۔ اس کی پارٹی میں ترقی پسند عناصر کی موجودگی کو تودہ پارٹی تسلیم کرتی ہے اور ہم ایک مشترکہ مؤقف اختیار کرنے کے لیے اپنی طرف سے ہر کوشش کر رہے ہیں۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ وہ ایران کی خوشحالی کے لیے ترقی پسندانہ کردار ادا کر رہا ہے۔

س : تودہ پارٹی اور خمینی کب تک ساتھ ساتھ چلیں گے؟

ج : طویل عرصے تک۔ ہمارا یقین ہے کہ سائنٹیفک سوشلزم اور اسلام کے نظریات میں کوئی اختلاف نہیں، بلکہ کئی چیزیں مشترک ہیں۔

س : کیا آپ کا خمینی سے براہِ راست تعلق ہے اور کیا آپ نے کوئی ایلچی اُن کے پاس بھیجا ہے؟

ج : میں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔

س : کیا آپ اقتدار میں شریک ہوں گے؟

ج : ہم نے یونائیٹڈ فرنٹ کی جو تجاویز پیش کی تھیں، وہ ثانوی حیثیت کی حامل ہیں۔ تودہ پارٹی کے نزدیک ایک مشترکہ پروگرام اصل اہمیت رکھتا ہے۔

س : کیا آپ نیشنل پارٹی سے بھی مل کر کام کریں گے؟

ج : ہم ہر اس پارٹی سے مل کر کام کرنے کو تیار ہیں جو ہمارے پروگرام سے متفق ہے اور وہ یہ کہ امریکی اور دیگر ہر قسم کے استعمار کا خاتمہ کر دیا جائے۔ تباہ کن حد تک اسلحے کی خریداری بند کر دی جائے اور ایک دستور ساز اسمبلی قائم ہو جائے۔ ہمیں بورژوا پارٹی کے ساتھ کام کرنے میں کوئی اعتراض نہیں۔

س : آپ کی نئی قیادت میں تودہ پارٹی نے عوامی جدوجہد کی پکار بلند کی ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ خانہ جنگی کو ناگزیر قرار دے رہے ہیں؟

ج : ایک سیاسی پارٹی متبادل راہیں کھلی رکھتی ہے۔ قومی جدوجہد کی بنا پر شاہ کو جانا پڑا۔ اب اسے منطقی انجام تک پہنچانے کی ضرورت ہے اور فوج کو جمہوری ایران کی خدمت پر مجبور کرنا ہو گا، لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ ایران کی رجعت پسند طاقتیں امریکہ اور اسرائیل کی انگیخت پر بغاوت کر دیں اور وہ اب تک کے تمام واقعات سے زیادہ خونیں ثابت ہو، جیسا کہ چلی اور انڈونیشیا میں ہوا۔ ہم نہیں چاہتے کہ ایسا ہو اور ہم ۵۳ء کے ظلم و ستم کو دہرانے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ ہمیں اس کے خلاف چوکس رہنا ہو گا۔

س : کیا آپ مسلح جدوجہد کو ناگزیر تصور کرتے ہیں؟

ج : میں نہ تو قنوطی ہوں اور نہ رجائی۔ مجھے یقین ہے کہ قومی جدوجہد خون بہائے بغیر اپنے منطقی انجام کو پہنچ جائے گی، لیکن ہمیں چوکس رہنا ہو گا۔

س : اس قسم کی جدوجہد کرنے کے لیے آپ کو ہتھیار کہاں سے ملیں گے؟

ج : پوری تاریخ میں انقلابی تحریکیں اپنے مسائل کو مخصوص طریقوں سے حل کرتی چلی آئی ہیں۔ ہتھیار خریدے یا حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ ایران میں ہتھیار وافر تعداد میں موجود ہیں۔

س : اگر خانہ جنگی ہو جائے تو آپ کے خیال میں فوج کو کیا کردار ادا کرنا چاہیے؟

ج : ہماری فوج کا تعلق عوام سے ہے۔ ۹۰ فیصد فوجیوں کا تعلق کسانوں سے ہے۔ ۱۰ فیصد کا مزدوروں سے۔ میں اس بات کا قائل ہوں کہ انقلابی جدوجہد بارکوں کی دیواروں سے باہر نہیں رہے گی۔ اس کی علامتیں ظاہر ہونے لگی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ مظاہرین کو دبانے کے لیے فوج کو رضاکار بلانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ فوج کلی طور پر وفادار نہیں ہے۔

س : بعض مبصرین کہتے ہیں کہ روسیوں نے پیٹر اعظم کے دور میں ایران کے ایک حصے پر یلغار کی تھی۔ کیا آپ کے خیال میں ایران کو پھر روس کے تسلط میں آنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے؟

ج : اگر ایران جمہوری ملک بن جائے اور اشتراکی ملکوں سے دوستانہ روابط قائم کرے، تو میرے خیال میں یہ ممالک ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔ روس کو تو خوشی ہو گی کہ اس کی سرحدوں پر ایک دوست ملک واقع ہے اور وہاں غیر ملکی اڈے نہیں۔ ایران ایک دوست ملک کی حیثیت سے روس کے تحفظ کی بہت بڑی ضمانت بن سکتا ہے۔

چین بڑے پیمانے پر کارروائی کرسکتا ہے

کمبوڈیا
م-ع

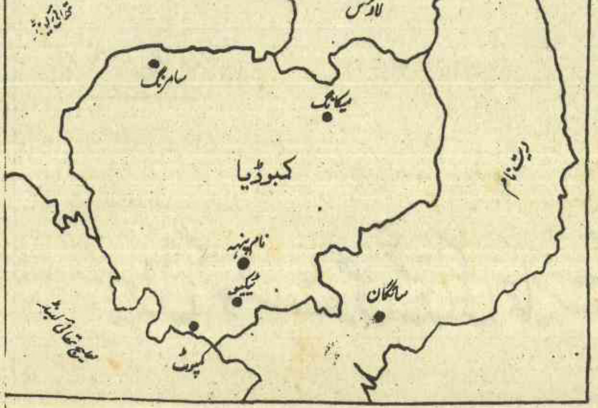

ویت نام کے خلاف کمبوڈیا کے عوام کی جدوجہد نے ایک نیا رُخ اختیار کرلیا ہے۔ وہ غاصب سامرین حکومت کو تسلیم نہیں کرتے اور رُوس کے توسیع پسندانہ عزائم کا مقابلہ کرنے کے لیے برسرِپیکار ہیں۔ کمبوڈیا کے مختلف حصّوں میں ویت نامی فوجوں کا پول پوٹ کے حامی سپاہیوں سے سامنا ہے۔ چین کمبوڈیا کے عوام کے ساتھ ہے اور عالمی رائے عامہ بھی انہی کے حق میں ہے، کیونکہ نام نہاد عوامی حکومت کو تسلیم کرلینے کا مطلب یہ ہوگا کہ روس جس ملک پر چاہے چڑھائی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

۲۴ جنوری کو آسٹریلیا نے ویت نام کی امداد بند کردی اور کمبوڈیا پر اس کے فوجی تسلط کی شدید مذمت کی۔ ایک طرف تو عالمی رائے عامہ کے سامنے صحیح صورتِ حال رکھنے کے لیے کمبوڈیا کے حامی پورا زور لگا رہے ہیں تو دوسری طرف ۲۵ جنوری کو معزول حکومت کے حامیوں نے دعویٰ کیا کہ وہ شمال مشرق میں کمبوڈیا کے پورے دو صوبوں پر قبضہ کرچکے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے یہ اطلاع بھی دی کہ انہوں نے دو بندرگاہوں پر حملے کرکے دس ہزار ویت نامی ہلاک کردیئے۔ گزشتہ کئی دنوں سے جھڑپیں جاری ہیں اور بنکاک کے حوالے سے پول پوٹ کی حامی فوجوں کی کامیابی کی خبریں شائع ہو رہی ہیں۔ ۲۶ جنوری کو کمبوڈیا کے وزیرِاعظم پول پوٹ نے خود بھی کہا کہ ان کی فوجیں لڑ رہی ہیں اور ویت نامیوں کو بھاری نقصان پہنچا رہی ہیں۔ انہوں نے بہت سے راستے کاٹ دیے ہیں اور چند صوبائی قصبات پر ان کا قبضہ ہے۔

۲۶ جنوری کی اطلاعات کے مطابق پول پوٹ کی حامی فوج نے کمبوڈیا کے ہائی وے نمبر ۲ اور ہائی وے نمبر ۵ پر قبضہ کرلیا۔ یہ دونوں سڑکیں جنوب مشرقی سرحد اور شمال مشرقی علاقے کو دارالحکومت کے ساتھ ملاتی ہیں۔ مزید براں جنوبی صوبے ٹیکیو پر بھی پول پوٹ کے حامی قابض ہیں۔ کمبوڈیا کے ذرائع کے مطابق پول پوٹ کے حامی دستے ٹیکیو ٹاؤن کے اردگرد بڑی تعداد میں موجود ہیں اور شمال مغرب میں باتم بنگ اور جنوب مغربی بندرگاہ کمپون سوم پر بھی حملے کررہے ہیں۔

۲۷ جنوری کی خبروں کے مطابق پول پوٹ کے حامی فوجیوں نے بٹیو ٹنگ باؤن اور کمپون سونگ پر قبضہ کرلیا۔ بی بی سی کے نمائندے نے اپنے ڈسپیچ میں یہ دعویٰ کیا کہ ویت نام کے دباؤ کے باوجود پول پوٹ کے حامی فوجی حملے کرنے اور مختلف علاقوں پر اپنا قبضہ قائم رکھنے کی پوزیشن میں ہیں۔ اس سے اگلے روز ہی (۲۸ جنوری) ان فوجوں نے اینگر ٹیمپل شہر پر قبضہ کرلیا۔ ان اطلاعات کے مطابق اُس روز پُورے کمبوڈیا میں جھڑپوں کے دوران پانچ سوویت نامی فوجی مارے گئے۔ ۱۴ بکتر بند گاڑیاں تباہ کردی گئیں اور چھ پر قبضہ کرلیا گیا۔ یہ واقعات کمبوڈیا کے جنوبی علاقوں، سیم ریپ، کمپانگ چانگ، کمپانگ سپیو، باٹم بانگ کمپوٹ، سندان اور ہائی وے نمبر ۴ کے علاقوں میں پیش آئے۔

انقلابی حکومت کی اپیل

نئی نام نہاد انقلابی حکومت کے سربراہ ہنگ سامرین نے ریڈیو پر عوام سے خطاب کرتے ہوئے اپیل کی کہ وہ ملک کے دفاع اور تعمیرِ نو کے لیے کام کریں۔ ادھر انہی دنوں جمہوریہ کمبوڈیا کے ڈپٹی پرائم منسٹر آئنگ سیری نے پیکنگ میں چیئرمین ہوا کوفنگ اور تنگ سیاؤ پنگ سے الگ الگ ملاقاتیں کیں۔ چیئرمین ہوا نے اس موقع پر کہا: "کمبوڈیا کے عوام کی جدّوجہد ہماری جدوجہد ہے۔ ہم نے ماضی میں بھی آپ کی حمایت کی۔ اب بھی کرتے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔" مسٹر آئنگ سیری نے کہا کہ کمبوڈیا کے عوام ویت نام کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھنے کا پختہ عزم رکھتے ہیں اور بالآخر فتح عوام ہی کی ہوگی۔

پرنس سہانوک

کمبوڈیا کے سابق سربراہ مملکت پرنس سہانوک، جن کو پول پوٹ کی حکومت نے حراست میں لے رکھا تھا۔ ویت نام کے حملے کے وقت رہا کردیا گیا۔ وہ نوم پنہہ سے پہلے پیکنگ گئے اور پھر وہاں سے امریکہ پہنچے۔ پرنس سہانوک نے سلامتی کونسل کے اجلاس میں پول پوٹ حکومت کی حمایت میں تقریر کی۔ وہ نوم پنہہ میں تین برس تک اپنے گھر میں نظر بند رہے تھے۔ ان کو عوامی جمہوریہ چین کے نائب وزیرِاعظم تنگ سیاؤ پنگ کی ہدایت پر پیکنگ پہنچایا گیا تھا، چونکہ چین روس کے توسیع پسندانہ عزائم کی مذمت کرنا چاہتا تھا، لہٰذا اسی مقصد کے لیے پرنس سہانوک سے سلامتی کونسل میں تقریر کرائی گئی۔

سلامتی کونسل میں تقریر کرتے ہوئے پرنس سہانوک نے کہا کہ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۴ء تک کے بعد ویت نامی سربراہانِ مملکت ہمیشہ ہمیں یہ باور کراتے رہے کہ وہ کمبوڈیا کی آزادی، خود مختاری اور سلامتی کا احترام کریں گے، لیکن ۱۹۷۵ء میں ویت نام کی فتح کے بعد سے کمبوڈیا کے خلاف سرد جنگ شروع کردی گئی۔ بالآخر گزشتہ دنوں اس نے ہٹلر کی طرح کمبوڈیا پر حملہ کردیا۔ اس کے ٹینک، بکتر بند گاڑیاں اور انفنٹری کے دستے مگ ۲۱ اور مگ ۲۳ طیاروں کے سائے میں نوم پنہہ کی طرف بڑھے۔ اس حملے کی پشت پناہی ایک بڑی طاقت نے کی اور اس کا مقصد ایک چھوٹے سے ملک پر غاصبانہ قبضہ کرنا تھا۔

پرنس سہانوک نے کمبوڈیا کی صورتِ حال بتاتے ہوئے کہا کہ:

۱۔ اس وقت ہماری دشمن فوج نوم پنہہ پر قبضہ کرچکی ہے۔

۲۔ کمبوڈیا کی محبِ وطن فوج ان علاقوں کا دفاع کررہی ہے جہاں ویت نامی فوجیں نہیں پہنچیں۔

پرنس سہانوک نے کہا کہ نام نہاد انقلابی کونسل کے سربراہ ہنگ سامرین کو لوگ نہیں جانتے اور ان کا عوام کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں۔ انہوں نے کہا: "ہم آخری دم تک لڑتے رہیں گے، ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے۔" ان کے مطابق ویت نام نے کمبوڈیا پر حملے کرنے کے لیے نومبر ۱۹۷۸ء میں روس کے ساتھ ایک دفاعی معاہدہ کیا۔ اس معاہدے کے بعد سے روسی اسلحہ ویت نام پہنچنے لگا۔ ویت نام ایک غریب ملک ہے، اس کے پاس کھانے کو چاول تک نہیں ہیں۔ وہ جاپان اور ایشیا کے دوسرے ملکوں سے خوراک کی مدد مانگتا ہے۔ اس کے پاس اتنا اسلحہ کہاں سے آیا؟

ویت نام کے نوم پنہہ پر قبضہ کرلینے کے باوجود حالات مکمل طور پر انقلابی کونسل کے کنٹرول میں نہیں۔ انٹیلی جنس کے ماہرین کا خیال ہے کہ پول پوٹ کے حامی فوجیوں میں سے ۸۰ ہزار سے ایک لاکھ تک جنگلوں میں جاچکے ہیں اور وہ گوریلا جنگ جاری رکھیں گے۔ خود پول پوٹ کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ کہاں ہیں، لیکن مزاحمت جاری ہے۔ اس وقت سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چین کس حد تک آگے بڑھے گا، کیونکہ وہ واحد ملک ہے جو پول پوٹ حکومت کی حمایت کررہا ہے۔ تھائی لینڈ کے حلقے یہ خیال ظاہر کررہے ہیں کہ چین جلد ہی ویت نامیوں کے خلاف بڑے پیمانے پر کارروائی کرے گا۔

یکم فروری کو مسٹر تنگ سیاؤ پنگ نے غیر متوقع طور پر واشنگٹن میں شہزادہ سہانوک سے ملاقات کی اور اس بات پر زور دیا کہ وہ ویت نام کی جارحیت برداشت نہیں کریں گے۔

●●

مسٹر بھٹو نے رُوس سے رحم کی اپیل کردی

ڈاکٹر ظفر نیازی علاج کے بہانے اپنا ہاتھ دکھا گیا

گزشتہ سے پیوستہ شمارے میں "زندگی" نے دستاویزی ثبوت اور مصدقہ حقائق کی مدد سے اس سازش کا انکشاف کیا تھا جو نواب محمد احمد خان قتل کیس کے بڑے ملزم اور لاہور ہائی کورٹ سے موت کی سزا پانے والے مسٹر بھٹو کی جیل میں بیماری کے بہانے تیار کی گئی۔ زندگی نے واضح طور پر اشارہ کیا تھا کہ بیماری کے بہانے دراصل نامہ و پیام اور مستقبل کے لئے گھناؤنے منصوبے بنائے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں پتہ چلا ہے کہ ڈاکٹر ظفر نیازی نے ۱۰ دسمبر کو طبی معائنے کے پردے میں بھٹو سے پہلی ملاقات کی، تو بھٹو نے ان کے ہاتھ رُوس کے وزیراعظم کو ارسال کرنے کے لئے رحم کی اپیل بھی کوٹھڑی سے باہر بھجوائی، ہمارے راولپنڈی کے نمائندے نے رُوسی سفارت خانے سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کیا، تو ذمہ دار حکام نے رحم کی اپیل موصول ہونے کے بارے میں تردید یا تصدیق کرنے سے انکار کردیا۔ تفصیلات ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

بیگم نصرت بھٹو نے برطانوی اخبار سنڈے ٹیلی گراف کی اس رپورٹ کی تردید کی ہے جس میں کہا گیا تھا کہ نواب محمد احمد خان کے قتل کے بڑے مجرم ذوالفقار علی بھٹو نے امریکی صدر جمی کارٹر کو ایک خط لکھا ہے جس میں ان سے مدد طلب کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ وہ جنرل محمد ضیاالحق کو ان کی جاں بخشی کے لئے آمادہ کریں۔ مسٹر بھٹو نے اپنی جاں بخشی کے جواز میں لکھا ہے کہ افغانستان اور ایران کی بدلتی ہوئی صورت حال میں اگر مجھے کچھ ہو گیا، تو اس سے سیاسی گڑبڑ پیدا ہو گی جو روسیوں کو پاکستان میں براہِ راست مداخلت کا موقع فراہم کرے گی۔

بیگم بھٹو نے اپنے تردیدی بیان میں کہا ہے کہ انہوں نے یا ان کے خاندان کے کسی فرد نے مسٹر بھٹو کی جاں بخشی کے لئے صدر کارٹر کو خط نہیں لکھا ہے اُن کے نزدیک یہ "الزام" "انتہائی لغو جھوٹ اور بے حیائی سے لگایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اُن کے بچوں نے کسی بھی سربراہ مملکت سے بھٹو کی جاں بخشی کے لئے ایک لفظ بھی نہیں کہا، یہی نہیں خود بھٹو نے عدالت عظمیٰ سے بھی اپنی جاں بخشی کی درخواست نہیں کی، انصاف طلب کیا ہے۔ بیگم بھٹو نے ایک طرف تو سنڈے ٹیلی گراف کی اس رپورٹ کو جھٹلایا ہے، دوسری طرف انہوں نے یہ بھی اقرار کیا ہے کہ میرے بیٹے مرتضےٰ بھٹو نے عالمی رہنماؤں سے ملاقات ضرور کی ہے، لیکن اس نے کسی سے بھی اپنے باپ کی جاں بخشی کی درخواست نہیں کی، وہ صرف غیر ملکی سربراہوں کو ان "حقائق" سے آگاہ کر رہا ہے کہ اُن سے سیاسی انتقام لیا جا رہا ہے۔ اس نے صرف اتنی درخواست کی ہے کہ ان کے والد کے ساتھ انصاف اور مکمل انصاف کیا جائے۔

بیگم بھٹو اپنے شوہر کی طرح کھلے جھوٹ بولنے کی عادی ہیں۔ انہوں نے اخبار نویسوں سے باتیں کرتے ہوئے اس پاکستانی اخبار کے بارے میں جس میں یہ خبر شائع ہوئی ہے انتہائی جارحانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے اس اخبار کو "سؤر" قرار دیا ہے۔ امریکی صدر کے نام مسٹر بھٹو کے خط سے متعلق سنجیدگی اور دلائل کے ساتھ تردیدی بیان جاری کرنے کے بجائے انہوں نے پاکستانی اخبارات پر مختلف الزامات بھی لگائے اور انتہائی ڈھٹائی سے حقائق کو توڑنے کی کوشش کی ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے اخبارات گواہ ہیں کہ بیگم بھٹو کے ایما پر مرتضےٰ بھٹو، غلام مصطفےٰ کھر، جام صادق علی اور کئی دوسرے افراد گذشتہ ڈیڑھ برس سے غیر ملکی سربراہوں کو بھٹو صاحب کی جاں بخشی پر اکساتے رہے ہیں۔ یہ انہی کوششوں کی نتیجہ تھا کہ لاہور ہائی کورٹ سے سزائے موت سنائے جانے کے فوراً بعد کئی دوست ملکوں کے سربراہوں نے مارشل لاء انتظامیہ سے اپیلیں کی تھیں کہ وہ بھٹو کی جاں بخش دیں یا ان کی سزا نرم کر دیں۔

پیپلز پارٹی ہی کے ترجمان "مساوات" نے یہ خبر بھی شائع کی تھی کہ ایک غیر ملکی سربراہ نے مرتضےٰ بھٹو کو یقین دلایا ہے کہ اگر پاکستان کی موجودہ حکومت بھٹو کو معاف کر دے، تو وہ پاکستانی حکومت کو کثیر رقم دینے کو تیار ہیں۔ مقتول نواب محمد احمد خان کے فرزند احمد رضا قصوری نے بھی اپنے غیر ملکی دورے کے بعد ایک انٹرویو میں بتایا تھا کہ ایک دوست ملک کے سربراہ بھٹو کی جان کے عوض کثیر سرمایہ بطور قصاص دینے کو تیار ہیں۔

بیگم بھٹو نے بھی اپنے تردیدی بیان میں اس خط سے متعلق کھلے لفظوں میں کچھ نہیں کہا۔ انہوں نے صرف یہ بات کہی ہے کہ یہ خط بھٹو یا ان کے خاندان کے کسی فرد نے نہیں لکھا۔ بلاشبہ یہ خط ان کے خاندان کے کسی فرد نے نہیں لکھا ہو گا، کیونکہ وہ اس پوزیشن میں ہیں بھی نہیں کہ امریکی صدر سے براہِ راست اس قسم کی اپیل کر سکیں۔ انہوں نے ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں دھاندلیوں کے بعد عوامی احتجاج کا رُخ موڑنے کے لئے سارا الزام امریکی حکومت پر لگایا تھا۔ انہوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی تھی کہ ان کے خلاف مظاہرے امریکہ کرا رہا ہے اور مجھے امریکہ دشمنی کی سزا دی جا رہی ہے، حالانکہ پاکستان کے عوام اچھی طرح جانتے ہیں کہ بھٹو کو کس حد تک امریکہ کا دشمن کہا جا سکتا ہے۔ ایوب اور یحییٰ کے خلاف تحریک کے دوران میں بھی مسٹر بھٹو امریکہ کو گالیاں دے کر عوام میں مقبول ہوئے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ پبلک جلسوں میں امریکہ کو گالیاں دینے والا اس وقت پاکستان میں امریکی سفیر جوزف فارلینڈ کے کتنا قریب تھا اور اسے انتخابی مہم چلانے کے لئے امریکی فنڈ پی ایل ۴۸۰ سے سرمایہ فراہم کیا گیا تھا۔ دس برس پہلے امریکہ کے خلاف تقریریں کر کے عوامی مقبولیت حاصل کرنا چاہی تھی، مگر وہ شاید بھول گئے تھے کہ عوام پر سے ان کا اعتماد اُٹھ گیا ہے۔ اگر مسٹر بھٹو امریکہ کے خلاف ہوتے، تو اُن کے قریبی دوست جو محض ان کے ترقی پسندانہ نظریات اور ان کی امریکہ دشمنی کی وجہ سے ان کے

مشکور حسین یاد کے

خیال افروز انشائیوں
کا حیات افروز
مجموعہ۔

سیدھی سادی زبان میں ایسی گہری اور پتے کی باتیں کرنا مشکور حسین یاد ہی کے حصے میں آیا ہے۔ سوچ سمجھ کر زندگی بسر کرنے والے افراد کے لیے اس کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔

قیمت بارہ روپے

قریب آتے تھے اُن کا ساتھ نہ چھوڑ جاتے۔ مختار رانا، معراج محمد خان، جے اے رحیم، خورشید حسن میر کے بھٹو صاحب سے اور کوئی اختلافات نہ تھے، وہ محض مسٹر بھٹو کی امریکہ نوازی کی وجہ سے ان سے کنارہ کش ہوئے تھے۔

مسٹر بھٹو کی امریکہ نوازی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنی ذاتی پبلسٹی کے لئے ایک امریکی ماہر مسٹر لِنگ کونسلاں کی خدمات حاصل کی تھیں۔ مسٹر کونسلاں نے چھ ماہ پاکستان میں رہ کر مسٹر بھٹو کو جو گراں قدر مشورے دیتے تھے، ان کے عوض انہیں پاکستانی خزانے سے تقریباً نو لاکھ روپے ادا کئے گئے تھے جس میں سے زیادہ رقم زرِمبادلہ کی صورت میں ادا کی گئی، جبکہ سابق انفارمیشن سیکرٹری نے اس مقصد کے لئے برطانوی ماہرین کی خدمات حاصل کرنے کا مشورہ دیا تھا، مگر اس مشورے کو پسِ پشت ڈال کر مسٹر لنگ کونسلاں کو پاکستان بلوایا گیا تھا۔

ان حالات میں یہ کہنا کہ یہ خط مسٹر بھٹو یا ان کے خاندان کے کسی فرد نے امریکی صدر کو لکھا ہے قرینِ قیاس نہیں، لیکن یہ بھی کہنا سرے سے درست نہیں کہ ایسا کوئی خط لکھا ہی نہیں گیا۔ اسلام آباد کے باخبر حلقوں کا خیال ہے کہ یہ خط ان کے ایک ڈاکٹر دوست نے لکھا ہے جو ان کے طبی معائنے کے بہانے کئی کئی گھنٹے مسٹر بھٹو کے ساتھ گزارتے ہیں۔ بات اسی خط پر ختم نہیں ہوتی جو صدر کارٹر کے نام لکھا گیا ہے، بلکہ اسلام آباد کے سفارتی حلقوں میں ان دنوں اس خط کا بھی بہت چرچا ہے جو مسٹر بھٹو کی طرف سے روس کے صدر لیونِد برژنیف کے نام لکھا گیا ہے کہا جارہا ہے کہ یہ خط اسلام آباد میں رُوسی سفارت خانے کے ذریعے ماسکو روانہ کیا گیا ہے۔ باخبر ذرائع کے مطابق اس خط میں مسٹر بھٹو نے روس کے صدر سے مداخلت کی اپیل کرتے ہوئے کہا ہے کہ جنوبی ایشیا کی صورتِ حال آج بالکل تبدیل ہو گئی ہے۔ بنگلہ دیش میں روس نواز شیخ مجیب الرحمٰن کو قتل کر دیا گیا ہے اور اقتدار ان افراد کے ہاتھوں میں ہے جو رُوسی مفادات کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ ہندوستان اور سری لنکا میں روس کی حامی مسز اندرا گاندھی اور مسز بندرانائیکے کو اقتدار سے ہٹا دیا گیا ہے۔ میرے اقتدار کا خاتمہ بھی اسی سازش کا ایک حصّہ ہے جو امریکہ نے جنوبی ایشیا پر اپنی گرفت مضبوط کرنے اور ان ممالک سے روس کا اثر و رسوخ ختم کرنے کے لیے کی تھی۔ پاکستان میں امریکہ کی دلچسپی میں اچانک اضافہ اس لیے ہوا ہے کہ اسے ایران پر سے اپنی گرفت ختم ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔ جس کا نتیجہ شاہِ ایران کے ملک چھوڑنے کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ اب امریکہ ایران سے پسپائی کے بعد اپنے تمام مفادات پاکستان سے وابستہ کر دینا چاہتا ہے، اس نے پاکستان میں اپنا عمل تیز کر دیا ہے اور بعض سیاسی جماعتوں کے ذریعے پاکستان میں مکمل کنٹرول قائم کرنا چاہتا ہے جن میں تحریکِ استقلال اور جماعتِ اسلامی قابلِ ذکر ہیں۔ ان حالات میں اگر مجھے پھانسی دے دی گئی، تو اس ملک میں روس کے مفادات خطرے میں پڑ جائیں گے۔ موجودہ حکومت پہلے ہی رجعت پسند جماعتِ اسلامی کے اشارے پر سوشلزم اور کمیونزم کے خلاف سخت رویّہ اختیار کیے ہوئے ہے۔

کہا جاتا ہے کہ مسٹر بھٹو نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ اگر موجودہ حکومت میرے بارے میں روسی حکومت کی درخواست قبول نہیں کرتی، تو روسی حکومت سیاسی اقدامات کے ساتھ ساتھ کراچی سٹیل ملز کے لیے روسی امداد مکمل طور پر بند کر دے تاکہ یہ کثیر المقاصد منصوبہ جس پر پاکستان کے مستقبل کی صنعتی ترقی اور معاشی استحکام کا دارومدار ہے تعطّل کا شکار ہو جائے۔ ایک خیال یہ بھی پایا جاتا ہے کہ روسی حکومت نے اس خط کے ملنے کے بعد ہی ایران کے جلاوطن سیاسی اور مذہبی رہنما آیت اللہ خمینی کی حمایت کا اعلان کیا ہے۔

بی بی سی کی اطلاع کے مطابق اس ہفتے ماسکو حکومت نے آیت اللہ خمینی کی حمایت کا اعلان کرتے ہوئے ایران کے موجودہ وزیرِ اعظم ڈاکٹر شاپور بختیار کو سی آئی اے کا ایجنٹ قرار دیا ہے۔ ماسکو حکومت کی اس نئی پالیسی پر حیرت کا اظہار کیا جا رہا ہے، کیونکہ آیت اللہ خمینی خالصتاً اسلامی مذہبی رہنما ہیں اور وہ اب تک روس، کمیونزم اور سوشلزم کی مخالفت کر رہے ہیں۔ آیت اللہ خمینی نے ایران میں اسلامی نظام کے نفاذ کا واضح اعلان کیا ہے۔ اگر ایران میں خالصتاً اسلامی ریاست قائم ہو گئی تو اس سے روس کی اسلام دشمن پالیسی بُری طرح متاثر ہوگی، کیونکہ اس طرح روس کی وسط ایشیا کی جمہوریتوں (REPUBLICS) کے ساتھ اس اسلامی ریاست کا قیام ان جمہوریتوں کی مسلمان آبادی کو بھی اسلامی نظام اور اقدار کے احیاء اور فروغ میں مدد دے گا۔

یہ خط روسی سفارت خانے کے ایک پاکستانی ملازم نے ایک اعلیٰ سفارت کار تک پہنچایا تھا۔ اس پاکستانی ملازم کا نام یعقوب بتایا جاتا ہے جو اس سے پہلے بھی پیپلز پارٹی اور سفارت خانے کے درمیان رابطہ کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ پیپلز پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کے اسلام آباد میں ہونے والے اجلاسوں میں اس کی گہری دلچسپی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ دسمبر میں جب مسٹر بھٹو سپریم کورٹ میں پیش ہوئے، تو یہ شخص بھی سفارتخانے کی گاڑی میں سپریم کورٹ کے اطراف میں دیکھا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک روسی سفارتکار بھی تھا۔ آج سے چند برس پہلے یہ شخص جعلی پاسپورٹ پر کئی یورپی ممالک کا دورہ بھی کر چکا ہے۔

باخبر ذرائع کے مطابق اس تک یہ خط مسٹر بھٹو کے ذاتی معالج مسٹر نیازی نے پہنچایا تھا جو مسٹر بھٹو کے علاج کے بہانے کئی کئی گھنٹے جیل میں مسٹر بھٹو کے ساتھ گزارتے رہے ہیں۔ پیپلز پارٹی کی ہائی کمان اور خود مسٹر بھٹو جملہ امراض کے لیے صرف ڈاکٹر نیازی کی خدمات حاصل کرنے پر زور دیتے ہیں جبکہ موصوف صرف دانتوں کے ماہر ہیں۔

پاکستان میں جمہوریت کے سب سے بڑے "داعی" ایئر مارشل اصغر خان تحریکِ استقلال کے بلامقابلہ سربراہ منتخب ہو گئے ہیں۔ گزشتہ سال تحریکِ استقلال میں بھی انتخابات بالکل اسی طرح ہوئے تھے جس طرح پاکستان پیپلز پارٹی میں گزشتہ کئی برسوں سے "انتخابات" ہو رہے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ پیپلز پارٹی کے عہدیداران انتخابات کو "نامزدگی" قرار دیتے تھے اور اسی طرح "منتخب" ہونے والے عہدیداروں کو تحریکِ استقلال منتخب عہدیدار کہتی ہے۔ راولپنڈی تحریکِ استقلال کے "انتخابات" نے پارٹی کو واضح گروپوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک طرف سرمایہ دار ٹھیکیدار محمد رفیع بٹ اور ان کے بھائی سخی بٹ ہیں، تو دوسری طرف محنت کش اور تحریک کے پُرانے کارکن۔ اس گروپ کی قیادت سید ظفر علی شاہ ایڈووکیٹ اور کرنل تصدق حسین کر رہے ہیں۔

اس بار جب ایئر مارشل راولپنڈی آئے تو ایئرپورٹ پر وہی منظر دیکھنے کو ملا جو پیپلز پارٹی کے دورِ اقتدار میں دیکھتے آئے ہیں۔ پیپلز پارٹی کے ان عہدیداروں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے جو مسٹر بھٹو کی آمد پر استقبال کے لیے زبردستی گاڑیاں بھر کر لاتے تھے، جمعہ کے روز تحریکِ استقلال کے ان دونوں گروپوں نے بھی اپنی اپنی قوت کے مظاہرے کے لیے کارکنوں کے ٹھٹ لگا دیے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان استقبالی افراد میں اکثریت ان مزدوروں کی بھی تھی جو صرف اپنی "دہاڑیاں" بنانے آئے تھے اور ان کی خدمات رفیع بٹ نے حاصل کی تھیں۔

ایئر مارشل جب ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر آئے تو رفیع بٹ مردہ باد کے نعروں نے ان کا پُرجوش استقبال کیا گیا۔ ان ہی نعروں میں تحریکِ استقلال راولپنڈی کے انتخابات میں دھاندلیوں کی مذمت بھی کی گئی اور پنجاب کے انتخابات کو کالعدم قرار دینے کا مطالبہ بھی کیا گیا۔ یہ استقبالی نعرے ایئر مارشل کی طبعِ نازک پر گراں گزرے اور انہوں نے دونوں گروپوں کو اس ناپسندیدہ رویّے پر سرزنش بھی کی۔ اس بار موصوف دونوں گروپوں میں مصالحت کرانے راولپنڈی آئے ہیں، جبکہ مصالحت کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے۔ توقع کی جا رہی ہے کہ تحریکِ استقلال کے کئی پُرانے کارکن بہت جلد کسی دوسری سیاسی پارٹی میں شامل ہو جائیں گے۔ ●●

آپکے مطالعے کے لیے بہترین کتابیں

① آزادی کے چراغ	مشکور حسین یاد	۸/۰۰
② چہ نکات کی تصویر	الطاف حسن قریشی	۷/۰۰
③ ہمہ یاراں دوزخ	صدیق سالک	۲۵/۰۰
④ ڈکٹیٹر کون؟	ایس ایم ظفر	۱۲/۰۰
⑤ اولادِ آدم	محمد منور	۸/۵۰
⑥ جوہرِ اندیشہ	مشکور حسین یاد	۱۲/۰۰
⑦ ستارے چھپاتے ہیں	مشکور حسین یاد	۱۲/۰۰
⑧ پاسبانِ حرم فیصل	محمد صدیق قریشی	۱۲/۰۰
⑨ سُلطان ٹیپو	سجاد ہاشمی	۵/۰۰
⑩ بڑھاپا اور اس کا سدِباب	حکیم محمد اقبال ایم اے	۴/۰۰
⑪ سمرقند و بخارا کی خونیں سرگزشت	اعظم ہاشمی	۲/۲۵
⑫ آنزیری خسر	سید ضمیر جعفری	۳/۰۰
⑬ بارِ سفر	باقی صدیقی کا مجموعہ کلام	۵/۰۰
⑭ انتخاب کلام اکبر	ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار	۸/۰۰
⑮ سونار بنگلہ	ڈاکٹر محمود الرحمٰن	۷/۰۰
⑯ یادِ شاہد	شاہد احمد دہلوی کی شخصیت	۲۰/۰۰
⑰ آدابِ حج	حکیم مشتاق احمد اصلاحی	۴/۵۰

منی آرڈر کے ذریعے پیشگی قیمت بھیج کر یا بذریعہ وی پی طلب کیجیے۔

مکتبہ اردو ڈائجسٹ سمن آباد

لاہور ۲۵ (پاکستان)

رامے کے چہرے سے نقاب اُتر گیا

بھٹو سے ہمدردی، جماعتِ اسلامی سے نفرت، نظامِ مصطفےٰ سے بیزاری

جنوری کی ۱۸ تاریخ، جمعرات کا دن، دوپہر کے سوا گیارہ بجے، دریائے چناب کے دائیں کنارے ایک غیر ملکی نمبر کی ویگن اور اس کے پیچھے تین کاریں آکر رُکتی ہیں، اسی دوران میں ویگن سے حنیف رامے نمودار ہوتے ہیں۔ نصف درجن کے قریب افراد نعروں کا "طوفان" اُٹھا دیتے ہیں اور پھر یہ جلوس شہر کی طرف چل پڑتا ہے۔ سرکلر روڈ سے ہوتا ہوا "ظہور پیلس" کا طواف کرتا، یہ قافلہ بیس منٹ میں ضلع کچہری جا ٹھہرتا ہے۔ بار روم میں وکلاء بہت کم تعداد میں تشریف رکھتے ہیں۔

مفتی بشارت کی تلاوتِ قرآن سے کارروائی کا آغاز ہوتا ہے، اسٹیج سیکرٹری کے فرائض بار کے سیکرٹری طارق محمود طارق سرانجام دے رہے ہیں، حنیف رامے ایک گھنٹہ پانچ منٹ الفاظ کی پھلجڑیاں بکھیرتے ہیں، فصاحت و بلاغت کے دریا بہاتے ہیں اور اہلِ خرد کے درمیان جذبات کا طوفان اُٹھانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ ان کی آمد پر پیپلز پارٹی کے وکلاء اور ورکرز بڑی خوشی اور سرگرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اپنی تمام توانائیاں رامے کے دورے کو کامیاب بنانے کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔

مساوات پارٹی کے سربراہ نے کہا کہ پاکستان کو تاریخ کے سب سے خطرناک بحران کا سامنا ہے۔ یہ بحران ۱۹۷۱ء کے بحران سے بھی شدید تر ہے۔ پھر وہ اخبار نویسوں سے مخاطب ہوئے: "یہ جملہ رپورٹ نہ کیا جائے کہ ۱۹۷۱ء میں ملک کو دولخت کرنے کے لیے کسی فوجی ایکشن کی ضرورت تھی، لیکن اب صرف پولیس ایکشن ہی ملک کو تقسیم کرنے کے لیے کافی ہے۔"

رامے صاحب بڑے دُور کی کوڑی لا رہے تھے: "ایران میں جو کچھ ہو رہا ہے، یہ امریکہ اور روس کی ملی بھگت کا نتیجہ ہے۔" (یعنی وہاں پر اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جو مسلمان ہزاروں کی تعداد میں شہید ہو رہے ہیں، وہ امریکہ اور روس کی سازش سے ایسا کر رہے ہیں) کبھی روس کی وکالت ان الفاظ میں کی: "ہمیں روس کے ساتھ لازماً بہترین تعلقات پیدا کرنا ہوں گے اور جب تک یہ نہیں ہوتا، پاکستان کی بقاء کا بہت کم امکان ہے۔"

اپنی پوری تقریر میں وہ جماعتِ اسلامی اور اسلامی جمعیت طلبہ پر خوب برسے۔ انہوں نے آئین میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کو مُلک دشمنی کے مترادف قرار دیا، لیکن اگلے ہی سانس میں اس کی تردید فرما دی اور مطالبہ کیا کہ آئین میں صوبوں کو مزید خود مختاری دی جائے، ورنہ یہ ملک بھی ٹوٹ جائے گا۔

رامے صاحب نے مطالبہ کیا کہ موجودہ سول کابینہ کو فوری طور پر برطرف کیا جائے اور اقتدار کلی طور پر فوج سنبھال لے۔ جسٹس افضل چیمہ کا نام لیے بغیر اُن پر تنقید کرتے ہوئے کہا: "جن لوگوں نے اپنا ووٹ بیچ کر عدالتوں میں اپنا مقام بنایا

> "ہم ترقی پسند
>
> اسلام چاہتے ہیں" رامے

تھا، عوام ان کا نافذ کردہ اسلام قبول نہیں کریں گے۔" انہوں نے خود کو بیس سال سے قرآن کا طالب علم کہا، پھر کہا "میں بیس سال سے نماز پڑھ رہا ہوں۔" ہم نے ان "دانش ور" کے ساتھ سوا گیارہ سے ساڑھے چار بجے تک وقت گزارا۔ مگر یہ صاحب ظہر اور عصر دونوں وقت کی نمازیں گول کر گئے۔

سوالات کا بہت کم وقفہ دیا گیا، چودھری محمد نواز رکن پنجاب بار کونسل کے سوال پر کہ ۱۹۷۰ء میں انتخابات ہوئے، مگر اُن انتخابات کے نتیجے میں مسائل حل ہونے کے بجائے ملک دولخت ہو گیا۔ عوام کے نمائندوں نے ہی ۱۹۷۳ء کا دستور بنایا، پھر اسی دستور کی دھجیاں بکھیریں، عدالتوں کا مذاق اڑایا اور دستور پر ایک روز بھی عمل نہ کیا اور آپ بنفسِ نفیس اس میں شامل تھے۔ یہ سب کچھ ایک نمائندہ حکومت کا کیا دھرا تھا۔ اب ہم کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ آئندہ نمائندہ اسمبلی ایسا نہیں کرے گی؟ رامے صاحب گویا ہوئے: "میں نے روٹی کھائی، پیٹ میں درد شروع ہو گیا، تو میں نے دوائی کھا لی اور نتیجۃً میں پسِ دیوارِ زنداں پھینک دیا گیا۔" پھر ایک انکشاف کیا کہ اگر میں اس وقت بغاوت نہ کرتا، تو بھٹو آج بھی اقتدار کے تخت پر متمکن ہوتا۔ پھر واضح طور پر اسلام کا یوں مذاق اڑایا: "آج کا دَور آزادی کا دور ہے اس لیے کوئی بھی جزیہ دینا پسند نہیں کرتا، ہم ترقی پسند اسلام چاہتے ہیں۔"

بار میں خطاب کے بعد مساوات پارٹی کے سربراہ نے جو دوسروں کو حلوہ خوری پر مطعون کرتے ہیں، مفتی بشارت کے ہاں انڈوں کا حلوہ بڑے شوق سے کھایا۔ تیسرے پہر گجرات کے سب سے مہنگے ہوٹل "نشیمن" میں ورکرز میٹنگ سے خطاب کیا۔ منتظمین نے ۳۰۰ کرسیوں کا بندوبست کیا تھا، مگر ان میں سے بیشتر خالی رہیں، البتہ مقبول الٰہی بٹ کی کوششوں سے کچھ طالبعلموں نے اجلاس کو رونق بخشی۔ اس تقریب میں مسلم لیگی راہنما امان اللہ لک ایڈووکیٹ سابق ایم پی اے بھی شامل تھے، مگر وہ ابھی تک پارٹی سے باقاعدہ طور پر منسلک نہیں ہوئے۔ ابھی تک وہ تیل دیکھو اور تیل کی دھار دیکھو کے مصداق سیاسی مدوجزر کا جائزہ لینے میں مصروف ہیں، البتہ حفظِ ماتقدم کے طور پر اپنے بیٹے آفتاب لک کی مساوات پارٹی میں شمولیت کا اعلان کروا دیا، تاکہ جملہ حقوق محفوظ رہیں۔

بلوچستان کے ملک انور کانسی نے انکشاف کیا کہ بھٹو دَور میں چودھری ظہور الٰہی کو بلوچستان میں قتل کرانے کا پروگرام تھا۔ میں نے ۳۰ میل پیدل چل کر ایف آئی آر چوری کی اور سندھ ہائیکورٹ کو بھیجی، چنانچہ وہ رہا ہوئے۔

آخر میں حنیف رامے صاحب نے ۴۰ منٹ خطابت کے جوہر دکھائے:

"جس کسی نے غریب کی بات کی، اللہ تعالےٰ نے اسے کامیابی دی۔ ۱۹۴۰ء میں قائداعظم نے غریب کا نام لیا، تو وہ کامیاب ہوئے،

۱۹۷۰ء میں ذوالفقار علی بھٹو نے غریبوں کا نعرہ لگایا، وہ بھی کامیاب ہوا" اور یوں ان دانشور صاحب نے قائدِ اعظم اور ذوالفقار علی بھٹو کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کیا۔ پی پی پی کے لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے کہا کہ بھٹو اگر جیل میں بند ہے، تو اس کی وجہ یہ سرمایہ دار ہیں، جو بھٹو اور غریبوں کے درمیان حائل ہو گئے تھے، لیکن میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ بھٹو ایک شخص بھی تھا اور ایک خیال بھی۔ ایک سوچ بھی تھا اور ایک لہر بھی۔ اس لیے جتنی دفعہ بھٹو کو ختم کرو گے، اُتنی دفعہ یہ خیال ابھرے گا۔"

حنیف رامے نے ملائیت اور پاپائیت کے واسطے سے اسلام کے متعلق دل کی بھڑاس نکالی اور کہا جو اسلام اب نافذ کیا جا رہا ہے، اُسے ہم تسلیم نہیں کرتے۔ دورانِ جلسہ "مودودی ٹھاہ" اور "اسلام سر بلند ہے، غریب امیر کی جنگ ہے" کے نعرے بھی لگتے رہے۔

مقامی "مساوات پارٹی" میں اب تک راحت ملک، این ڈی پی کے سابق کنوینر سید باقر رضوی، تحریکِ استقلال کے سابق صدر بدر السلام وڑائچ، مفتی بشارت ایڈووکیٹ اور مقبول الٰہی بٹ شامل ہو چکے ہیں۔ سوائے باقر رضوی، بدر السلام وڑائچ اور مقبول الٰہی بٹ کے باقی سب وہی افراد ہیں جو پیپلز پارٹی سے وابستہ رہے ہیں۔ پیپلز پارٹی کے سابق ایم این اے اور نااہل قرار دیئے جانے والے سیاستدان چودھری منظور دھدرا بھی مساوات پارٹی میں ہیں، وہ قانونی طور پر عملی سیاست میں حصّہ نہیں لے سکتے، لیکن ان کی تمام تر ہمدردیاں حنیف رامے کے ساتھ ہیں۔ حالیہ دورے کے تقریباً سارے اخراجات کو چودھری منظور احمد دھدرا نے برداشت کیا اور پارٹی کے لیے فنڈ مہیا کیا۔

نُورانی میاں کی آمد

حنیف رامے کے فوراً بعد جمعیت العلمائے پاکستان کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی نے ۲۰ اور ۲۱ جنوری کو گجرات کے مختلف مقامات کا دورہ کیا۔ انہوں نے گجرات کے علاوہ ڈنگہ، لالہ موسےٰ، منڈی بہاؤ الدین اور بھکی شریف میں "یومِ رضا" کے نام پر منعقدہ کانفرنسوں میں شمولیت کی۔

گجرات میں مولانا نورانی نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا اور جمعیت کی طرف سے دیئے گئے عشائیے میں شرکت کی۔ اس عشائیے میں مقامی سیاسی راہنماؤں میں سے صرف نوابزادہ ظفر مہدی صدر پیپلز پارٹی ضلع گجرات کو مدعو کیا گیا تھا۔ عشائیے کے بعد مولانا نورانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم ایسا اتحاد بنانے میں مصروف ہیں جو آئندہ انتخابات میں متحد ہو کر حصّہ لیگا۔ اس سیاسی اتحاد میں صرف ان افراد اور سیاسی جماعتوں کو شریک کیا جائے گا، جنہوں نے عملاً تحریکِ پاکستان میں حصّہ لیا ہو اور نظریۂ پاکستان کی مخالفت نہ کی ہو۔

ایک سوال کے جواب میں کہ وہ پہلے جماعتِ اسلامی کیساتھ اتحاد میں کیوں شریک رہے؟ مولانا فرمانے لگے کہ شکار کھیلنے کے وقت کچھ لوگوں کو "ہلا گلا" کرنے کے لیے ساتھ لے لیا جاتا ہے؛ چنانچہ ہم نے بھی اپنے دشمن کا شکار کھیلنے کے لیے "ہلا گلا" کرنے کی خاطر جماعتِ اسلامی کے ساتھ اتحاد کر لیا تھا؛ چنانچہ وہ مقصد پُورا ہوتے ہی ہم اس اتحاد سے الگ ہو گئے (گویا مولانا نورانی نے قومی اتحاد میں نظامِ مصطفےٰ کے لیے نہیں، صرف بھٹو کو ہٹانے کے لیے شرکت کی تھی)۔

مولانا نورانی نے یہ دلچسپ الزام لگایا کہ کابینہ میں شامل کچھ جماعتیں الیکشن کرانے میں مخلص نہیں ہیں؛ چنانچہ وہ مزدوروں، طلبہ اور مختلف مذہبی طبقوں میں فرقہ وارانہ فسادات کروا کر انتخابات کو ملتوی کرانے کی کوشش میں مصروف ہیں، انہوں نے مطالبہ کیا کہ ۱۲ ربیع الاوّل کو نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ کے علاوہ انتخابات کی حتمی تاریخ کا اعلان بھی کیا جائے۔ نمائندہ "زندگی" کے ایک سوال کے جواب میں مولانا نورانی نے کہا کہ بلدیاتی انتخابات قومی الیکشن کے بعد ہونے چاہئیں۔ اگر جنرل ضیاء نے ایسا کیا اور بلدیاتی انتخابات پہلے کرائے، تو وہ (جنرل صاحب) اپنی حدود سے تجاوز کریں گے۔

اس سوال کے جواب میں کہ محمود شاہ کو جمعیت سے کیوں خارج کیا گیا؟ مولانا نورانی غصّے میں آ گئے اور کہا آپ کو یہ سوال پُوچھنے کا حق نہیں، یہ جمعیت کا اندرونی معاملہ ہے، آپ یہاں پر سیاسی سوالات پُوچھنے آئے ہیں، جمعیت کے اندرونی معاملات پر بحث کرنے کے لیے نہیں آئے۔

خان اشرف کا دورہ

۲۲ جنوری کو خاکسار تحریک کے قائد خان اشرف نے گجرات اور جلالپور جٹاں کا دو روزہ دورہ کیا۔ نمائندہ "زندگی" سے بات کرتے ہوئے خان صاحب نے کہا کہ صوبائی حکومتیں بننے کا کوئی امکان نہیں، فوجی حکام صوبائی حکومتوں کے حق میں نہیں۔ مسلم کانفرنس کا ذکر کرتے ہوئے خان اشرف نے کہا کہ مسلم کانفرنس کے مطالبات بالکل جائز ہیں اور قومی اتحاد کو اس کی شکایات دور کرنی چاہئیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے مسلم کانفرنس کو خاکساروں کے تعاون کا یقین دلایا۔

لیاقت بلوچ بھی آئے

خان اشرف کے فوراً بعد اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان کے ناظمِ اعلےٰ لیاقت بلوچ ایک روزہ دورے پر لالہ موسےٰ پہنچ گئے۔ انہوں نے یہاں یومِ مجدد الف ثانیؒ کے سلسلے میں منعقدہ ایک اجلاسِ عام میں شرکت کی اور تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "مجدد الف ثانیؒ" نے اس وقت توحید کا علم بلند کیا، جب اکبر کا اقتدار نصف النہار پر تھا۔ انہوں نے ہندوستان کے بت کدہ میں توحید کا نعرہ بلند کیا۔ انہوں نے گوالیار کے قلعے میں صعوبتیں تو برداشت کر لیں، لیکن ظالموں کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا اور پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مجدد پر ظلم وستم کرنے والے خود حضرتِ مجدد کے قدموں میں جھک گئے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ دور میں اسلامی جمعیت طلبہ حضرت مجدد کی تعلیمات کو معاشرے میں پھیلانے میں مصروف ہے، اس لیے بحیثیت مسلمان اور طالب علم ہمارا فرض ہے کہ ہم جمعیت کے پرچم کو مضبوطی سے تھامیں اور جب تک شہدا کی قربانیاں رنگ نہیں لاتیں اور نظامِ مصطفےٰ اس ملک کا مقدر نہیں بن جاتا، اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔

تحریکِ اتحادِ پاکستان کے وفد (سید فخر الدین فخری، منظر العابدین) نے لیاقت بلوچ سے لالہ موسیٰ میں ملاقات کی اور بنگلہ دیش میں پھنسے ہوئے تین لاکھ بہاری پاکستانیوں کے تبادلے کے سلسلے میں گفتگو کی۔ لیاقت بلوچ نے جمعیت طلبہ کی طرف سے انہیں اپنے بھرپور تعاون اور حمایت کا یقین دلایا اور بتایا کہ اس مسئلے کے سلسلے میں وہ جلد ہی جنرل ضیاء الحق سے ملاقات کریں گے۔ انہوں نے اس سلسلے میں ۸، ۹ فروری کو کراچی میں منعقد ہونے والی کل پاکستان کانفرنس میں شرکت کا بھی وعدہ کیا۔

●●

پانچواں ایڈیشن

ہمہ یاراں دوزخ

اُردو ادب کے جواں ہمت ادیب و مزاح نگار

صدیق سالک

کے قلم سے

اُن دنوں کی سرگزشت جب مشرقی پاکستان آخری ہچکی لے رہا تھا اور پاکستان کے جیالے فرزند تیغ و سنان سے محروم کر کے بھارت کے کیمپوں میں دھکیل دیے گئے تھے۔

ایک ایسی داستان جس میں آنسو اور آہیں بھی ہیں اور جرأت و عزیمت کے روشن شُعلے اور برہمنی ذہنیت کی تاریک جھلکیاں بھی۔

قلیل مدت میں اس کتاب کے چار ایڈیشن ختم ہو چکے ہیں۔

قیمت ۲۵ روپے

مکتبۂ اُردو ڈائجسٹ ۔ سمن آباد ۔ لاہور

عنایت

پولیس نے سفاکی اور درندگی کی انتہا کر دی

لودھراں میں ایک مظلوم شخص پولیس تشدد کی تاب نہ لا کر ہلاک ہو گیا، پولیس نے اس کی موت کو حادثہ ثابت کرنے کے لیے لاش سڑک پر رکھ کر اوپر سے جیپ گزار دی۔ قتل کی لرزہ خیز واردات کی ایک ایک تفصیل ہمارے نمائندے کے قلم سے ملاحظہ ہو۔

ایوب خان کا نام نہاد سنہری دور ہو یا قائدِ عوام کا "عوامی دور"، ہر حکمران نے پولیس کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہ کی اور پولیس غیر ملکی آقاؤں کی طرح ان کالے آقاؤں کے مفادات کے تحفظ کے لئے ——— چوکس رہی۔ جس کے بدلے میں اسے شہریوں کی جان و مال اور عزت و آبرو پر ہر طرح کا تصرف حاصل ہو گیا اور قانون کے تحفظ کے لئے قائم کردہ یہ ادارہ ہر طرح کے غیر قانونی اقدامات کرتا رہا، جس کی واضح مثالیں وقتاً فوقتاً قوم کے سامنے آتی رہتی ہیں۔ کالونی ٹیکسٹائل ملز میں قتل عام ہو یا شجاع آباد میں شریف شہریوں کی جان و مال کی لوٹ کھسوٹ پولیس کا انتہائی مذموم کردار آپ کو ہر جگہ واضح طور پر نظر آئے گا۔ ضلع ملتان میں ہونے والے ان سانحوں کے مواقع پر عوام کو بار بار یقین دلایا گیا کہ ان کے ذمے دار پولیس حکام کو عبرتناک سزا دی جائے گی، لیکن ان بیانات کے بعد کوئی بات بھی منظرِ عام پر نہ آئی اور عوام کو کالانعام سمجھتے ہوئے ان مظالم کو فراموش کر دیا گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پولیس بجائے عوام کی خدمت کے اب بھی اسی طرح بے گناہ انسانوں کے خون سے ہولی کھیلنے میں مصروف ہے۔

گزشتہ دنوں لودھراں کا ایک غریب کاشتکار بلال وٹو سی۔ آئی۔ اے سٹاف کے تشدد کی تاب نہ لا کر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

بدنصیب بلال وٹو اپنے ۸۰ سالہ باپ محمد علی اور والدہ سکینہ بی بی کے ہمراہ حال ہی میں فورٹ عباس ضلع بہاول نگر سے لودھراں کے نواحی گاؤں چک 29/M.R میں آباد ہوا۔ اس کی بیوی، ۶ سالہ بچی "پپی" اور ایک بیمار بھائی اس کے ہمراہ تھا۔ ان کی یہاں آمد علاقے کے زمینداروں اللہ وسایا کانجو، محمد حسین سونگی، خادم حسین اور احمد لنگاہ کو سخت ناگوار گزری اور انہوں نے بلال کو ٹھکانے لگانے کیلئے پولیس سے سازباز کر لی۔

۵ جنوری کو سی۔ آئی۔ اے سٹاف لودھراں کے دو اے ایس آئی امیر نیازی اور غلام رسول نے سپاہیوں کی بھاری جمعیت اور زمینداران اللہ وسایا کانجو، محمد حسین سونگی، خادم حسین سونگی اور رضا شاہ کے ہمراہ لودھراں کے نواحی گاؤں چک نمبر ۲۹ میں بلال کے گھر پر چھاپہ مارا۔ پولیس نے یہ موقف اختیار کیا کہ بلال "تھانہ مروٹ" میں چوری کے مقدمے میں مطلوب ہے اور وہ اشتہاری ہے۔ جھونپڑیوں سے پولیس نے وزیر، غلام حسین اور بلال وٹو کو پکڑا اور ان پر تشدد میں مصروف ہو گئی، جس سے وہ تینوں زخمی ہو گئے۔

رشوت طلب کی گئی

بلال اور اس کے ساتھیوں سے مطالبہ کیا جاتا رہا کہ وہ جان چھڑانا چاہتے ہیں، تو دو ہزار روپے دے دیں۔ غریب بلال اتنا بھاری نذرانہ پیش نہ کر سکا۔ بلال ۲۲ جنوری کو تشدد کی تاب نہ لا کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ ۲۳ جنوری کی صبح پولیس زمینداروں کے ہمراہ لودھراں پہنچی۔ انہوں نے سمجھا کہ بلال بے ہوش ہو چکا ہے۔ انہوں نے ایک مقامی ڈاکٹر امیر کو بلایا۔ اس نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ وہ دم توڑ چکا ہے، تو پولیس کو فکر لاحق ہوئی۔ انہوں نے ڈاکٹر کو راز فاش کرنے کی صورت میں خطرناک نتائج کی دھمکی دی۔

ملزم زمیندار رضا شاہ اور اللہ مسایا کانجو

قتل کو حادثے میں بدلنے کی ناکام کوشش

پولیس اسی روز علاقے کے زمیندار رضا شاہ کے ہمراہ اس کی جیپ بی آر ۶ ۳۶۵ میں لاش رکھ کر "مترو" ضلع وہاڑی کے علاقے میں لے کر چلی گئی۔ رضا شاہ جیپ چلا رہا تھا، جب کہ امیر نیازی، غلام رسول اور زمان خان سپاہی اس کے ساتھ تھے، جب جیپ چک نمبر 96/8.R کے نزدیک پہنچی، تو ملزمان نے بلال کی لاش کو سڑک کے کنارے رکھ دیا اور دو مرغے ذبح کر کے ان کا خون لاش اور سڑک پر ڈال دیا اور یہ تاثر دینے کے لئے کہ بلال ٹریفک کے حادثے میں ہلاک ہو گیا ہے، جیپ لاش کے اوپر سے گزاری اور خود ملتان روانہ ہو گئے۔

۲۴ جنوری کو جب بلال کے عزیز و اقارب اس کا پتہ کرنے گئے، تو سی۔ آئی۔ اے سٹاف کا عملہ غائب تھا۔ اس دوران میں ڈاکٹر امیر سے معلوم ہوا کہ پولیس نے بلال کو تشدد کے ذریعے ہلاک اور وزیر اور غلام حسین کو زخمی کر دیا ہے۔ اس کی خبر پاتے ہی عوام سڑکوں پر نکل آئے۔ احتجاجی ہڑتال ہوئی، قومی شاہراہ بند کر دی گئی۔ پولیس اور دیگر حکام لودھراں پہنچ گئے اور ان کے خلاف زیر دفعہ ۳۰۶، ۳۶۴، ۲۰۱، ۳۳۰ اور ۳۴۲ ت پ کے تحت مقدمہ درج کیا۔

لاش کی برآمدگی

ایک پولیس چھاپہ مار پارٹی نے تھانہ مترو کے علاقے سے بلال کی لاش

تلاش کی۔ پولیس نے دو تھانیداروں امیر نیازی، غلام رسول، سپاہی زمان اور دو زمینداروں اللہ وسایا کانجو اور رضا شاہ کو گرفتار کر لیا جبکہ خادم حسین اور محمد حسین فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ اس واردات میں استعمال ہونے والی ایک کار اسلم ٹرانسپورٹ کے مالک رانا اسلم کی بتائی گئی ہے۔

قومی اتحاد کے راہنما نواب ظفر اللہ لودھراں میں اخبار نویسوں کو حالات بتا رہے ہیں

عوام کا ردِعمل

عوام یہ واقعہ سنتے ہی سڑکوں پر نکل آئے اور انہوں نے لودھراں پولیس مردہ باد، ظالمو جواب دو، خون کا حساب دو۔ لاٹھی گولی کی سرکار نہیں چلے گی، نہیں چلے گی اور بلال کی لاش واپس لاؤ کے نعرے لگائے، ۱/۴ بجے سے رات ۱۰ بجے تک ٹریفک معطل رہی۔ مشتعل ہجوم کے پتھراؤ سے ایک مجسٹریٹ شدید زخمی ہوا۔ ایک سپاہی اپنی ٹوپی چھوڑ کر عملہ کے ہمراہ فرار ہو گیا۔ عوام نے ٹوپی اٹھا کر بجلی کی تاروں سے لٹکا دی۔

پوسٹ مارٹم

بلال کی لاش کا پوسٹ مارٹم ملتان میں فوج کے ڈاکٹر کیپٹن عبدالرحمٰن، ڈاکٹر اللہ نواز ترین اور ڈاکٹر نیاز احمد نے کیا۔ رپورٹ کے مطابق بلال کے جسم پر تشدد کے ظاہرہ سولہ نشانات ہیں۔ اس کی کمر، رانوں، سر گھٹنا، بازو، پیر، گردن حتیٰ کہ اعضائے رئیسہ پر بھی تشدد کے نشانات ہیں۔

پوسٹ مارٹم رپورٹ ظاہر کرتی ہے کہ بلال کے جسم کے ہر حصّے کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اس کے جسم کا کوئی بھی حصہ زخموں سے محفوظ نہیں۔ طبی ماہرین کے مطابق مقتول وٹو کو تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد برہنہ کر دیا گیا، تشدد اور چوٹوں کی وجہ سے اس کا خون بہنے لگا، تو اس عالم میں اس کو سردی میں کھڑا کر دیا گیا۔ سردی سے اس کی شریانوں میں خون منجمد ہو گیا اور دورانِ خون بند ہونے سے اس کی سانس قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

مضروبین کی برآمدگی

پولیس نے ان افراد کو بھی برآمد کر لیا ہے، جن کو سی۔ آئی۔ اے سٹاف لودھراں نے بلال وٹو کے قتل کے بعد غائب کر دیا تھا۔ خادم حسین، اللہ وسایا، رحیم بخش اور ان کے ساتھ دیگر افراد بھی وقوعہ کے روز بلال کے ساتھ زیرِ حراست تھے اور وہ اس پوری واردات کے عینی شاہد ہیں۔

بیٹے کی لاش کا انتظار

متوفی بلال کے معمر والدین گزشتہ روز سے پولیس سٹیشن لودھراں کے سامنے کھلے میدان میں بیٹھے ہوئے اپنے لختِ جگر کی لاش کا انتظار کر رہے ہیں۔ متوفی کی بوڑھی نابینا ماں بار بار اپنے بیٹے کے غم میں بیہوش ہو جاتی ہے۔ دونوں میاں بیوی دیوانوں کی طرح کبھی لودھراں شہر کی طرف روتے ہوئے چل پڑتے ہیں اور کبھی دوبارہ پولیس سٹیشن کے سامنے آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔

تھانیدار نے ۰۰ ہزار روپے بنک سے نکلوائے

قومی اتحاد کے ممتاز رہنما نواب ظفر اللہ خان کے مطابق چند روز قبل سی۔ آئی۔ اے سٹاف کے اے ایس آئی امیر نیازی نے نیشنل بنک کی مقامی شاخ سے ۰۰ ہزار روپے نکلوائے ہیں اور انہوں نے یہ خدشہ ظاہر کیا ہے کہ یہ رقم تحقیقات کا رُخ موڑنے کے لئے استعمال کی جائے گی۔

ان حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد واپس آتے ہوئے نمائندہ "زندگی" نے کئی آدمیوں کو یہ کہتے سنا کہ پولیس کا کچھ نہیں بگڑے گا؟ کالونی ملز اور شجاع آباد کے قاتلوں کا کیا بنا؟

کیا اربابِ اقتدار کے پاس اس کا جواب ہے۔؟

اراضی ہتھیانے کی خاطر

نصُرت بھٹو کے مشیر نے بیوی کو قتل کر ڈالا

نشاط افزا کا سانحہ پیپلز پارٹی کے منہ پر زبردست تھپڑ ہے

دورِ ستم کی ایجاد میں جس طرح اپنی ذاتی اغراض کے لئے انسانی خون سے ہولی کھیلی گئی اور اپنے مفاد کے رستے میں حائل کسی بھی انسانی رشتے کے تقدّس کو قائم نہ رہنے دیا۔ انسانی خون سے ہولی کھیلنے والا بھیڑیا اپنے اعمال کی سزا بھگتنے کے لئے سلاخوں کے پیچھے اپنی قسمت کے فیصلے کا منتظر ہے، لیکن اس کے پروردہ افراد اب بھی پہلے کی طرح خون کی چاٹ پر لگے ہوئے ہیں اور وہ اپنے ذاتی فوائد کے لئے ہر قسم کا ظلم روا رکھتے ہیں۔ اس کی واضح مثال ضلع ساہیوال میں نشاط افزا کا قتل ہے جسے اس کے سابق سینیٹر شوہر فخر زمان نے اس کی مملوکہ زمین ہتھیانے کے لئے نہایت ہی بے دردی سے موت کے گھاٹ اتروا دیا اور ایک نیک خاتون کو ہوس زر کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔

نشاط افزا علاقہ وزیر آباد کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ ان کے والد چودھری نذر محمد مرحوم علاقے کے آنریری مجسٹریٹ، مصالحتی بورڈ پنجاب اور ڈسٹرکٹ کونسل گوجرانوالہ کے رکن تھے۔ نشاط افزا کے والد کی دو بیویاں تھیں۔ ان میں سے ایک کا نام سردار بیگم اور دوسری کا نام وزیر بیگم تھا۔ سردار بیگم کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی، جبکہ وزیر بیگم کے بطن سے دو لڑکیاں نشاط افزا اور راحت افزا پیدا ہوئیں۔ وزیر بیگم سابق سینیٹر فخر زمان کے والد میجر محمد زمان کی حقیقی بہن تھیں۔ میجر زمان نے نشاط افزا کی شادی اپنے بیٹے فخر زمان اور راحت افزا کی شادی اپنے بھتیجے پرویز کے ساتھ کر دی۔ چودھری نذر مرحوم کی پانچ مربع اراضی رینالہ خورد کے گاؤں $\frac{1}{8}$ ۱۷ میں واقع تھی جو ان کی وفات کے بعد دونوں بیٹیوں کے نام منتقل ہو گئی۔ اسی اثنا میں مرحوم نذر محمد کی پہلی بیوی کے بھائی محمد شفیع نے اپنی بیوہ بہن سردار بیگم کے حق میں زمین پر وراثت کا دعویٰ دائر کر دیا جس پر میجر زمان نے اسے پچاس ہزار کے لگ بھگ رقم دے کر خاموش کرا دیا اور یہ دھمکی بھی دی کہ اگر اس نے مقدمہ کی پیروی کی، تو اس کی بہن کو بدنام کیا جائے گا۔ جس پر وہ خاموش ہو گیا۔

اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میجر زمان نے مقدمہ کی پیروی کے لئے نشاط افزا سے اپنے نام کا مختار نامہ عام لے لیا۔ اس مختار نامہ عام کی روشنی میں اس نے وہ پانچ مربعہ اراضی اپنے بیٹے فخر زمان اور بھتیجے پرویز کے نام منتقل کرا دی۔ اس کے بعد نشاط افزا اور اس کے خاوند کے درمیان چپقلش شروع ہو گئی اور بالآخر اسے گھر سے نکال دیا گیا اور اس سے اس کی دونوں بچیاں عظمیٰ اور ربنی بھی چھین لی گئیں۔ نمائندہ

نمائندگی کو معلوم ہوا ہے کہ نشاط افزا جب حج پر جانے لگی، تو ہوائی اڈے پر فخر نے اسے زبانی طور پر طلاق دے دی۔

اس طلاق کے بعد نشاط افزا نے زمین کی واپسی کے لئے اوکاڑہ کی دیوانی عدالت میں مقدمہ دائر کرا دیا۔ جس کی تاریخ پیشی ۸ار جنوری تھی اور اس پیشی کے لئے نشاط ۷ار جنوری کو اپنے گاؤں پہنچی جہاں موت اس کی منتظر تھی۔ ایک مزارع کے مطابق میجر زمان کے آدمی نشاط کی ہر وقت نگرانی کرتے رہتے تھے۔ وقوعہ کے روز ریلوے سٹیشن دل رلوھارام پر نشاط ٹرین سے اتری، تو ملزمان کے آدمی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کوچوان "کالی" سے دریافت کیا کہ بی بی نشاط آگئی ہے، تو اس نے اثبات میں سر ہلایا اور بتایا کہ وہ بازار سے سودا سلف خریدنے گئی ہیں اور وہ میرے ساتھ چک جائیں گی۔ ہمارے نمائندے کو معلوم ہوا ہے کہ اس سے پندرہ روز قبل میجر کے آدمیوں کو اس کی آمد کی اطلاع ملی لیکن وہ نہ آئیں جس پر انہوں نے گھر کی تلاشی لی۔

مقتولہ نشاط افزا

قتل کی عینی شاہد

زینب بی بی نے ہمارے نمائندے کو بتایا کہ ہم لوگ نشاط کو "بی بی شان" کے نام سے پکارتے تھے۔ زینب نشاط کے مزارع محمد یعقوب کی بیوی ہے۔ وقوعہ کے روز وہ اپنی بیٹی کے ہمراہ ان کے پاس موجود تھیں۔ زینب نے اس چارپائی کی بھی نشان دہی کی جس پر وہ اس روز بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس نے بتایا کہ بدھ کے روز سہ پہر کا وقت تھا۔ ہم یہاں بیٹھی تھیں کہ میجر زمان کا بھتیجا اکرم جس کے ہاتھ میں رائفل تھی، آیا اور کہا: "آپا شان السلام علیکم! میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔" پھر اس نے مجھے اور میری بیٹی سے کہا کہ تم یہاں سے چلی جاؤ۔ اس پر نشاط نے جواب دیا کہ وہ غیر مسلح ہے اور تم بھی غیر مسلح ہو کر آؤ، تو پھر بات ہو سکتی ہے۔ اسی اثنا میں دوسرا ملزم صادق جو میجر کا ملازم ہے، اندر آگیا اور اس نے ظہیر اکرم سے کہا کہ جو کام کرنا ہے، کرتے کیوں نہیں۔ اس پر اس نے بندوق سے نشاط پر فائر کر دیا۔ گولی ان کے بازو پر لگی اور خون کا فوارہ اُبل پڑا۔ نشاط جان بچانے کے لیے کمرے کے اندر چلی گئی، تو صادق اندر آگیا، اتنے میں دیگر ملزمان صدیق، فلکی اور انور بھی آگئے اور وہ چارپائی کے نیچے گھس گئی۔ ظہیر نے اندر جا کر گولی چلائی جو دیوار سے جا لگی، وہ جان بچانے کے لیے دوڑنے لگیں، تو ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی گئی، وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ جہاں نشاط پر گولی چلائی گئی، وہاں ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی جانور کو ذبح کیا گیا ہو۔

واردات کے بعد

انسانی خون سے ہولی کھیلنے والے یہ درندے پورے گاؤں میں فائرنگ کرتے رہے اور بھنگڑا ڈالتے رہے جس سے گاؤں میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اس ملک پر غنڈوں کی حکومت قائم ہو گئی ہے اور انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ملزمان نے مزارعین کو دھمکانے کے لیے ہوائی فائر کیے بعد میں انہوں نے ریڑھا لے کر لاش لے جانے کی کوشش کی، مگر اتنی دیر میں گاؤں کے لوگ جمع ہو گئے اور انہوں نے لاش نہ اٹھانے دی جس پر وہ ریڑھے کے ذریعے فرار ہو گئے۔

ملزمان کی گرفتاریاں

ملزمان نے اس واردات کے بعد خود مقدمہ درج کرانے کی کوشش کی۔ ایس پی ساہیوال کو چونکہ اس جھگڑے کا علم تھا؛ لہٰذا ملزمان گرفتار کر لیے گئے۔ اس وقت میجر زمان، فلک شیر، محمد رفیق اور صادق پولیس کی حراست میں ہیں، جبکہ فخر زمان، ظہیر اکرم، محمد انور اور اسلم کی گرفتاری کے لیے پولیس سرگرمِ عمل ہے۔ پولیس نے وہ ریڑھا قبضہ میں لے لیا ہے جس پر ملزمان سوار ہو کر آتے تھے، ریڑھے کا مالک محمد اسحاق لاپتہ ہے۔

مقتولہ کی بچیاں

مقتولہ نشاط افزا کی دو بچیاں عظمیٰ اور لبنیٰ گورنمنٹ کالج برائے خواتین لاہور میں زیرِ تعلیم ہیں جو اپنے والد کے ہمراہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔ انہوں نے خدشہ ظاہر کیا کہ ان کا سنگدل باپ بیرونِ ملک فرار ہونے کی کوشش کرے گا اور اس امر کا امکان بھی موجود ہے کہ ملزمان مکمل اراضی پر قبضہ کرنے کے لیے انہیں بھی موت کی نیند سلا دیں گے۔ نشاط افزا کے مزارعین ان بچوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ان کی والدہ انہیں ۱۳ر جنوری کو کالج میں ملی تھیں اور انہوں نے خدشہ ظاہر کیا تھا کہ انہیں قتل کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی والدہ نے حکام کو آگاہ کیا، مگر ان کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ کیا گیا۔

منصوبے کی کامیابی کی اطلاع

ان بچیوں نے بتایا کہ وقوعہ کی شام ۷ بجے اوکاڑہ کا ایک ٹھیکیدار محمد اسحاق جس نے ہماری والدہ کے باغ پر ناجائز قبضہ کر لیا ہے، ماڈل ٹاؤن کی کوٹھی پر آیا اور اطلاعی گھنٹی بجائی۔ عظمیٰ نے اپنے دادا میجر زمان کو اس کے آنے کی اطلاع دی۔ ٹھیکیدار نے اندر آکر دادا جان کو اطلاع دی کہ جو کام آپ نے ہمارے ذمے لگایا تھا، وہ کر دیا گیا ہے۔ وقوعہ کے روز میجر زمان کے اوکاڑہ آنے کی تصدیق بھی ہو گئی ہے۔

عظمیٰ اور لبنیٰ نے بتایا کہ ان کی والدہ ایک نڈر اور حوصلہ مند خاتون تھیں، وہ اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے والد کی انصاف کی کرسی پر بیٹھ کر جھگڑے نمٹایا کرتی تھیں۔

اس سے قبل حملہ

نشاط افزا کے ایک مزارع محمد انور نے بتایا کہ اس کی مالکہ نے اسے کسی کام کے لیے نواحی گاؤں بھیجا، جب وہ واپس آیا، تو پورا گاؤں خالی تھا اور اس کی بیوی اور والدہ لاش کے پاس بیٹھی رو رہی تھیں۔ انور نے بتایا کہ وقوعہ سے پندرہ روز قبل بھی ملزموں نے نشاط کو باغ میں قتل کرنے کی کوشش کی، ان کی فائرنگ سے ایک آدمی زخمی ہوا، لیکن وہ بال بال بچ گئیں۔ اس واقعہ کی اطلاع پولیس کو بھی دی گئی۔

دیگر مقدمات

نشاط افزا کے ایک رشتہ دار جمشید نے بتایا کہ فخر زمان نے اپنے عہدِ اقتدار میں ہمارے خلاف جھوٹے مقدمات بنوائے اور ہر وقت

ملزم فخر الزمان

ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ چودھری ضیاء الحق اور حفیظ اللہ مرحوم کے خلاف آج بھی کئی مقدمات قائم ہیں۔

نظامِ مصطفےٰ کی آمد آمد ہے، عوام منتظر ہیں کہ اس قتل میں ملوث افراد کو کب عبرت ناک سزا دی جاتی ہے۔

اُردو میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب

فیصل۔ پاسبانِ حرم

از
محمد صدیق قریشی

- دنیائے اسلام کے عظیم رہنما کی زندگی کے خدوخال
- بڑی طاقتوں کے ساتھ آویزش میں جرأت مندانہ کردار

اور اس فقید المثال ہستی کے آخری لمحات کی دُکھ بھری رُوداد

مکتبۂ اُردو ڈائجسٹ

قیمت بارہ روپے

اپنے آرڈر جلد بُک کرا لیجیے

جسٹس شفیع الرحمن پر قاتلانہ حملہ

قانون کے رکھوالوں کو نشانہ بنانے کا نکتۂ آغاز

اس واردات میں پیپلز پارٹی کی تخریبی سیاست کا کس قدر ہاتھ ہے؟

۲۴ جنوری کو بہاولپور میں لاہور ہائی کورٹ کے جج مسٹر جسٹس شفیع الرحمن پر قاتلانہ حملہ کیا گیا جس میں وہ بال بال بچ گئے۔ پولیس ان پُراسرار ملزمان کا ابھی تک سراغ لگانے میں کامیاب نہیں ہو سکی جنہوں نے سرکٹ ہاؤس میں فائرنگ کی اور فرار ہو گئے۔ البتہ پولیس نے اپنی تفتیش کا دائرہ وسیع تر کر دیا ہے۔ اس واقعہ کی سیاسی وجوہات اور محرکات کا سراغ لگانے کی کوشش بھی جاری ہے۔ اس سلسلے میں پولیس پیپلز پارٹی کے مقامی کارکنوں اور رہنماؤں سے پوچھ گچھ کر رہی ہے۔ جن لوگوں سے پوچھ گچھ کی جا رہی ہے، ان میں بہاولپور کے معروف قانون دان اور لاہور ہائی کورٹ کے ایک سابق جج مسٹر محمود احمد بھٹی کا نام سرِفہرست ہے۔ مسٹر محمود احمد بھٹی کو بھٹو دور میں لاہور ہائی کورٹ کا جج بنایا گیا تھا، لیکن مارشل لاء کے نفاذ کے بعد حکومت نے انہیں اس عہدے سے سبکدوش کر دیا۔ فائرنگ کے سلسلے میں تفتیش حتمی مرحلے میں داخل نہیں ہوئی، لہٰذا ملزمان کے بارے میں واضح رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔

پولیس نے واقعہ کی تفتیش کے لئے تین گروپ بنائے ہیں۔ اس کے علاوہ حکومت کی مختلف انٹیلی جنس ایجنسیوں کی خدمات بھی حاصل کی گئی ہیں۔

نیلی کار کیوں آئی؟

فائرنگ کے واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ مسٹر جسٹس شفیع الرحمن اپنے فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں بہاولپور کے سرکٹ ہاؤس کے کمرہ نمبر ۴ میں مقیم تھے۔ ۲۴ جنوری کو دن کے گیارہ بجے نیلے رنگ کی ایک کار نمبر ایل، ای، ایچ ۔ ۶۳۰، سرکٹ ہاؤس میں آئی۔ اس میں دو افراد سوار تھے۔ انہوں نے سرکٹ ہاؤس کے ملازمین سے مسٹر جسٹس شفیع الرحمن کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ ڈیوٹی پر متعین گارڈ سے ان کی واپسی کا وقت پوچھا اور وہاں سے چلے گئے۔

اسی شب تقریباً ایک بجکر ۵۴ منٹ پر نیلی کار پھر سرکٹ ہاؤس میں داخل ہوئی۔ اس میں بھی دو ہی افراد سوار تھے۔ ان میں سے ایک شخص پتلون کوٹ اور دوسرا شلوار قمیص میں ملبوس تھا۔ دونوں نے کمبل اوڑھ رکھے تھے۔ عام خیال یہ ہے کہ رات کو آنے والی کار کی نمبر پلیٹ وہی تھی جو دن کے وقت آنے والی کار کی تھی۔ یہ دونوں افراد کار سے اتر کر سرکٹ ہاؤس کی جنوبی طرف رہائشی کوارٹروں میں چلے گئے۔ کار ان کو چھوڑ کر واپس چلی گئی۔ تقریباً آدھ گھنٹہ بعد (دو بجے رات) مسٹر جسٹس شفیع الرحمن کے کمرے کی جنوبی طرف سے دو فائر ہوئے۔ جن میں سے ایک گولی مسٹر جسٹس شفیع الرحمن کے کمرے کی کھڑکی کی جالی اور شیشہ توڑتی ہوئی ملحقہ باتھ روم کی دیوار میں پیوست ہو گئی۔ دوسرے فائر پر کمرے کے باہر متعین پولیس کانسٹیبل نے پوزیشن لے کر جوابی فائرنگ شروع کر دی۔

فائرنگ کی آواز سن کر

نذیر احمد نامی کانسٹیبل نے کل نو فائر کیے۔ فائرنگ کی آواز سن کر مسٹر جسٹس شفیع الرحمن کمرے سے باہر نکلے تو کانسٹیبل نے انہیں اندر جانے کے لئے کہا۔ اسی اثناء میں سرکٹ ہاؤس میں مقیم دوسرے افراد اور ملازمین بھی جاگ گئے۔ صورتِ حال میں یہ تبدیلی آتے ہی دونوں ملزم رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بھاگ گئے۔ ان دنوں سرکٹ ہاؤس میں زیرِ تربیت ڈپٹی کمشنر میجر فیاض بھٹی بھی مقیم ہیں۔ انہوں نے پولیس کے ہنگامی مرکز کو اس واقعہ کی اطلاع کی۔ مارشل لاء اور سول حکام اور اعلیٰ پولیس افسران فوری طور پر سرکٹ ہاؤس پہنچے۔ غسل خانے کی کھڑکی سے گزرتی ہوئی جو گولی دیوار میں پیوست ہو گئی تھی، اس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ سات ایم ایم یا تھری ناٹ تھری رائفل سے چلائی گئی تھی جس وقت فائرنگ ہوئی غسل خانے کی بتی جل رہی تھی۔ اگر کوئی شخص بیسن کے قریب ہوتا، تو یہ گولی اسے زخمی کر دیتی۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ مسٹر جسٹس شفیع الرحمن عام طور پر رات گئے تک اپنے کمرے میں کام کرتے رہتے ہیں۔ اس رات بھی وہ ایک بجے تک کام کرتے رہے اور اس کے تقریباً ایک گھنٹے بعد فائرنگ ہوئی۔ ان کا یہ معمول ہے کہ وہ شام کو سیر کرتے ہیں۔ اس روز بھی وہ سیر کرنے کے بعد کمرے میں آئے تھے۔

تحقیقاتی ٹیم

پولیس نے ۳۰۷ کے تحت تھانہ سول لائنز میں مقدمہ درج کر لیا ہے اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس واقعہ کی عدالتی تحقیقات کا حکم جاری کر دیا ہے۔ اسسٹنٹ کمشنر سید منوچہر اقبال تحقیقاتی افسر مقرر ہوئے ہیں۔ پولیس نے اب تک جو تحقیقات کی ہے اس سے کوئی واضح نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا۔ کار پر لگی ہوئی پلیٹ کا نمبر لاہور کی ایک فرم کی پک اپ کے لئے الاٹ ہوا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملزمان نے جعلی نمبر پلیٹ لگائی ہوئی تھی۔ پولیس نے تحقیقات کے لئے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ملک امتیاز علی کی سربراہی میں ٹیم تشکیل دی ہے۔ اس کے تین گروپ بنائے گئے ہیں۔ ان گروپوں کے سربراہ انسپکٹر پولیس ہیں۔ ان میں سے ایک گروپ لاہور میں مصروفِ تفتیش ہے۔ یہ گروپ لاہور کے مختلف تھانوں میں درج چار مقدمات کی چھان بین کر رہا ہے۔ یہ چاروں مقدمات لاہور ہائی کورٹ کے ججوں پر فائرنگ کے سلسلے میں درج کئے گئے تھے۔ واضح رہے کہ ان ملزمان کا بھی ابھی تک کوئی سراغ نہیں لگایا جا سکا، جنہوں نے لاہور میں ہائی کورٹ کے ججوں کی رہائش گاہوں پر فائرنگ کی تھی۔

مذکورہ مقامات میں سے ایک تھانہ وحدت کالونی، ایک تھانہ مزنگ اور دو تھانہ سول لائنز میں درج ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ لاہور میں ججوں کی رہائش گاہوں پر فائرنگ کے لئے بھی نیلی کار استعمال کی گئی تھی۔ تحقیقاتی ٹیم کا دوسرا گروپ ایسے لوگوں سے پوچھ گچھ کر رہا ہے۔ جن کے پاس ۷۔ ایم ایم رائفل کے لائسنس ہیں۔ اس سلسلے میں اب تک درجن بھر لوگوں سے پوچھ گچھ کی جا چکی ہے۔ یہی گروپ معاملے کے سیاسی محرکات کی چھان بین بھی کر رہا ہے۔

اب تک پولیس نے پیپلز پارٹی کے بارہ افراد سے پوچھ گچھ کی ہے۔ ان میں سے سابق جج لاہور ہائی کورٹ مسٹر محمود احمد بھٹی، ان کے بھائی مسعود احمد بھٹی، پیپلز پارٹی کے ضلعی جنرل سیکرٹری مرزا شاہد، ضلعی نائب صدر اور ۱۹۷۷ء میں صوبائی اسمبلی کے رکن ملک محمد جعفر، پیپلز گارڈ کے سابق سالار محمد حیات مغل اور ایک کارکن شیخ سلیمان کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ پولیس کے ذرائع کا کہنا ہے کہ ابھی ان افراد سے مزید پوچھ گچھ کی جائے گی۔ تفتیشی ٹیم کا تیسرا گروپ لاہور ہائی کورٹ میں مسٹر جسٹس شفیع الرحمن کے زیرِ سماعت مقدمات یا ایسے مقدمات جن کا حال ہی میں فیصلہ ہوا ہے، کی چھان بین کر رہا ہے۔ ●●

پاکستان کو ھائی جیکرز سے بچا لیجئے

گوجرانوالہ میں این ڈی پی کے رہنماؤں کی تقادیر

این، ڈی، پی کی نائب صدر بیگم نسیم ولی خان، پنجاب کی معروف سیاسی شخصیت سید عابد حسین کی صاحبزادی سیدہ عابدہ حسین، این ڈی پی پنجاب کے صدر راؤ مہروز اختر کے جلو میں گیارہ بجے سول لائن گوجرانوالہ کی ایک وسیع کوٹھی کے لان میں پہنچے، تو موسم سرما کی پہلی بارش نے بھی اپنی آمد کا اعلان کیا۔ گذشتہ سال جب ولی خاں آئے تھے، تو اُس وقت بھی یہ کرشمۂ قدرت نظر آیا تھا۔ اس مرتبہ البتہ بارش کی دعائیں کئی ہفتوں سے کی جا رہی تھیں، مگر بیگم صاحبہ کی آمد کے فوری بعد اجتماعی دعا شروع ہی کی گئی تھی کہ بارش شروع ہو گئی۔

راؤ مہروز اختر کی روایتی تقریر کے بعد سیدہ عابدہ حسین نے کہا کہ گذشتہ سال جب میں آئی تھی، تو بارانِ رحمت نے استقبال کیا تھا اور آج ہم اُس کا استقبال کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ملک گرانی اور رشوت کے طوفان میں گھر چکا ہے، لیکن پنجاب کا سیاسی ذہن کیوں تبدیل ہوتا رہتا ہے، اس کا جائزہ لینا چاہیے۔ پنجابیوں میں بیلنس کیوں نہیں؟ انہوں نے کہا این ڈی پی کا موقف ہے کہ ملک کی سلامتی کے لیے قوم کا اتحاد ضروری ہے اور ولی خاں کا قول دہرایا کہ استحکام اور پی این اے لازم و ملزوم ہیں اور اگر اتحاد ٹوٹا، تو صرف کرسی کی خاطر ٹوٹے گا۔

انہوں نے کہا کہ پاکستان میں تیس سال سے اقتدار کو ہائی جیک کیا جا رہا ہے اور ملک کی کثیر آبادی والے صوبے پنجاب کا فرض ہے کہ وہ اب اپنے ملک کو ہائی جیکرز سے بچائیں۔ اگر پنجاب نے یہ فریضہ ادا کیا، تو پورے ملک کے مسائل حل ہو جائیں گے۔

حاجی غلام محمد بلور صوبہ سرحد این ڈی پی کے پرانے رہنما ہیں اور گوجرانوالہ میں پہلی مرتبہ اظہارِ خیال کیا۔ انہوں نے کہا کہ سیاست کے بارے میں عوام کو غور کرنا چاہیے۔ یہاں سیاست کرنا ایک پیشہ بن چکا ہے جس کے ذریعے اقتدار اور مال کمایا جاتا ہے؛ حالانکہ یہ لفظ خدمت کے ہم معنیٰ ہے۔ تیس سال سے ہم لوگ سیاست چند ارفع اصولوں کی خاطر کر رہے ہیں اور مار کھا رہے ہیں۔

انہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ اور اُن کے رہنماؤں نے تیس سال کے دوران میں جو کچھ کہا، وہ سچ نکلا۔ انہوں نے مثال دیتے ہوئے کہا کہ ون یونٹ کی مخالفت کی تو ہمیں غدار نکلی، مگر ون یونٹ توڑ دیا گیا۔

ہم نے کہا کہ اس ملک کے لئے وفاقی نظام موزوں ہے، تو ہمیں غدار کہا گیا، لیکن آج وفاق تسلیم ہے۔ حاجی غلام محمد بلور نے کہا کہ ۱۹۷۰ء کے الیکشن کے بعد ہم نے کہا کہ مجیب کی بات مان لو، اسمبلی طلب کرو، مغربی پاکستان کہا نہیں جائے گا، لیکن بھٹو نے ایک ڈرامہ رچایا، ساڑھے پانچ نکات تسلیم کر کے ۶ نکتے پر ملک کو توڑ دیا۔

اس ڈرامے میں بھٹو کے کردار کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اس مداری نے یہاں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مفتی محمود، قیوم خاں سے ملاقات کی، وہیں ولی خان سے ملنے آیا اور ملنے کے بعد پریس سے کہا کہ اگلے روز کانفرنس کروں گا۔ ولی خاں نے پریس سے کہا "میرا بھٹو سے یا مجیب کے جھگڑے سے کوئی تعلق نہیں، ۳۵۹ اراکین اسمبلی ہی پاکستان کو آئین دینے کے مجاز ہیں اور ہم اجلاس میں ضرور جائیں گے" اور اس شخص نے بائیکاٹ کا اعلان اور ٹانگیں توڑنے کی دھمکی دی۔

حاجی غلام محمد بلور نے کہا کہ پاکستان ایک جمہوری عمل کے ذریعے وجود میں آیا تھا اور جمہوری اداروں کی کامل بحالی کے بغیر ملک کو متحد رکھنا ناممکن ہے۔ انہوں نے کہا کہ جمہوری عمل کے بعد دوسرا بڑا مسئلہ معاشی ناہمواری ہے اور بھٹو نے ان دونوں مسئلوں کو اپنے دورِ اقتدار میں لاینحل بنا کر رکھ دیا تھا۔ انہوں نے الزام لگایا کہ بھٹو حکومت کے ساتھ ساتھ گرانی میں اضافہ ہوا۔ بلوچستان کے مسلمانوں کو مسلمان فوج سے لڑایا گیا، "وہ جگر تھا جس نے بھائی کے ہاتھوں بھائی کو قتل کرایا۔"

انہوں نے کہا کہ اگر پاکستان میں ہر چار سال بعد انتخاب ہوتے رہیں، تو مفاد پرست عناصر سے ملکی سیاست کو نجات مل جائے گی۔ انہوں نے اسلام کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ این ڈی پی ایک اسلام پسند جماعت ہے اور اس مسئلہ پر ملک کے عوام میں دو رائیں نہیں ہیں۔ ہم سب مسلمان ہیں اور اگر صاحبِ اقتدار لوگ مخلص ہیں، تو ایک دن میں ملک میں قرآن و سنت نافذ کر سکتے ہیں۔

انہوں نے سوال کیا کہ اقتدار کس قسم کا اسلام لانا چاہتا ہے؟ اور جواباً کہا کہ ہم حضرت عمرؓ و صدیقؓ سے کم اور جاگیرداری، سرمایہ داری کے تحفظ دینے والے برانڈ کو قبول نہیں کریں گے۔ جو لوگ اسلام میں پیوندکاری کی کوششیں کر رہے ہیں، وہ جان لیں کہ ملک کی ۹۸ فیصد آبادی مسلمان ہے اور وہ اسلامی نظام کی رحمتوں سے بخوبی واقف ہے۔

انہوں نے خبردار کیا کہ ۲۵ لاکھ روپیہ ارتکاز اور ذخیرہ اندوزی سے کمانے والے سے زکوٰۃ لے کر باقی منافع سے مزید منافع کمانے کی اجازت نہیں دی جائے گی، بلکہ اسلام دولت کی مساوی تقسیم اخلاقِ حسنہ کے ذریعے اور سوشلزم خونریزی کے ذریعے کرتا ہے۔ اب اربابِ اقتدار کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا اسلام غربت، افلاس، جہالت اور بیماریوں کے خلاف ہے جو عناصر اسلامی معاشرہ کو ان خرابیوں سے بھرتے ہیں، قرآن و سنہ اُن کے خلاف جہاد فرض قرار دیتا ہے۔ انہوں نے کہا "این ڈی پی آج بھی قومی اتحاد کے بنیادی اصولوں

HTH

ایکسرے

مستند ریڈیالوجسٹ کی رپورٹ۔ تجربہ کار عملہ
مستورات کے لیے خاتون عملہ (صبح کے وقت)
(فی الحال سینہ اور ہڈی کے ایکسرے کا انتظام ہے)

ایکسرے فیس ۱۵ روپے
معذور اور تپ دق کے مریضوں سے ۱۰ روپے

اوقات:- صبح ۸ تا ۹ بجے، شام ۴ تا ۵ بجے } تعطیلِ جمعہ

بول، براز، خون اور بلغم ٹیسٹ کیلئے کلینیکل لیبارٹری

ہومیوپیتھک ٹرسٹ ہسپتال

محمد نگر۔ بی بی پاکدامن لاہور، فون: ۶۷۸۱۳

رفاعی ادارہ۔ بیس سال سے زائد خدمت میں سرگرم عمل

پر کھڑی ہے، وہ اس ملک میں جمہوریت اور اسلام دونوں کا نفاذ عوام کے مینڈیٹ سے کرنے کی خواہش مند ہے"۔

بیگم نسیم ولی خان نے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ۳۰ رسال سے آمروں کے خلاف ہر محاذ میں این ڈی پی پیش پیش رہی ہے۔ انہوں نے قومی اتحاد سے علیحدگی پر کہا کہ قومی اتحاد کو توڑنے کا سہرا ان مسلم لیگی وزراء کے سر ہے جنہوں نے قومی اتحاد کے بزرگ رہنماؤں کے مشورہ کے برعکس کرسیاں حاصل کرنے میں عجلت دکھائی۔

انہوں نے پنجاب کے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ فیصلہ کن ووٹوں کے باوصف اپنا تاریخی کردار ادا کریں "ہم نے ماضی کے انتخاب میں بھٹو کو ووٹ نہیں دیے تھے اور یہ وجہ تھی کہ بلوچستان اور پھر سرحد کو بھٹو نے نشانہ ستم بنایا"۔ انہوں نے کہا کہ سندھ، بلوچستان و سرحد کے مقابلے پر اکیلا پنجاب اس ملک کی قسمت بدل سکتا ہے اور اگر ۱۹۷۰ء کی طرح آنے والے انتخابات میں کوئی غلط فیصلہ کیا، تو آپ اپنے آپ پر ظلم کریں گے۔

انتخاب کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ پہلے تین ماہ کا وعدہ کیا گیا اور اب تین سال جاتے نظر آ رہے ہیں۔ ایک مارشل لاء دس سال رہ سکتا ہے، تو یہ کیوں نہیں رہ سکتا؟ انہوں نے موجودہ حکومت کے رویّہ پر عدمِ اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ سربراہِ مملکت صرف مسلم لیگ کے لیڈر نہیں ہیں، وہ ہمارے بھی سربراہ ہیں۔ اگر وہ مسلم لیگ کے دھڑوں کی سیاست میں حصہ لیں گے، تو غیر جانبداری مجروح ہوگی۔

انہوں نے مارشل لاء کے زیرِ سایہ سول حکومت میں این ڈی پی کی عدم شمولیت پر کہا کہ این ڈی پی ایک جمہوری پارٹی ہے اور وہ جمہوری عمل کے ذریعہ ہی اقتدار حاصل کرنا چاہتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ بعض جماعتیں اسلام کی بیوپاری بن گئی ہیں۔ اسلام پاکستان میں تنازعہ نہیں ہے۔ اصل تنازعہ عوام کے بنیادی حقوق جمہوریت اور غربت کا ہے اور اس کے لئے این ڈی پی ہم خیال جماعتوں سے اتحاد کے لئے ہر وقت تیار ہے۔

انہوں نے کہا کہ بھٹو کے خلاف تحریک کے دوران میں قومی اتحاد نے انتخاب، بنیادی حقوق کی بحالی اور نظامِ مصطفےٰ کا وعدہ کیا۔ قومی اتحاد اِقتدار میں جا کر بھی ان کو پورا کرنے میں ناکام رہا ہے اور وہ واپسی کے لئے حیلے تلاش کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دوسری جانب این ڈی پی ان تینوں وعدوں کو نمائندہ حکومت کے ذریعے پورا کرنے کا اعلان کرتی ہے۔

انہوں نے موجودہ حکومت کی جانب سے اسلامی قوانین کے نفاذ کی کوششوں پر اظہارِ خیال کیا اور کہا کہ اسلام صرف عبادات تک محدود نہیں ہے، جبکہ حقوق العباد ادا کرنا اور کرانا ایک اسلامی ریاست کا اوّلین فرض ہے۔

انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی کے ظالمانہ دور میں قوم کو لوٹنے والے اور کروڑوں روپیہ ناجائز ذرائع سے جمع کرنے والوں کو سات سات سال کے لئے نااہل قرار دینا دھاندلی ہے۔ یہ لوگ ۷ رسال بعد سرمایہ کے بل بوتے پر پھر آ جائیں گے۔ احتساب کرنا ہے، تو قومی دولت بھی واپس لی جائے۔

گوجرانوالہ بار میں جناب ارشد میر ایڈووکیٹ کی صدارت میں تقریر کرتے ہوئے، بیگم نسیم ولی خان نے چار قومیتوں کے نعرے کو حقیقت قرار دیا اور کہا کہ چاروں صوبوں کے لوگوں کے درمیان لسانی، معاشرتی، تہذیبی اختلاف موجود ہے اور یہ اختلاف قدرتی ہے، لیکن بعض عناصر اس اختلاف کو اچھال کر ایک ایسا مقصد پورا کرنا چاہتے ہیں جس کا نتیجہ بخیر نہ ہوگا۔ انہوں نے پنجابیوں سے کہا کہ وہ اپنی زبان، بود و باش پر کیوں فخر نہیں کرتے اور کہا کہ میں پشتون ہوں اور اس پر فخر کرتی ہوں۔ انہوں نے چاروں صوبوں کو مختلف پھولوں سے بھی تشبیہ دی۔

بیگم نسیم ولی خاں نے ایک سوال پر کہا کہ این ڈی پی، پیپلز پارٹی اور اشتراکی عناصر کے ساتھ مل کر بھی اتحاد قائم کر سکتی ہے، تاہم انہوں نے وضاحت کی کہ این ڈی پی اپنے منشور اور نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ پر تعاون کے لئے قومی اتحاد کی خواہاں ہے۔

بیگم نسیم ولی خان نے ایک سوال پر کہا کہ اُن کے بزرگوں نے ہندوستان کی جنگِ آزادی میں حصہ لیا اور دو قومی نظریہ کی اس لئے مخالفت کی کہ برطانوی ہندوستان کے گیارہ صوبوں میں سے چھ صوبوں میں مسلمان اقلیت میں تھے اور اُن کی بربادی ہمیں گوارہ نہ تھی۔ مزید کہا کہ جب قیامِ پاکستان کا فیصلہ ہوا، تو باچا خان (اُن کی زبان میں) دستور ساز اسمبلی کے پہلے اجلاس میں کراچی میں ملک سے حلفِ وفاداری اٹھایا۔ انہوں نے کہا کہ دو قومی نظریہ کی مخالفت ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں نے کی تھی، لیکن ہمارے ہی گھرانے کو نشانہ بنایا گیا اور پھر یہ مخالفت تقسیمِ ہند سے قبل تک کی گئی۔

◐ بار کے انتخابات اور برادری سسٹم

◐ این ڈی پی کی پوزیشن کمزور ہے

◐ پگارا گروپ کی سیاست ناولٹی سینما میں

بارش اور دھند میں نہایا ہوا یہ ہفتہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ بار ایسوسی ایشن کے انتخابات ہوئے جو خاصے دلچسپ تھے۔ تحریکِ استقلال کے چودھری حبیب الرحمٰن، مسلم لیگ کی طرف سے چودھری شیر محمد خاں، این۔ڈی۔پی کی طرف سے تاج دین شیخ اور جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے سید شبیر الحسن گیلانی صدارتی اُمیدوار تھے۔ نائب صدر کے لیے مساوات پارٹی کی طرف سے چودھری محمد یونس تھے، جب کہ عطاء اللہ ناگرہ آزاد اُمیدوار تھے۔ سیکرٹری جنرل کے لیے مساوات پارٹی کی طرف سے میاں محمد اقبال تحریکِ استقلال کی طرف سے خلیل احمد چیٹھہ اور آزاد اُمیدوار رانا محمد اصغر تھے، جبکہ فنانس سیکرٹری کے لیے دونوں اُمیدوار مساوات پارٹی کے تھے، جب کہ ایک کا تعلق جٹ برادری سے تھا اور دوسرے کا تعلق آرائیں برادری سے تھا۔ بار ایسوسی ایشن کے انتخابات میں برادری سسٹم کی روایت بہت پرانی ہے۔ اس دفعہ اگرچہ مجموعی طور پر یہ روایت نہ نبھ سکی، مگر جزوی طور پر اس کا یوں استعمال ہوا کہ چودھری حبیب الرحمٰن جو صدارتی اُمیدوار تھے، کا سمجھوتہ مساوات پارٹی کے آرائیں اُمیدوار میاں اقبال سے ہوا۔ ۵۲ ووٹوں کا باہمی تبادلہ ہوا۔ اس اعتبار سے آرائیں اور جاٹوں کا افقی اتحاد تھا۔ چودھری حبیب الرحمٰن ۱۸۲ ووٹ لے کر جیت گئے، شیخ تاج دین اور چودھری صاحب کے بہت سے ووٹ مشترکہ تھے۔ اس سے شیخ تاج دین کو خاصا نقصان ہوا، جب کہ چودھری شیر محمد خاں کی جیت کے سامنے نوجوان وکلاء آئے اور انہوں نے اپنی سپورٹ چودھری حبیب الرحمٰن کے کھاتے میں ڈال دی۔ چودھری شیر محمد نے ۱۴۱، سید شبیر الحسن گیلانی نے ۸۵ اور تاج دین شیخ نے ۷۴ ووٹ حاصل کیے۔ نائب صدر کے صرف دو اُمیدوار تھے۔ چودھری محمد یونس کے لیے بار میں صرف منفی رویہ پایا جاتا ہے، جب کہ عطاء اللہ ناگرہ کا سیاسی اور ذاتی کردار خاموش ہے۔ بار کے وکلاء کی یونس چودھری کے لیے عدم رفاقت کا پورا فائدہ ناگرہ صاحب کو پہنچا۔ حالانکہ ناگرہ صاحب کے اپنے ووٹ اتنے زیادہ نہ تھے۔ اگر تیسرا اُمیدوار ہوتا تو یقیناً محمد یونس کے منفی ووٹ ناگرہ صاحب کو نہ جاتے۔ اس پوزیشن سے فائدہ اُٹھا کر ناگرہ صاحب ۲۷۷ ووٹ لے کر کامیاب ہوئے اور مساوات پارٹی کے محمد یونس کو صرف ۹۹ ووٹ ملے۔ سیکرٹری جنرل کے لیے میاں محمد اقبال کو ۱۹۳ ووٹ ملے اور وہ آرائیوں کی سپورٹ سے جیت گئے، جبکہ محمد خلیل چیٹھہ کو ۱۳۸ اور رانا محمد اصغر کو ۱۳۷ ووٹ ملے۔

بار کے نئے عہدہ داران کی حلف برداری کے بعد بار میں سب سے پہلی سیاسی شخصیت بیگم نسیم ولی خاں کی تھی۔ بیگم صاحبہ کا کھڑپا ڈالہ پر استقبال ہوا اور وہ سیدھی بار روم میں آئیں۔ بیگم صاحبہ کی بار میں آمد اس اعتبار سے انتہائی اہم ہے کہ انہیں سب سے زیادہ سامعین میسر آئے۔ دوسری اہم چیز یہ ہے کہ وکلاء نے ولی خان کے خاندان کو اخلاقی طور پر تسلیم کیا ہے۔ کئی وکلاء نے تبصرہ کیا کہ اس خاندان کی سیاسی پائیداری اور پختگی قابلِ تعریف ہے۔ بیگم نسیم نے خطاب کے دوران میں قومی اتحاد پر سخت تنقید کی۔ انہوں نے کہا کہ ان کی پارٹی نے قومی اتحاد کو نہیں چھوڑا، بلکہ قومی اتحاد نے ان کی پارٹی کو اقتدار کی خاطر چھوڑا تھا، اگر قومی اتحاد آج بھی حکومت سے باہر آجائے تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے۔

این ڈی پی فیصل آباد شروع کی نسبت کافی کمزور ہو چکی ہے۔ بہت سے کارکن ولی خان سے اس لیے مایوس ہو گئے ہیں کہ این ڈی پی میں اب بائیں بازو کا غلبہ ہو گیا ہے جن کی نمائندگی بزنجو کرتا ہے۔ بزنجو کے سیاسی نظریات کو این۔ڈی۔پی کے فعال کارکن برداشت نہ کر سکے اور اب وہ مساوات پارٹی میں ہیں، جب کہ بیگم صاحبہ کے دورہ پر کوئی خاص شخص پارٹی میں شامل نہیں ہوا۔

شاہین عتیق الرحمٰن صدر مسلم لیگ خواتین پنجاب دو روزہ دورہ پر فیصل آباد آئیں۔ میاں اقبال کاسترو کے گھر قیام کیا اور پگارا گروپ کے حق میں خطاب کیا۔ بیگم اقبال کاسترو کے علاوہ پگارا گروپ کے پاس چونکہ اور کوئی نامور خاتون اس شہر میں نہیں، اس لیے شاہین عتیق الرحمٰن نے اپنا خطاب ناولٹی سینما کے مالک چچا اللہ دتہ کے گھر کیا۔ اللہ دتہ کی لڑکی انوری اللہ دتہ کو پگارا گروپ کی خواتین مسلم لیگ کا شہری صدر نامزد کیا۔ دوسرے روز وہ بیگم اقبال کاسترو اور اس نئی نامزد کردہ شہری صدر کو لے کر تحصیل کے دورہ پر چلی گئیں۔ اسی دورہ پر بیگم اقبال کاسترو نے دعویٰ کیا کہ چیٹھہ گروپ کے پاس کوئی نامور خاتون اس شہر میں نہیں۔ اس کے جواب میں مسلم لیگ شہر کے صدر شفیق احمد بٹ، ضلعی صدر سراج الدین ناگرہ، سیکرٹری چودھری مختار احمد اور شیر علی نے چالوس ہوٹل میں ایک پریس کانفرنس کی، جس میں دعویٰ کیا کہ ان کے گروپ کے پاس بیگم شبنم طفیل موجود ہے۔ یاد رہے پہلے یہ صاحبہ شہری صدر تھیں، اب اسے ترقی دے کر اس لیے ضلعی صدر بنا دیا گیا ہے کہ بیگم اقبال کاسترو جو کہ پہلے ضلعی صدر رہے، پگارا گروپ کی نمائندہ بن چکی ہے۔

اس پریس کانفرنس میں رقیہ چودھری، رئیسہ بیگم، سیما قریشی بھی موجود تھیں۔ یہ خواتین ضلعی اور پنجاب کی کونسلر ہیں۔ ادھر انور اللہ دتہ کو شہری صدر بنانے پر خواتین میں یہ تبصرہ ہوا ہے کہ ناولٹی سینما کی جو شہرت اس شہر میں ہے، اس انداز کی سیاست اب پیر پگارا گروپ کے پاس آئے گی۔ ●●

افریقہ اور عرب ممالک جانے کے خواہشمند گھر بیٹھے
بذریعہ خط و کتابت کورس مکمل کرلیں اور خود اعتمادی کے ساتھ
زبان کا مسئلہ حل کرکے باہر روانہ ہوں

پیارے نبیؐ کی پیاری زبان
ڈاکٹر، انجینیر، مکینک، مستری، دفاتر اور بنکوں کے ملازمین کے لیے

عربی خط و کتابت کورس

جدید عربی اڈیشن
عربی خط و کتابت مکمل کورس مع حل و پرچہ جات ۳۰/- روپیہ
عربی خط و کتابت کورس جدید عربی اڈیشن ۴۰/- روپیہ
پراسپیکٹس بلا قیمت
پرنسپل عربی خط و کتابت سکول — فون نمبر ۶۳۵۱۸ / ۶۲۲۳۰
۱۹ ۲۵ ... علامہ اقبال روڈ لاہور

حافظ عبدالخالق

سیاسی رہنما لڈن کو نظر انداز نہ کریں

میاں خورشید انور اخبار نویسی کریں گے

گزشتہ برس کے اختتام اور امسال کے آغاز پر یہاں خاصی سیاسی گہما گہمی رہی۔ جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خان نیازی اور محمد اکبر ساقی نے ضلع کا تفصیلی دورہ کیا۔ تحریکِ استقلال کے سربراہ مسٹر اصغر خان نے مسٹر مشیر پیش امام، محمود علی قصوری، انور علی خان، ممتاز احمد تارڑ اور بابر شاہین کے ہمراہ تین روز انتہائی مصروف گزارے۔ ڈگمگاتی مسلم لیگ کے پرانے پاپی قیوم خان بن بلائے مہمان بننا چاہتے تھے کہ میزبانوں نے ان کی مہمان نوازی سے معذرت کر دی۔ اسی اثنا میں قومی اتحاد کی صوبائی شاخ کے جنرل سیکرٹری مولانا زاہد الراشدی بھی تشریف لائے۔

جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی اینڈ کمپنی نے وہاڑی، میلسی، بوریوالہ، کرم پور اور دیگر مقامات پر پارٹی کارکنوں کے اجتماعات اور شہادتِ حسینؓ کے سلسلے میں منعقدہ جلسوں سے خطاب کیا۔ درباروں پر پھولوں کی چادریں چڑھائیں اور میلاد کی محفلوں میں شرکت کی۔ بورے والا اور میلسی میں اخباری نمائندوں سے گفتگو کے دوران میں انہوں نے اپنا پورا زور موجودہ حکومت کو غیر اخلاقی، غیر قانونی، غیر آئینی اور غیر جمہوری ثابت کرنے پر صرف کیا۔ قومی اتحاد اور خصوصاً جماعتِ اسلامی پر پینترے بدل بدل کر حملے کیے۔

وہاڑی میں حسبِ توقع وہ شہر کے معروف آڑھتی اور سرمایہ دار صوفی محمد طفیل کے مہمان بنے۔ نورانی میاں کے اس دورے کے دوران میں سب سے زیادہ اہمیت ان کے لُڈن کے جلسے کو دی گئی۔ وہ اس لیے کہ لڈن ممتاز دولتانہ کا آبائی گاؤں ہے اور دولتانہ خاندان اسے جاگیر سمجھتا ہے۔ مارچ ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات کی انتخابی مہم کے دوران میں لُڈن میں مولانا شاہ احمد نورانی پر حملہ ہوا، جس سے انہیں چوٹیں آئیں اور قومی اتحاد کے متعدد کارکن شدید زخمی ہوئے۔ اس واقعے کے پیشِ نظر جمعیت نے اپنا تمام زور اس جلسے کو کامیاب بنانے پر صرف کیا۔ اس جلسے کی کامیابی نے دیگر لیڈروں کی راہ ہموار کر دی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لُڈن کے عوام میں سیاسی بیداری آ چکی ہے اور وہ تبدیلی کے خواہاں ہیں۔ ممتاز دولتانہ کے چچازاد بھائی اللہ یار خان دولتانہ کی جمعیت میں شمولیت کے بعد نورانی میاں کی پوزیشن خاصی مستحکم نظر آتی ہے۔ جمعیت کے صوفی محمد طفیل مارچ اور اکتوبر کے عام انتخابات میں قومی اتحاد کی طرف سے قومی اسمبلی کے امیدوار تھے اور اتحاد نے اپنی تمام قوتیں اس علاقہ کو "سر" کرنے پر صرف کیں۔ اگر قومی رہنما ضلع وہاڑی میں آمد کے موقع پر لُڈن کو نظر انداز نہ کریں تو دولتانوں کی سیاسی زندگی میں جو تھوڑے بہت سانس باقی ہیں، جلد ختم ہو جائیں گے۔

تحریکِ استقلال کے سربراہ ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان نے ٹبہ سلطان پور کے مقام سے اپنے تین روزہ دورہ کا آغاز کیا۔ پروگرام کے مطابق انہوں نے ٹبہ سلطان پور، دوکوٹہ، میلسی، کرم پور، موضع دھلو، وہاڑی، ماچھیانوالہ، لڈن، بورے والا، ماناموڑ اور گگو منڈی میں عوامی اجتماعات سے خطاب کیا۔ تحریک کے رہنماؤں نے اپنی تقاریر میں موجودہ حکومت اور جماعتِ اسلامی پر شدید نکتہ چینی کی۔ انہوں نے گلہ کیا کہ ہمیں ریڈیو اور ٹی وی پر اپنا نقطۂ نظر بیان کرنے کی اجازت نہیں دی جا رہی، جب کہ حکومت میں شامل سیاسی جماعتیں سرکاری ذرائع سے اپنا کام کر رہی ہیں —— ایئر مارشل کی تقریروں میں ہم نے ایک بات خاص طور پر نوٹ کی۔ انہوں نے اپنی تقاریر میں مولانا شاہ احمد نورانی کا کسی نہ کسی طریقے سے اچھے انداز میں ذکر کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اندرونِ خانہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔ تحریکِ استقلال کی اس وقت ہر ممکن کوشش یہ ہے کہ پیپلز پارٹی کے افراد اپنے "کروڑوں" ساتھیوں سمیت ایئر مارشل کی "ولولہ انگیز قیادت" پر اعتماد کا اظہار کر دیں۔ اگر ایسا ہو جاتا ہے تو تحریک یہ سمجھتی ہے کہ انہیں کسی سمجھوتے کی ضرورت نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ خان صاحب جمعیت اور پیر صاحب کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتے، تاکہ مطلوبہ نتائج برآمد ہونے کی صورت میں "نظریۂ پاکستان کی حامی" جماعتوں کا اتحاد قائم کرنے میں مشکلات نہ رہیں۔ تاہم اخبار نویسوں سے ملاقات کے دوران میں انہوں نے کسی سمجھوتے کو خارج از امکان قرار دیا اور کہا کہ "مولانا نورانی ہمارے دوست ہیں، دعاگو ہیں، پرانے مہربان ہیں اور پیر صاحب کی میں نے ابھی بیعت نہیں کی"۔

وہاڑی بار ایسوسی ایشن میں ارکان سے گفتگو کے دوران میں انہوں نے اپنی قومی اتحاد سے علیحدگی کی وجہ نوابزادہ نصر اللہ خان کا حُقہ قرار دیا۔

ایئر مارشل نے اپنی تقاریر میں خصوصاً یہ احتیاط برتی کہ پی پی کے کارکن ان کی تقاریر سے خوش نہ ہوں، تو ناراض بھی نہ ہو جائیں۔ اپنے اس دورے میں انہوں نے لڈن کو بھی شرفِ قبولیت بخشا۔ وہاں کی ۵۷ فیصد پیپلز پارٹی کے عہدیدار تحریک میں شامل ہوئے اور خان صاحب نے بنفسِ نفیس ان کی شمولیت کا خیر مقدم کیا۔ بوریوالہ میں انہوں نے شہیدِ تحریکِ نظامِ مصطفےٰ افتخار احمد کی قبر پر پھولوں کی چادر چڑھائی اور فاتحہ پڑھی۔

تحریک کے سربراہ اپنے اس دورے سے مطمئن نظر آتے تھے۔ ان کے اس تین روزہ دورے کے دوران میں جمعیت علمائے پاکستان کے کارکنان ان کے ہمراہ رہے۔ ضلع وہاڑی میں ہی ایئر مارشل نے اپنے کارکنوں کو ہدایت کی تھی کہ وہ نورانی میاں کے جلسوں کی حفاظت کریں۔ یاد رہے کہ کوٹ ادو میں نورانی میاں نے اپنے جلسے میں قومی اتحاد کے خلاف باتیں کیں، جس سے ہنگامہ ہو گیا تھا۔

قومی اتحاد کی صوبائی شاخ کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی بھی تشریف لائے۔ وہاڑی، میلسی اور بورے والہ میں جمعیت العلمائے اسلام کے کارکنوں اور قومی اتحاد کے عہدیداروں سے گفتگو کی۔ میلسی اور بورے والہ میں پریس کانفرنسیں بھی منعقد کیں اور بار کے ارکان سے مخاطب بھی ہوئے۔ نمائندہ "زندگی" سے ایک ملاقات کے دوران میں انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ تمام عالمِ اسلام کو ایران کے عوام کی جدوجہد کی حمایت کرنا چاہیے، کیونکہ اس کے بغیر اثرات بُرے ہوں گے اور لادینی عناصر کو کھل کھیلنے کا موقع مل جائے گا۔ شریعت بنچوں کی تشکیل کے بارے میں انہوں نے تجویز پیش کی کہ علماء اور وکلاء پر مشتمل "فکری کمیٹیاں" تشکیل دی جائیں جو "ہوم ورک" کریں۔

مسلم لیگ ضلع وہاڑی نے مسلم لیگ کے تینوں دھڑوں کو متحد کرنے کے لیے ایک "صلح کمیٹی" تشکیل دی ہے، جو نچلی سطح سے لیگوں کے اتحاد کی کوششیں شروع کرے گی۔ مسلم لیگ ضلع وہاڑی کے صدر سید شاہد مہدی نسیم اس کمیٹی کے چیئرمین ہیں۔ یہ کمیٹی عنقریب پورے ملک کا دورہ کرنے والی ہے اور ہر سطح پر "صلح کمیٹیاں" تشکیل دینے پر زور دے گی اور کارکنوں کی طرف سے اپنے لیڈروں پر دباؤ ڈالا جائے گا۔ یہ کمیٹی اپنا دورہ مکمل کرنے کے بعد ڈیوس روڈ والے مسلم لیگ ہاؤس میں اپنا کنونشن منعقد کرے گی۔

ممتاز دولتانہ کے سیاسی مزارع اور سند یافتہ نااہل مسٹر خورشید انور اپنی سیاست سے چھٹی کے بعد اخبار نویسی کا سوچ رہے ہیں۔ یہاں سے نکلنے والے واحد ہفتہ وار اخبار "انسانیت" کو انہوں نے خرید لیا ہے۔ اخبار کے پرنٹر اور پبلشر کو برادری کا واسطہ دے کر اپنے ایڈیٹر سے غداری پر مجبور کیا۔ اس وقت ادارے پر میاں صاحب کی برادری کا کنٹرول ہے۔ ڈوری میاں صاحب کے ہاتھ میں ہے اور روزنامہ "مغربی پاکستان" کے نمائندہ مقیم وہاڑی آج کل اس کی ایڈیٹری سنبھالے ہوئے ہیں۔ اخبار کے سابق ایڈیٹر جناب ڈاکٹر نیاز اکمل آج کل اپنا نیا اخبار نکالنے کی پوری جدوجہد میں مصروف ہیں۔ "اخبارِ عوام" کے نام سے انہوں نے ڈیکلریشن کے حصول کے لیے درخواست دے دی ہے۔ مسٹر خورشید انور کا کیس جن دنوں نااہل قرار دینے والے ٹریبونل کے سامنے پیش تھا، وہ ببانگِ دُہل کہتے تھے کہ کچھ نہیں ہوگا، ہمارے مفادات کا تحفظ اوپر سے ہوتا ہے، مگر مثل مشہور ہے کہ سو دن چور کا ایک دن سعد کا۔ سزا مل گئی میاں صاحب کو اپنے گناہوں کی۔ خورشید انور بنیادی طور پر آڑھتی ہیں۔ سیاست میں گئے، تو بھی اس پیشے کو نہ چھوڑا۔ اسمبلی کے ممبران کی آڑھت کر کے وزارت کا کمیشن حاصل کرنا چاہا، مگر بھٹو نے غیر ملکی دورے اور پیپلز ورکس پروگرام کی چیئرمینی پر ٹرخا دیا۔ اب وہ کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو متحرک ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

●●

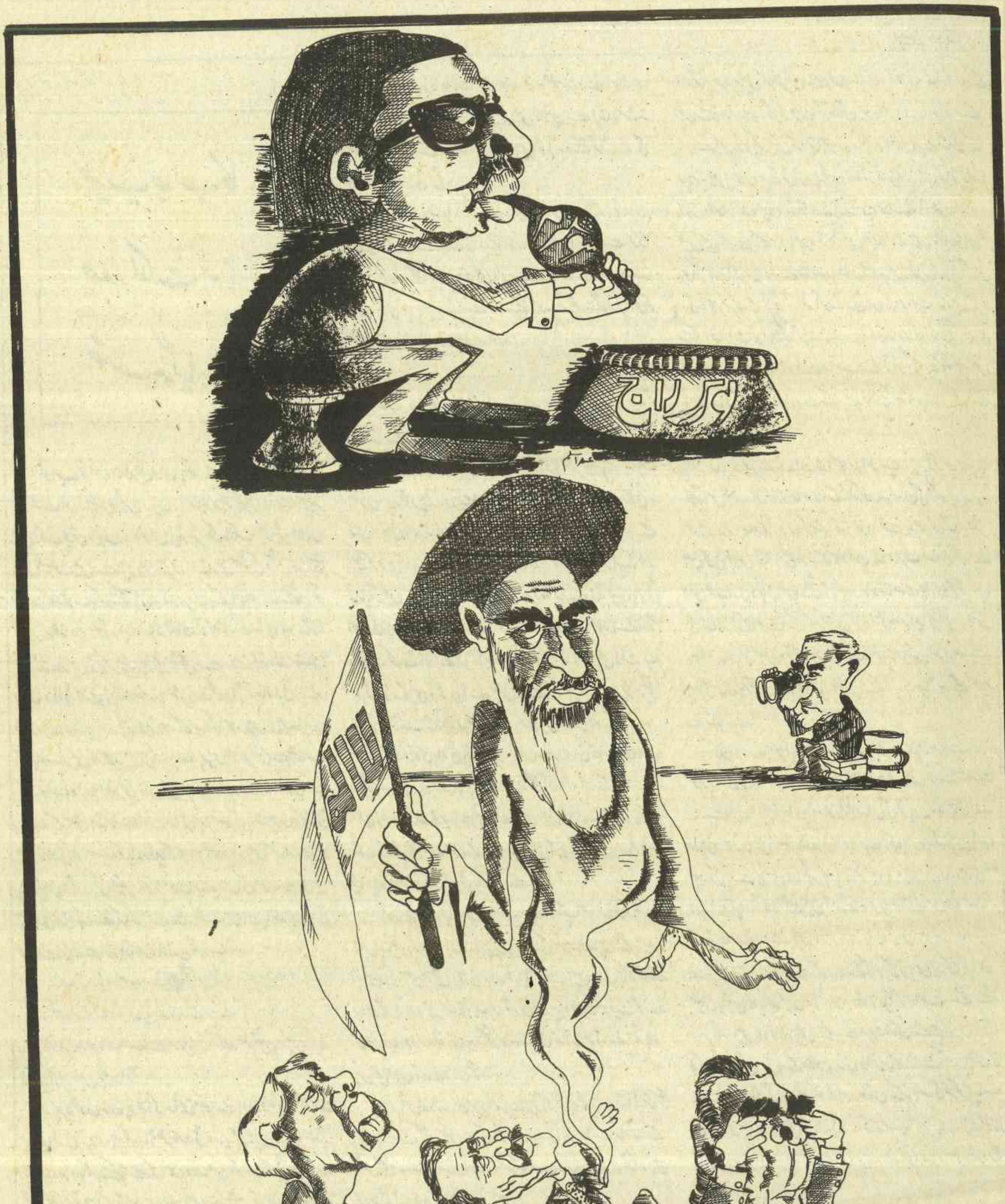
بحران

جیب جالب کا صدرِ مملکت ہونا ٹھہر گیا ہے

نواب زادہ منظر علی خان، پاکستان کے سینیئر صحافی، سینیئر سوشلسٹ اور سینیئر جاگیر دار ہیں، بالفاظِ دیگر ہر طرف سے سینیئر ہیں۔ کھدر پوش، نحیف و ناتواں ایڈیٹر، بلکہ مالک ایڈیٹر۔ وہ ان خوش نصیبوں میں سے ہیں جو مسٹر ذو الفقار علی بھٹو کی دشمنی اور دوستی دونوں کا دعوےٰ کر سکتے ہیں۔ دوسروں کے اخبار میں تھے، تو بھٹو کے خلاف تھے۔ اپنا رسالہ نکالا، تو بھٹو کے حامی ہو گئے۔ بھٹو کے دَور میں ڈیکلریشن بڑی مشکل سے ملتے تھے، گذشتہ دنوں وفاقی وزیرِ اطلاعات ونشریات محمود اعظم فاروقی نے لاہور میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگراموں میں نئی تبدیلیوں کے بارے میں لاہور میں ایک عدد پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ نواب زادہ منظر علی خان بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے پنجاب کے بعض اخبارات اور رسائل پر سنسر کی پابندیوں کے ضمن میں فاروقی صاحب کو یاد دلایا کہ جب بھٹو دور میں "جسارت" پر پابندیاں لگائی گئی تھیں، تو انہوں نے اس کی مخالفت کی تھی۔ فاروقی صاحب نے کہا کہ "جسارت" نے بھی ان پابندیوں کی مخالفت کی ہے اور باقاعدہ اداریہ لکھا ہے۔

"نواب زادہ صاحب نے پوچھا: کب" ؟

کسی نے کہا: "اس پابندی کے وقت "

نواب زادہ صاحب نے فرمایا: "مجھے علم نہیں، مَیں نے وہ اداریہ نہیں پڑھا"۔

پھر انہوں نے پُوچھا کہ سابق حکومت اور موجودہ حکومت میں کیا فرق ہے ؟ محمود اعظم فاروقی وزیر بھی ہیں اور سیاستدان بھی، ورنہ وہ کہہ سکتے تھے کہ اس دَور میں حکومت کوئی اخبار بند کرتی تھی، تو اس کا ترجمان اخبار اس بندش کی حمایت میں اداریہ لکھتا تھا کہ اچھا کیا۔ ہو سکتا ہے کہ منظر علی خاں وہ اداریہ بھی نہ پڑھ سکے ہوں۔

وہ یہ بھی فرق بتا سکتے تھے کہ اس دور میں اخبار نویسوں کو حوالاتوں اور جیلوں میں قالین لانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی، اب ہوتی ہے۔ مثال یہ دی جا سکتی تھی کہ ابھی چند روز پہلے آپ کو گرفتار کیا گیا، تو آپ کی طرف سے عدالت میں درخواست پیش کی گئی تھی کہ حوالات کا فرش ٹھنڈا ہوتا ہے، گھر سے قالین حوالات پہنچانے کی اجازت دی جائے۔ حکومت نے اجازت دے دی تھی اور آپ حوالات میں بھی قالین سے اپنا رشتہ استوار رکھ سکے تھے، جبکہ اُس دور میں خونی رشتے توڑنے کی کوشش کی جاتی تھی۔

بات چونکہ اخبارات کی، ہو رہی تھی اس لیے ہم نے صرف اخباری حوالوں سے بات کی ہے، ورنہ اور بھی بہت سے فرق بیان کئے جا سکتے ہیں۔ وہ بھی اس لیے کہ نواب زادہ صاحب بڑے آدمی ہیں، ہو سکتا ہے کہ اتنے چھوٹے چھوٹے فرق ان کو محسوس ہی نہ ہوتے ہوں۔

ملک کے نامور شاعر و سیاستدان جناب حبیب جالب کو خدا تعالےٰ نے بتا دیا ہے کہ اس ملک کے مسائل حل کرنے کے لیے ان کا (جالب کا) صدرِ مملکت، ہونا ٹھہر گیا ہے، یہ بات انہوں نے خود چند روز پہلے ہمیں لاہور ہائی کورٹ میں. بتائی۔ خان اقبال احمد خان نائب صدر پاکستان بار کونسل اور ہم بیٹھے تھے کہ وہ ہمارے پاس یہ بشارت اور دعوت لے کر آئے اور فرمایا کہ مَیں نے تمہارے چہروں سے پڑھ لیا ہے کہ تم میری پارٹی انقلابی پرولتاری پارٹی سے تعلق رکھتے ہو۔ پھر انہوں نے دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا "آجاؤ! آجاؤ! آجاؤ! ابھی وقت ہے پھر تم آؤ گے بھی تو کوئی آنے نہیں دے گا، سب سیٹیں پُر ہو چکی ہوں گی کہ مُلک کے سب عوام اس پارٹی میں شامل ہو چکے ہیں۔ انقلابی پرولتاری پارٹی ایک بحرِ بیکراں ہے جو ان تمام ندی نالوں (دیگر سیاسی پارٹیوں) کو کھا جائے گا"۔ وہ ذرا رکے اور فرمایا: "آج رات خدا نے یہ بات میرے دل میں ڈالدی ہے کہ اس ملک کے تم ہی صدر بنو گے اور مسائل حل کرو گے۔ مَیں نے پڑھ لیا ہے کہ تم دونوں میری پارٹی سے ہو"۔

ہم نے عرض کیا "خان صاحب سے تو آپ خود معاملہ کر لیں، ہمیں بتائیں کہ صدر بننے کے بعد ہمیں پنجاب کی حکومت دیں گے یا نہیں؟ انہوں نے اسی جوشِ ایمانی سے فرمایا "کیوں نہیں دوں گا اور کسے دوں گا ؟" اور پھر جلدی جلدی فوری طور پر اعلانِ شمولیت کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ دھمکی دے دی کہ "آج نہ آئے، تو پھر مَیں بھی نہیں آنے دوں گا"۔

ہم اُس روز سے سوچ رہے ہیں کہ خواہ مخواہ ہاتھ آئی حکومت پنجاب چھُوٹ گئی۔ حکومت کی حکومت، ہوتی اور جالب صاحب کے شعر بھی ـــــ سُننا پڑتے، مگر کیا کریں داناؤں نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

یہ افسوسناک بلکہ صد افسوسناک خبر تو آپ بھی پڑھ چکے ہونگے کہ گذشتہ دنوں لاہور میں جماعتِ اسلامی کے کارکنوں نے "مساوات پارٹی" کے مرکزی دفتر پر حملہ کیا اور فرنیچر زخمی کر کے چلے گئے۔ انہوں نے پارٹی کا جھنڈا پھاڑا اور رامے صاحب کی تصویر پھاڑ ی، جو قائدِ اعظم کی تصویر کے برابر میں رکھی گئی تھی۔ اس حادثے کے بعد رامے صاحب نے اپنے گھر پر بڑی طویل و عریض اور گرم سرد پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ انہوں نے قرآن کے تین نسخے سامنے رکھ کر فرمایا کہ "ملتان میں انہوں نے نماز کے بارے میں وہ کچھ نہیں کہا تھا جو سب اخبار والوں نے شائع کیا ہے"۔ پھر انہوں نے قرآن پر قسم اُٹھا کر فرمایا کہ "میں نماز پڑھتا ہوں" حالانکہ انہیں یہ بتانے اور قسم اٹھانے کی ضرورت نہیں تھی کہ ان کے دورِ تعمیر و ترقی میں اخبارات میں باقاعدہ اعلان ہوا کرتا تھا کہ آج رامے صاحب فلاں مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کریں گے۔ پھر سرکاری فوٹو گرافر آن ڈیوٹی ان کی حالتِ نماز میں تصاویر بنا کر اخبارات کو مہیا کیا کرتا تھا اور وہ اخبارات کو شائع کرنا ہوتی تھیں۔ ویسے اس روز رامے صاحب نے قرآن کی روشنی میں ثابت کیا کہ جو کوئی دکھاوے کے لیے نماز پڑھتا ہے، اس کے لیے جہنم ہو گی۔

نماز تو خیر بندے اور خدا کا معاملہ ہے، ہم ذکر کر رہے تھے اس عظیم حملے کا جو جماعت کے کارکنوں نے ان کی تصویر پر کیا۔ انہوں نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ "جس وقت یہ حملہ کیا گیا، دفتر میں کوئی نہیں تھا، صبح نو بجے کا وقت تھا، صرف صفائی کرنے والی جمعدارنی وہاں موجود تھی"۔ ہم نے وضاحت چاہی کہ کیا آپ کی جمعدارنی جماعت کے کارکنوں کو جانتی اور پہچانتی تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، تو پھر آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ حملہ جماعتِ اسلامی کے کارکنوں نے کیا تھا۔ انہوں نے "[illegible]ب دیا" یہ مجھے تصویر نے بتایا ہے"۔

ان دنوں پیپلز پارٹی کے ایک پرانے ہمراز جناب مولانا کوثر نیازی بھی جماعتِ اسلامی کے خلاف جنگ میں ان کے شانہ بشانہ لڑ رہے ہیں۔ اصغر خان اور نورانی میاں کی توپوں، زمینی اور فضائی کا رُخ بھی منصورے کی طرف ہے۔ کیا اس جنگ میں آپ سب کی پشت پر کسی جہانگیر کا ہاتھ تو نہیں ؟ ہم نے رامے جی سے دریافت کیا، تو وہ غصّے میں آ گئے۔ ویسے غصّے میں وہ عموماً آتے جاتے رہتے ہیں، اس کا زیادہ خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اپنی پُشت دکھانے کے بجائے کہ دیکھ لو اس پر کوئی ہاتھ نہیں یا کسی کا ہاتھ نہیں، انہوں نے فرمایا کہ جماعت کے جتنے تمام ملک میں ارکان ہیں، میرے صرف ملتان کے جلسے میں اتنے لوگ تھے۔ مَیں اس کے خلاف بڑی طاقت کا ایجنٹ کیوں بنوں گا۔ ہم نے پوچھا کہ کیا یہ حملے کا ڈرامہ ملتان کے جلسہ کی خبر کو چھپانے کے لیے تو نہیں رچایا گیا کہ اس ملک کے سیاسی سٹیج پر ایسے حملوں کی کافی پرانی روایت ہے اور آپ نے بھی ریہرسل شروع کر دی ہو۔

انہوں نے ایک بار پھر غصّے میں آتے ہوئے فرمایا کہ "ہم بے غیرت نہیں ہیں"۔ آپ بھی یہ سُن لیں اور گواہ رہیں کہ رامے صاحب کہتے ہیں "ہم بے غیرت نہیں ہیں" پھر انہوں نے ان حملوں کی وجہ یہ بتائی کہ جماعت والے جانتے ہیں کہ سب لوگ میری طرف آ رہے ہیں۔ وہ ہمیں روک نہیں سکتے، اس لیے حملوں سے روکنا چاہتے ہیں، مگر ہم بھی طاقت رکھتے ہیں اور اگر وہ باز نہ آئے، تو طاقت کا جواب طاقت سے دیا جائے گا۔ ●●

پاک بھارت سرحد پر بکروں کی اسمگلنگ

اصغر خاں تفصیلی دورے کیلیے پَر تول رہے ہیں

بھٹائی کی کچہری سے طلبہ باعزت طور پر بری نکلے

صوبہ سندھ کا سرحدی ضلع تھرپارکر اپنے محل وقوع کے اعتبار سے پاک وہند دونوں ممالک کے لیے اہمیت کا حامل ہے۔ نگرپارکر سے تحصیل کھپرو تک ریگستانی علاقے پر پھیلی ہوئی پاک بھارت سرحد کئی اہم واقعات کا موجب بنتی رہتی ہے۔ حال ہی میں پاک بھارت وفود نے دہلی میں ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں اسمگلنگ کی روک تھام کے لیے مشترکہ اقدامات پر غور بھی کیا ہے۔ سرحدوں پر مختلف چیزوں کی اسمگلنگ مختلف وقتوں میں کم یا زیادہ ہوتی رہی ہے۔ ایوب خان نے اپنے ابتدائی دور میں سرحدوں پر کڑی نگرانی رکھنے کا حکم دیا تھا جس کے نتیجے میں اسمگلنگ تقریباً مکمل طور پر ختم ہوگئی تھی۔

بھٹو حکومت میں سندھ کے سرحدی علاقوں میں اسمگلروں کی سرگرمیاں عروج پر رہیں۔ دن دہاڑے بھارت سے آمد ورفت جاری رہتی تھی۔ یہ سلسلہ ہنوز برقرار ہے۔ آج کل کئی چیزوں کی اسمگلنگ ہوتی ہے۔ ان میں بکروں کی اسمگلنگ قابل ذکر ہے جن کے بدلے سونے کی صورت میں زرِ مبادلہ بھارت بھیجا جاتا ہے۔

۱۹۷۱ء کی جنگ میں تھرپارکر کی پانچ تحصیلوں پر بھارتی فوج نے قبضہ کرلیا تھا اور تھر کے علاقے سے بھارتی مویشی لوٹ کر لے گئے تھے۔ ان مویشیوں کی تعداد لاکھوں تک تھی۔ بھارت میں گوشت بہت کم کھایا جاتا ہے اور وہاں پورے ضلع باڑمیر پر مشتمل وسیع ریگستانی علاقہ موجود ہے، اس لیے مویشی بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔ اسی علاقے سے بکرے اور دُنبے بڑی تعداد میں پاکستان کے اندرونی علاقوں میں لائے جاتے ہیں۔ معتبر ذرائع کے مطابق بھارتی حکومت نے سرحدی محافظوں کو ہدایات دی ہیں کہ بکروں کو پاکستان جانے سے نہ روکا جائے۔ ہمارے اس دعویٰ کی گواہی عمرکوٹ، چھپور، میرپورخاص، دھدرونارو، کھپرو اور نوکوٹ وغیرہ میں بکرا منڈیوں کی وہ ٹیکس سلپیں دیں گی، جو ان منڈیوں میں مویشی لانے پر کاٹی جاتی ہیں۔

محتاط اندازے کے مطابق ہر ماہ بھارت سے پاکستان میں لائے جانے والے مویشیوں کی تعداد ۴۰ ہزار سے متجاوز ہے۔ اگر فی بکرا اوسط قیمت ۳۵۰ روپے لگائی جائے تو ان کی کُل رقم ایک کروڑ چالیس لاکھ روپے بنتی ہے۔

اس سلسلے میں سب سے تشویشناک صورتِ حال یہ ہے کہ بھارت کے وہ اسمگلر تاجر جو بکرے فراہم کرتے ہیں، پاکستانی کرنسی نہیں لیتے اور نہ مال کے بدلے دوسری قسم کا مال قبول کرتے ہیں، بلکہ وہ صرف سونے کی صورت میں بکروں کی قیمت وصول کرتے ہیں۔ اس طرح صرف مویشیوں کی اسمگلنگ کے نتیجے میں ہر ماہ تھرپارکر کے سرحدی علاقے سے ڈیڑھ کروڑ کا سونا بھارت پہنچ رہا ہے۔

اس صورتِ حال کے بارے میں ہماری گفتگو سرحد کے کئی ذمے دار افسران سے ہوئی ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ چونکہ پاکستان میں گوشت زیادہ کھایا جاتا ہے، اگر ہماری ضرورت بھارت سے پوری ہوتی ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ حال ہی میں بھارتی وزیرِ دفاع نے سرحدی علاقوں کا مختصر دورہ بھی کیا تھا۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ انہوں نے وہاں کیا ہدایات دیں۔ بہرحال ان کے دورے کے بعد سرحدوں پر اسمگلنگ میں کمی کے بجائے اضافہ ہوا ہے۔

گزشتہ دنوں بھٹ شاہ میں سندھ کے عظیم صوفی شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی کا عُرس بڑی عقیدت اور احترام کے ساتھ منایا گیا، لیکن اس مرتبہ ادبی مجلس کی روایت قائم نہ رکھی گئی۔ یوں شاہ کے بارے میں تحقیقی مقالے پیش نہ کیے جا سکے۔ شاہ لطیف ادبی مجلس کے سربراہ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ تھے تو وہ شاہ پر ریسرچ کا کام کراتے تھے اور سالانہ عرس پر مقالات پڑھواتے تھے، چونکہ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ اسلام آباد چلے گئے ہیں، اس لیے ماضی کی اس اچھی روایت پر عمل نہ ہوا۔

ادھر عُرس اور میلے کے دوسرے دن بعد ہی بھٹ شاہ میں "یومِ تاج محمد" منایا گیا۔ یہ تقریب آڈیٹوریم میں منعقد ہوئی اور اس میں قوم پرستوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس کے دعوت نامے بھی ایک خاص گروہ کے افراد کو بھیجے گئے۔

حکومت سندھ کو اس بات کا جواب دینا چاہیے کہ علمی حلقوں کو شاہ کے عرس میں عملاً شریک ہونے سے کیوں محروم رکھا گیا؟

کراچی میں جشنِ لطیف

عرس کے موقع پر شاہ لطیف کے بارے میں علمی وادبی مقالات نہ پڑھے جا سکے، لیکن جامعہ کراچی میں اسلامی جمعیت طلبہ نے اس کا اہتمام کردیا۔ جمعیت کی طرف سے پورے صوبہ سندھ کے تعلیمی اداروں میں "ہفتہ شاہ لطیف بھٹائی" منانے کا اعلان کیا گیا تھا۔ جامعہ کراچی کے شعبہ صحافت میں منعقد کئے گئے مذاکرے سے پروفیسر کریم بخش نظامانی، پروفیسر عنایت علی، پروفیسر نواز علی شوق اور ناظم جمعیت محی الدین احمد نے خطاب کیا۔

پروفیسر نواز علی شوق نے شاہ لطیف کو ایک مذہبی شاعر قرار دیا اور کہا کہ ان کے کلام میں قرآن اور حدیث کے حوالے بہت ملتے ہیں۔ پروفیسر عنایت علی نے نوجوانوں پر زور دیا کہ وہ شاہ صاحب کے پیغامِ اخوت کو عام کریں۔ پروفیسر کریم بخش نظامانی نے کہا کہ شاہ کا کلام آفاقی قدروں کا امین ہے، ان کے ہاں جو کردار ملتے ہیں، وہ علامتی قسم کے ہیں۔ مذاکرے کے آخر میں حسب ذیل قرار دادیں منظور کی گئیں۔

- جامعہ کراچی میں شاہ لطیف ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قائم کیا جائے۔
- سندھ ادبی بورڈ حیدرآباد سے مطالبہ کیا گیا کہ علامہ داؤد پوتہ کا مرتب کیا ہوا "شاہ جو رسالو" مجلد شائع کیا جائے۔

حیدرآباد میں ادبی عدالت

گزشتہ ہفتے اسلامی جمعیت طلبہ حیدرآباد کی جانب سے مہران آرٹس کونسل لطیف آباد میں ایک "ادبی عدالت" کا اہتمام کیا گیا۔ اس تقریب کے چیف جسٹس کے فرائض قاضی منور نے ادا کیے جناب

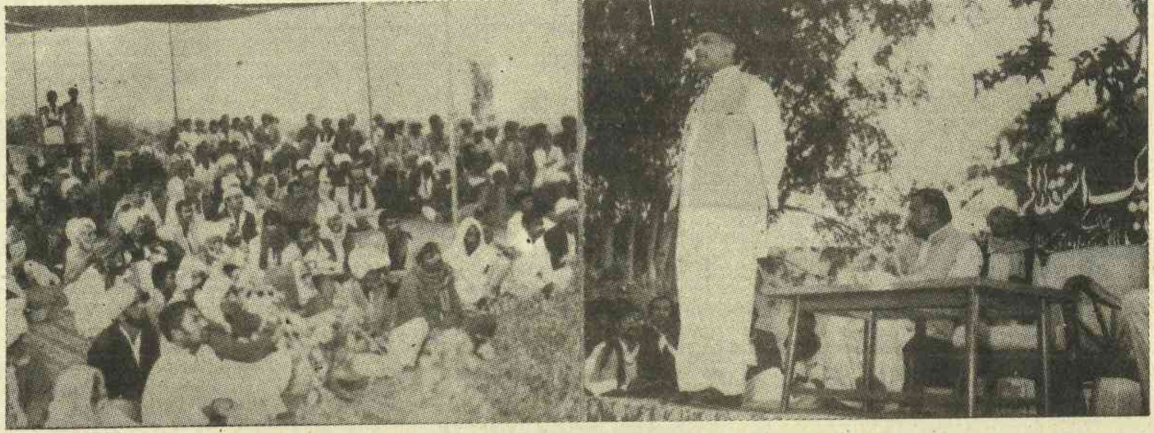

تحریکِ استقلال کے سربراہ (ریٹائرڈ) ایرمارشل اصغرخان دورۂ خیرپور کے دوران تحریک کے کارکنوں سے خطاب کر رہے ہیں۔

اخوند، عابد لغاری، مسعود علی خان اور پیر عبدالرحمٰن جیوری کے اراکین تھے۔ اس ادبی عدالت کا موضوع "طلبہ شاہ لطیف کی عدالت میں" تھا۔

شاہ عبداللطیف کی جانب سے درخواست پیش کی گئی کہ:

• طلبہ نے ان کے کلام کو مسخ کیا ہے۔ اس نے اسلامی اصولوں اور قومی تقاضوں کے پیشِ نظر اپنے کلام کی آبیاری کی تھی، لیکن طلبہ نے اسے اسلام سے دور سمجھا اور اس کے کلام کی اس طرح تشریح کی کہ اس کے آئینے میں وہ دہریہ نظر آنے لگا۔

• ان کے اشعار کا ماخذ قرآن و حدیث تھا، لیکن طلبہ نے اسے لینن اور ماؤ کے خیالات کے رُوپ میں پیش کیا۔

• شاہ صاحب نے ایک مسلم قوم کا تصور پیش کیا، لیکن طلبہ نے ان کے کلام کو قوم پرستی کے رنگ میں ڈھالا۔ وہ سندھ کے بارے میں رحمت کی دعائیں مانگتا رہا اور طلبہ نے سندھ میں بھائی کو بھائی سے لڑایا۔

• شاہ صاحب کا کلام آفاقی تھا، لیکن طلبہ نے اسے صرف سندھ تک محدود کر دیا۔

عدالت نے وکیل استغاثہ اور وکیل صفائی کے دلائل سننے کے بعد کہا کہ طلبہ نے حتی الامکان شاہ لطیف کے کلام کو سمجھنے کی کوشش کی ہے، البتہ کچھ لوگوں نے نوجوانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش بھی کی۔ جیوری نے طلبہ کو باعزت طور پر بری کر دیا۔

اصغرخان کا دورہ سکھر

۱۱ جنوری کو تحریکِ استقلال کے سربراہ ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغرخان تین روزہ دورے پر سکھر پہنچے۔ ان کے ساتھ ان کی بیگم بھی تھیں۔ تحریک کی مرکزی مجلسِ عاملہ کے رکن ڈاکٹر انور پراچہ اور مقامی کارکنوں نے ان کا خیرمقدم کیا۔

۱۲ جنوری کو تحریکِ استقلال کے صوبائی کونسلر محبوب شیخ نے جناب اصغرخان کے اعزاز میں ہوٹل مہران کی چھت پر ایک استقبالیہ دیا۔ استقبالیے میں تحریکِ استقلال خیرپور کے چیئرمین امتیاز حسین بھلپوٹہ، تحریکِ استقلال شکارپور کے چیئرمین قاضی حفیظ الرحمٰن، کراچی کے ڈاکٹر رحیم الحق اور بڑی تعداد میں کارکنوں نے شرکت کی۔ محبوب شیخ نے سپاسنامے میں سکھر کے مسائل پیش کیے اور کہا کہ اس شہر میں صنعتوں کا فقدان ہے۔ بے روزگاری، رہائشی مسائل، نوکرشاہی کا رویہ اور وڈیروں کی زیادتی ایسے مسائل ہیں، لوگ جن سے پریشان ہیں۔

تحریک کے سربراہ نے اپنی تقریر میں قومی اتحاد پر تنقید کی۔

جناب اصغرخان نے مارشل لا کو مزید طول دینے کی کوشش کو ملک کے لیے نقصان دہ قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ فوج کو زیادہ عرصہ سول ایڈمنسٹریشن میں ملوث رکھنا خطرناک ہوگا، کیونکہ فوج کی اصل ذمے داری ملکی سرحدوں کی حفاظت کرنا ہے۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ اس سال انتخابات ضرور ہوں گے۔

اسی روز بیگم اصغرخان نے ڈاکٹر انور پراچہ کی قیام گاہ پر تحریک کی خواتین کارکنوں سے خطاب کیا۔ انہوں نے خواتین کو ملکی ترقی میں ساتھ لے کر چلنے کی ضرورت پر روشنی ڈالی۔

خیرپور

۱۳ جنوری کو جناب اصغرخان امتیاز حسین بھلپوٹہ کی دعوت پر ۱/۲ ۲ بجے دن خیرپور پہنچے۔ وہاں کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ تحریک ملک کے فرسودہ انتظامی ڈھانچے میں انقلابی تبدیلی لائے گی، کیونکہ موجودہ افسرشاہی نظام کسی بھی آزاد ملک میں کامیاب نہیں ہو سکتا اور نہ اس طرح عوام کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ موجودہ کمشنر، ڈپٹی کمشنر، اسسٹنٹ کمشنر اور تحصیل دار عوام کی کوئی خدمت نہیں کر رہے اور کئی ایسی جگہیں ہیں جہاں کے باشندوں نے اپنے علاقے کے ڈپٹی کمشنر تک کو نہیں دیکھا۔ یہ پوسٹیں ہم ختم کر دیں گے اور کمشنروں، ڈپٹی کمشنروں، اسسٹنٹ کمشنروں اور تحصیل داروں کو کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پرنسپل اور پروفیسر بنا دیں گے۔ نیز مقامی سطح سے پنچائت سسٹم رائج کریں گے۔ جناب اصغرخان نے مسائل کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے ہاں سیم و تھور اس قدر تیزی سے پھیل رہی ہے کہ ہر گھنٹے میں ملک کے کسی نہ کسی حصے میں ایک ایکڑ زمین ضائع ہو رہی ہے اور پیداوار میں دن بدن کمی آ رہی ہے۔ اس لیے خدشہ ہے کہ اگر زرعی شعبے کی سمت خصوصی توجہ نہ دی گئی تو چار پانچ سال بعد ملک میں قحط پڑ جائے گا۔

اس موقع پر امتیاز حسین بھلپوٹہ نے خیرپور کے مسائل کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ڈویژنل ہیڈکوارٹر کی منتقلی خیرپور کے عوام کا بنیادی مسئلہ ہے۔ انہوں نے صنعتوں کی تباہی اور دیہاتوں میں چوریوں کی وارداتوں میں تشویش ناک اضافے جیسے مسائل کا تفصیلی جائزہ پیش کیا۔

جناب اصغرخان نے کارکنوں سے کہا کہ میں ہر علاقے کا دورہ کرنے کے بعد جنرل محمد ضیاء الحق کو اس علاقے کے مسائل کے بارے میں ایک خط لکھا کرتا ہوں اور اب تک میں نے قریباً ۴۰ خطوط بھیجے لیکن ایک بھی خط کا جواب دینے کی زحمت گوارا نہ کی گئی۔

جناب اصغرخان نے سکھر اور خیرپور کے صحافیوں سے بھی مختلف اوقات میں ملاقاتیں کیں۔ تاہم جماعتِ اسلامی اور پیپلز پارٹی کے بارے میں پوچھے گئے کسی بھی سوال کا جواب نہ دیا اور کسی تیسرے اتحاد کے امکان کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے اس بارے میں نہیں سوچا۔

تحریک کے سربراہ کے اس دورے کے بعد تحریک کے کارکن اپنے اندر مزید حوصلہ پا رہے ہیں اور تحریک کے انقلابی منشور کی باتیں جگہ جگہ کرتے نظر آتے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ تحریک کے سربراہ بہت جلد سندھ پر خصوصی توجہ مرکوز کریں گے۔ ۱۰ فروری سے تفصیلی دورے کا پروگرام بھی بنایا جا رہا ہے۔

●●

ایک ایسے شخص کے تجربات جو ۴۰ سال کی عمر میں ۷۰ سال کا بوڑھا لگتا تھا، لیکن پھر ۷۰ سال کی عمر کو پہنچ کر بھی جوان نظر آتا تھا۔

از: حکیم اقبال حسین ایم اے

چھٹا ایڈیشن : رنگین سرورق

بڑھاپا

اور

اُس کا سدّباب

قیمت: ۴ روپے

• اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ بڑھاپے کو کیسے روکا جا سکتا ہے۔
• ورزشوں کا بہترین کورس بچوں، جوانوں، اور بوڑھوں کے لیے یکساں مفید۔

مکتبۂ اردو ڈائجسٹ سمن آباد لاہور

موسیٰ بھٹو

سندھ کا پریس بھٹو کے حق میں کام کر رہا ہے

اُردو اور سندھی اخبارات و رسائل کا جائزہ

سندھ کا پریس اردو اور سندھی دونوں زبانوں پر مشتمل ہے، اردو زبان میں نکلنے والے تمام اخبارات کا تعلق کراچی سے ہے اور یہ اخبارات قومی نوعیت کے حامل ہیں، جبکہ سندھی زبان میں نکلنے والے اخبارات حیدر آباد، کراچی اور سکھر سے شائع ہو رہے ہیں، ان اخبارات میں "ہلالِ پاکستان" کراچی، "عبرت" حیدر آباد، "آفتاب" حیدر آباد، "سندھ نیوز" حیدر آباد "مہران" حیدر آباد، "نجات" سکھر یہ باقاعدہ ڈیلی اخبارات ہیں۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ آج کے دَور میں لوگوں کے اذہان کو بنانے اور بگاڑنے اور سیاسی پارٹیوں یا شخصیتوں کے متعلق ہمدردی پیدا کرنے کے سلسلے میں اخبارات جو رول ادا کرتے ہیں، وہ ایک اہم رول ہے، آیئے اس سلسلے میں پریس کا تفصیلی جائزہ لیں۔

اس وقت سندھی پریس میں سوائے روزنامہ "مہران" کے باقی تمام اخبارات کی ہمدردی بھٹو کی ذات، پیپلز پارٹی یا سندھی حکومت کے ساتھ ہے۔

روزنامہ "آفتاب" کے ایڈیٹر شیخ علی محمد ابتدا میں بھٹو صاحب کے ذاتی اخبار "ہلالِ پاکستان" کے ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کر چکے ہیں۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے دوران میں شیخ صاحب نے "ہلال پاکستان" کے ذریعے بھٹو صاحب اور پیپلز پارٹی کے لیے بے پناہ کام کیا۔ سوشلزم کے حق میں مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا اور بھٹو کے مخالفین کے لیے انہوں نے ہر قسم کا اندازِ بیان اختیار کیا، لیکن بھٹو صاحب کے اقتدار پر فائز ہونے کے سال ڈیڑھ کے اندر شیخ صاحب میر برادران سے وابستگی رکھنے کی بنار پر بھٹو صاحب کے عتاب کا شکار بنے، چنانچہ انہیں ہلالِ پاکستان سے علیٰحدہ ہونا پڑا۔ اس کے بعد انہوں نے میر برادران کے تعاون سے "آفتاب" کے نام سے حیدر آباد سے اخبار نکالا۔ بھٹو کے پورے دورِ اقتدار میں "آفتاب" کی پالیسی اگرچہ مجموعی طور پر بھٹو صاحب کے حق میں رہی، لیکن وہ کبھی کبھار میر برادران کے بیانات کو شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کرتے تھے، چنانچہ بھٹو صاحب کو میر برادران کا امیج بنانے کی یہ پالیسی پسند نہیں آئی اور ان کے اشتہارات بند کر دیئے گئے۔

میر برادران کو کوریج دینے کے علاوہ سندھ کے حالات کے بارے میں اخبار کی جو پالیسی ہے وہ یہ ہے کہ ان افراد کو زیادہ اہمیت دی جائے جو سندھ کے حقوق و مسائل کو اٹھاتے ہیں اور جو چار قومیتوں کے فلسفے اور صوبائی خود مختاری وغیرہ کے علمبردار ہیں۔ موجودہ حالات میں یہ اخبار قومی اتحاد کی خبریں بھی شائع کرتا ہے، کیونکہ قومی اتحاد حکومت میں شامل ہے۔

> **سندھی پریس**
>
> **علاقائیت کو ہوا**
>
> **دیتا ہے۔**

لیکن اخبار کے ایڈیٹر کے نزدیک چونکہ قومی اتحاد کی پالیسیوں میں علاقائی مسائل اور حقوق سے زیادہ مذہبی رنگ غالب ہے اور زیادہ مذہبیت سے اخبار کا ایڈیٹر الرجک ہے، اس لیے وہ ذہنی طور پر قومی اتحاد کا امیج بنانے کے حق میں نہیں ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ اگر موجودہ حالات تبدیل ہوئے، تو نئے حالات میں اخبار کی پالیسی میں علاقائی رنگ غالب آ جائے گا، کیونکہ شیخ صاحب خود ذہنی طور پر ایک سندھی نیشنلسٹ کی حیثیت سے نہ صرف معروف ہیں، بلکہ ان کے نزدیک سندھی نیشنلسٹ ہونا حالات کا تقاضا ہے۔ اس کے بغیر آنے والے دَور میں نہ اخبار چل سکتا ہے اور نہ سندھ کو اس کے جائز حقوق حاصل ہو سکتے ہیں۔

ویسے شیخ صاحب ذاتی طور پر ملنے ملانے کے اعتبار سے بہت ملنسار اور خوش اخلاق واقع ہوئے ہیں، ان میں عام صحافیوں کی طرح انانیت اور فخر و غرور کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔

جہاں تک "آفتاب" کی سرکولیشن کا تعلق ہے، تو اخبار کی سرکولیشن خاصی محدود ہے، اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اخبار کی طباعت اور سیٹنگ کا نظام بہتر نہیں ہے۔

اب آیئے روزنامہ "مہران" کی طرف۔

"مہران" اپریل ۱۹۵۶ء میں مولانا خیر محمد نظامانی کی ادارت میں نکلنا شروع ہوا۔ مولانا خیر محمد نظامانی کی صحافتی حیثیت اتنی بلند ہے کہ وہ اپنے کردار اور قلم میں سندھ کے مولانا ظفر علیخان شمار ہوتے ہیں۔ سندھی زبان نے گذشتہ چالیس سال میں ان جیسا جرّی، بے باک اور بہترین صحافی پیدا نہیں کیا۔ ان کو نظم و نثر پر ایسا عبور حاصل ہے کہ الفاظ ان کے سامنے لونڈی کی حیثیت رکھتے ہیں کہ ان کو جہاں چاہیں استعمال کریں، انہوں نے پوری زندگی تحریری، تقریری اور عملی جہاد میں گزاری ہے، اس وقت وہ عمر کے آخری مراحل سے گزر رہے ہیں اور اُن کی دونوں آنکھوں کی روشنی ضائع ہو چکی ہے۔ مولانا نظامانی کے بعد اپریل ۱۹۵۸ء میں سید سردار علی شاہ "مہران" کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ دراصل یہ اخبار شروع سے پیر صاحب پگاڑو کی ذاتی ملکیت ہے۔

۲۲ مارچ ۱۹۶۳ء تک "مہران" کراچی سے نکلتا رہا۔ مارچ ۶۳ء کے آخر میں "مہران" حیدر آباد سے نکلنا شروع ہوا۔ اس زمانے میں شیخ ایاز اینڈ کمپنی نے سندھی ادب میں الحاد، دہریت اور مذہب دشمنی کا طوفانِ بدتمیزی شروع کر دیا تھا، باقی اخبارات نے مذہب دشمنی کی اس تحریک کا اس لیے کوئی نوٹس نہیں لیا کہ ان کے ذہنوں پر اسلام کے نظریاتی پہلو کے مقابلے میں مفاد پرستی کا جذبہ غالب تھا، چنانچہ سید سردار علی شاہ نے ملحدین کے اس گروپ کے خلاف جدوجہد کا اعلان کیا۔ یہ جدّوجہد ۶۳ء سے ۶۷ء تک جاری رہی۔ اس دوران میں شاہ صاحب نے سندھ کے تمام

اسلام دوست ادیبوں کو منظم کیا اور پورا اخبار خبروں سے لے کر مضامین اور اشعار تک مثبت ادب اور ملحدین کے الزامات کے جوابات پر مشتمل ہوتا تھا۔ ملحدوں کے خلاف اس مہم میں شاہ صاحب کے خلاف کئی طرف سے محاذ کھولے گئے۔ دباؤ اور دھونس کے علاوہ شاہ صاحب پر بیک وقت کئی مقامات پر مقدّمات قائم کئے گئے، لیکن شاہ صاحب نے اپنی راہ نہیں چھوڑی، ملحدین کے خلاف اس مہم کے بعد شاہ صاحب نے ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے دوران میں اور اس کے بعد بھی بھٹو کو بے نقاب کرنے کے لیے اپنے اخبار کو وقف کر دیا تھا۔ بھٹو کے خلاف اردو زبان میں جو کردار "جسارت" نے ادا کیا، وہی کردار سندھی زبان میں "مہران" نے سرانجام دیا۔ اسی جرم میں ۱۹۷۳ء میں "مہران" کو بند اور پریس کو سیل کر دیا گیا اور شاہ صاحب کو تقریباً سوا سال تک جیل کی سلاخوں میں ڈال دیا گیا۔

موجودہ حالات میں "مہران" کی پالیسی وہی ہے جو سابقہ دور میں تھی، یعنی چار قومیتوں اور قوم پرستی کے خلاف جدّوجہد کے ساتھ ساتھ پیپلز پارٹی اور بھٹو کے کردار کی نقاب کشائی۔

اس جدّوجہد میں "مہران" کا کردار قابلِ تعریف ہے، لیکن سندھی رائے عامہ پر "مہران" مؤثر کردار ادا کرنے میں اس لیے کامیاب نہیں ہو سکا ہے کہ "مہران" کی طباعت اور سیٹنگ کا وہ جدید انداز نہیں ہے، جسے "ہلالِ پاکستان"، "عبرت" اور "سندھ نیوز" اپنائے ہوئے ہیں۔ یہ اخبارات آفسیٹ پریس میں تصاویر، ایڈیشن اور نہایت دید و آب کے ساتھ شائع ہوتے ہیں جبکہ "مہران" اب تک اپنے پرانے ڈھنگ سے شائع ہوتا ہے، جس میں نہ تصاویر اور نہ ہی ایڈیشن ہوتا ہے۔ اس کا ایک اہم سبب تو یہ ہے کہ "مہران" کو اب تک مطلوبہ اشتہارات نہ مل سکے۔

"ہلال پاکستان" حیدرآباد کے وکیل عبدالشکور منشی کی سرکردگی میں ۱۹۴۷ء سے حیدرآباد سے شائع ہونا شروع ہوا۔ کبھی باقاعدگی سے نکلتا اور کبھی صرف ڈمی کی صورت میں شائع ہوتا، تاآنکہ پیپلز پارٹی نے ۱۳ اگست ۱۹۶۹ء کو اس اخبار کو خریدا اور پارٹی آرگن کی حیثیت سے حیدرآباد ہی سے اسے نکالنا شروع کیا۔ "ہلال پاکستان" نے ۱۹۶۹ء سے لے کر بھٹو کے دورِ اقتدار تک لوگوں کے اذہان کو بنانے میں سب سے زیادہ کردار ادا کیا ہے۔ خاص طور پر ۱۹۷۲ء سے اگست ۱۹۷۷ء تک کے دوران میں اس اخبار کے ایڈیٹر مسٹر سراج الحق میمن نے اخبار کے ذریعے سندھ میں قوم پرستی کا بیج بونے اور نفرت کی دیوار حائل کرنے میں جو کردار ادا کیا ہے، اتنا کردار باقی تمام اخبارات نے مل کر بھی ادا نہیں کیا۔

سراج الحق بنیادی طور پر جی ایم سیّد کی تحریک کے آدمی تھے۔ اب اگرچہ یہ اخبار حکومت کی سرکردگی میں نکل رہا ہے اور محمد ہاشم میمن صاحب اخبار کے ایڈیٹر ہیں، لیکن "ہلال پاکستان" کا پورا عملہ وہی ہے، جسے سراج الحق میمن بھرتی کر چکے تھے۔ اس لیے سرکاری اخبار ہونے کے باوجود اخبار کی مجموعی پالیسی حکومت سے زیادہ پیپلز پارٹی اور بھٹو کے حق میں جا رہی ہے۔

اس وقت "ہلالِ پاکستان" کی سرکولیشن آٹھ دس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ ہلالِ پاکستان سے بھی زیادہ، سب سے زیادہ جس اخبار کی سرکولیشن ہے، وہ "عبرت" ہے۔ "عبرت" ابتدا میں ہفت روزہ رسالہ کی صورت میں شائع ہوتا تھا اور محمد عثمان ڈیپلائی کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ ۱۹۶۰ء میں قاضی محمد اکبر صاحب نے ڈیپلائی صاحب سے "عبرت" خرید لیا اور روزنامہ کا ڈیکلریشن حاصل کر کے شائع کیا۔ ۱۹۶۰ء سے اب تک یہ اخبار شائع ہو رہا ہے۔ "عبرت" کو اس کے طریقہ کار، پالیسی اور اخبار کی سیٹنگ میں سندھی زبان کا "جنگ" تصور کیا جاتا ہے، چونکہ "جنگ" قومی اخبار ہے، اس لیے اس کی سرکولیشن سوا لاکھ سے کم نہیں ہے، لیکن "عبرت" کی سرکولیشن اندرونِ سندھ کی آبادی کے اعتبار سے مناسب سرکولیشن ہے اور یہ سرکولیشن دس سے ۱۵ ہزار کے درمیان ہے۔ اگرچہ "عبرت" کی پالیسی حالات کے بدلنے کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے، لیکن سندھی قومیت کے بارے میں اس کی پالیسی واضح ہے اور وہ یہ ہے کہ ان افراد کو اہمیت دی جائے جو جرأت کے ساتھ سندھ کے حقوق کے ساتھ سندھی قومیت کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔

اس وقت "عبرت" اشتہارات حاصل کرنے کے لیے ایک طرف حکومت کی خوشنودی کی کوشش میں مصروف ہے تو دوسری طرف وہ بھٹو اور پیپلز پارٹی کو "مساوات"، "امن" اور "صداقت" کی طرح شہ سرخیوں کے ساتھ کوریج دے رہا ہے۔ قومی اتحاد کے وزیروں اور حکومت کی خبریں بھی دے رہا ہے، لیکن ان کی حیثیت ثانوی ہے۔

اندرونِ سندھ لوگ بھٹو اور پیپلز پارٹی کی خبریں پڑھنے کے لیے "عبرت" پڑھتے ہیں۔

یہ اخبار شروع میں قاضی محمد اکبر صاحب کا تھا، لیکن قاضی صاحب نے اسے اپنے بھائی قاضی عابد کے حوالے کر دیا ہے اور قاضی محمد اکبر خود "سندھ نیوز" کے نام سے اخبار چلا رہے ہیں۔ سندھ نیوز کا آغاز بھٹو صاحب کے آخری دور میں ہوا اور جناب غلام مصطفےٰ جتوئی نے اس کا سنگِ بنیاد رکھا۔

قاضی اکبر ذہین اور جہاندیدہ سیاست دان ہیں۔ اقتدار سے بھٹو کے ہٹنے کے بعد قاضی اکبر نے محسوس کیا کہ اب بھٹو کا دوبارہ اقتدار پر آنا ممکن نہیں ہے۔ اب نہ فوج اس بات کی متحمل ہے کہ بھٹو صاحب حکومت میں آئیں اور نہ ملک۔ اس سوچ کے بعد "سندھ نیوز" نے اپنی پالیسی ایسی رکھی جس میں فوجی حکومت، قومی اتحاد اور دوسری پارٹیوں کو اہمیت دینے کے ساتھ ساتھ بھٹو صاحب اور پیپلز پارٹی کو بھی کوریج دیا جانے لگا۔

اس وقت اندرونِ سندھ لوگوں کے دباؤ کی وجہ سے اخبار کی پالیسی میں بھٹو صاحب زیادہ نظر آنے لگے ہیں، ویسے قاضی اکبر صاحب حالات کے بدلنے کے ساتھ پالیسی کو بدلنے کے قائل ہیں۔ مفادات سے ہٹ کر اخبار کی کوئی اصولی پالیسی بنانا یہ ان کے مزاج کے منافی ہے۔ باقی جہاں تک روزنامہ "تجارت"، سکھر کی پالیسی کا تعلق ہے، تو یہ اخبار پیپلز پارٹی کا اخبار ہے اور اس کی پالیسی خبروں سے لے کر مضامین تک "مساوات" والی پالیسی ہے۔

●●

HEARING AIDS

اُونچا سُننے والا بہترین آلہ

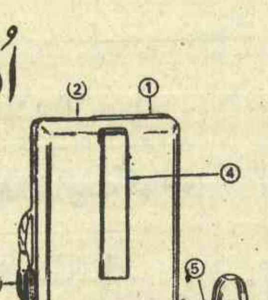

۱- آواز کو اُونچا نیچا کرنے والا بٹن۔
۲- مائیکروفون۔
۳- آلے سے کان تک جانے والی تار۔
۴- کوٹ یا قمیص میں لگانے والا کلپ۔
۵- کان میں آواز پہنچانے والا فون۔

۱- کوٹ یا قمیص میں لگانے والا کلپ۔ ۲- مائیکروفون
۳- آواز کو اونچا نیچے کرنے والا بٹن۔ ۴- آواز کھولنے والا بٹن
۵- ٹیلیفون سننے والا سوئچ۔ ۶- آواز کو حسبِ منشا کرنے والا بٹن
۷- کان میں آواز پہنچانے والا فون
۸- آلے سے کان تک جانے والی تار۔ ۹- بیٹری رکھنے والا خانہ۔

گذشتہ شمارے میں ایم جی کے اشتہار میں ایک آلے کی تصویر چھپی تھی۔ غلطی سے اس کی تفصیلات درج نہ ہو سکیں۔

ایم جی جنرل مرچنٹ ۶۰ شاہراہ قائداعظم لاہور فون ۵۳۳۹۰

میرزا ادیب

اُردو ادب کے تین شریر بچوں نے بڑے بڑوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے

رفیق ڈوگر کی چالیس شرارتیں

یہ مضمون چالیس چہرے کی افتتاحی تقریب میں پڑھا گیا

آج سے صرف چند روز پہلے کی بات ہے کہ ریڈیو سٹیشن کے ایک کمرے میں روزن دیوار والے عطاء الحق قاسمی سے ملاقات ہوگئی۔ فرمانے لگے رفیق ڈوگر کی تازہ تصنیف چالیس چہرے منظر عام پر آگئی ہے۔ آپ بھی اس کی تقریب رونمائی میں اپنی رونمائی کریں اور یہ کہہ کر انہوں نے کتاب میری طرف بڑھا دی۔ میں نے اس اعزاز بخشی پر ان کا شکریہ ادا کیا اور کتاب اپنے بیگ میں ڈال کر گھر پہنچ گیا۔

میری عادت ہے کہ تقریبی کتاب سے ایک ڈیڑھ ہفتہ پہلے سرسری سی ملاقات کر لیتا ہوں۔ اس ملاقات میں ہم ایک دوسرے سے زیادہ کھلتے نہیں ہیں۔ دوسری ملاقات میں ذرا بے تکلفی ہو جاتی ہے اور آہستہ آہستہ یہ ذرا سی بے تکلفی مکمل بے تکلفی میں بدل جاتی ہے اور میں اُن ملاقاتوں کا تاثر قلم بند کر لیتا ہوں۔ یوں میرا مضمون تیار ہو جاتا ہے اور سننے والے سُن لیتے ہیں۔ رفیق ڈوگر کی کتاب پر پہلی نظر ڈالی، تو یک بیک یوں محسوس ہوا جیسے میں چالیس چہروں میں گھر کر رہ گیا ہوں اور ان چہروں نے مجھے اس انداز سے گھور گھور کر دیکھنا شروع کر دیا ہے کہ میری حالت کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ "ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم"

میں نے کتاب تکیے کے نیچے چھپا دی۔ کتاب سے یہ پہلی ملاقات کی روداد تھی۔ دوسری ملاقات میں بھی دل کی دل ہی میں رہی، بات نہ ہونے پائی۔ تیسری بار جرأت کی، تو سارا حوصلہ دھرے کا دھرا رہ گیا۔ ڈرتے ڈرتے ان چہروں پر نگاہ کی جو کتاب کے سرورق پر براجمان ہیں، تو ایسا لگا جیسے کسی ہولناک غار میں اتر گیا ہوں اور اترتا چلا جا رہا ہوں

سوچ لیا کہ قاسمی سے معذرت طلب کر لوں گا کہ میں ان چہروں کی تاب نہیں لا سکتا۔ خاموشی ہی میں بھرم رہ سکتا ہے، مگر معاملہ صرف قاسمی کا نہیں تھا۔ قاسمی کے دائیں بائیں دو ایسے صاحب بھی کھڑے تھے جن سے میں محبت بھی کرتا ہوں اور ڈرتا بھی ہوں۔ یہ تینوں اردو ادب کے تین شریر بچے ہیں جن کی شرارتوں نے بڑے بڑوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے۔

یہ ہیں عطاء الحق قاسمی، رفیق ڈوگر اور جاوید اقبال ہر ایک کا طریقہ واردات اپنا ہے۔ مثلاً قاسمی کے پاس رنگا رنگ غباروں سے بھرا ہوا پٹارا ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اسے جب بھی شرارت کرنی مقصود ہوتی ہیں، تو اپنے کسی غبارے میں اس زور سے ہوا بھرتا ہے کہ غبارہ پھٹ جاتا ہے اور جو شکل بھی اس کی زد میں آتی ہے، وہ ایک بار تو ضرور ہی بوکھلا کر رہ جاتی ہے۔

جاوید اقبال دوسروں کے چہروں پر نقش و نگار بناتے رہتے ہیں، مگر اس نقش و نگار سے چہرے سنورتے کم اور بگڑتے زیادہ ہیں۔

اب رہ گئے شرارتوں کی اس مثلث کے تیسرے ضلعے رفیق ڈوگر، تو یہ حضرت سایے کی طرح سیاستدانوں کے ہمراہ گھومتے پھرتے ہیں۔ انہیں مرزا سودا کی طرح کسی غنچہ کی بھی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ یہ اپنا قلم دان ہمیشہ خود اٹھائے پھرتے ہیں اور جہاں بھی موقعہ پاتے ہیں جو چاہتے ہیں، لکھ دیتے ہیں۔

تو معاملہ ان تینوں کا تھا اور میں ایک عجب کشمکش میں گرفتار تھا۔

کل شام میں اسی کشمکش میں گرفتار تنہا اپنے کمرے میں بیٹھا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

"کون صاحب"! استفسار کیا

"جی میں ہوں"۔ آواز جانی پہچانی نہیں تھی۔ عرض کیا، "آجایئے"۔ اور جو صاحب اندر آئے، وہ میرے لئے بالکل اجنبی تھے۔

عرض کیا۔ "جناب! آپ کی تعریف۔ معاف کیجئے میں آپ کو پہچان نہیں سکا"

بولے۔ "آپ مجھے کیسے پہچان سکتے ہیں۔ آپ کے لئے بالکل اجنبی ہوں اصل میں قصہ یہ ہے کہ آپ ہی میری مشکل حل کر سکتے ہیں۔ میں ایک شخص کی تلاش میں ہوں۔ آپ توجہ کریں، تو میں اُس سے مل سکتا ہوں"

میں نے کہا۔ "جناب! آپ کس کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ فرمایئے میں کیا اور کیسے خدمت کر سکتا ہوں؟

دو تین لمحے خاموش رہنے کے بعد کہنے لگے۔ کیا عرض کروں۔ اُس دن آپ ریڈیو سٹیشن سے نکلے، تو آپ کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔

جی ہاں! وہ کتاب تھی "چالیس چہرے" "مصنفہ رفیق ڈوگر"

بولے۔ "میں جسے تلاش کر رہا ہوں اس کا تعلق چالیس چہروں میں سے ہے۔ آپ میری مدد کیجئے۔ تاعمر احسان مند رہوں گا"

یہ معما میری سمجھ میں نہ آیا۔ آخر سوچ کر میں نے کہا۔ دیکھیے جناب! آپ اس شخص کی تلاش میں ہیں جس کا تعلق ان چالیس چہروں سے ہے میں مشورہ دوں گا کہ آپ براہ راست رفیق ڈوگر سے ملئے، وہ بڑے چہرہ شناس ہیں۔ آپ کے مطلوبہ چہرے کی نشاندہی وہی کر سکتے ہیں میں نہیں کر سکتا۔

قصہ کوتاہ یہ کہ میں نے اور اجنبی نے چالیس چہرے کے مصنف کو باصرار راضی کر لیا کہ وہ اجنبی کو اپنے پہچانے ہوئے چہروں کی وسیع دنیا میں لے جائیں اس طرح ہو سکتا ہے کہ اجنبی اُس شخص کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائے جس کی تلاش میں وہ اس قدر پریشان ہو کر غلط فہمی کی بنا پر میرے غریب خانے پر آنکلا ہے، تو رات کے ابتدائی حصے میں ہماری مہم کا آغاز ہو گیا۔ "ہماری" میں نے اس وجہ سے کہا ہے کہ میں بھی تماشا دیکھنے کی خاطر اس مہم جُو پارٹی میں شامل ہو گیا تھا۔

سب سے پہلے ہم ایک ایسے مقام پر پہنچے، جہاں ایک چٹائی کے اوپر ایک ایسے صاحب بیٹھے تھے جن کی ڈاڑھی ان کے زانو کو چھو رہی تھی اور اور وہ بڑے خضوع و خشوع سے تسبیح پھیر رہے تھے ہمارے راہنما، یعنی رفیق ڈوگر بولے۔

یہ سیاست کے مرد ہوشیار ہیں۔ ایک درویش صفت مسلمان اور پُرسکون سیاست دان ہیں۔ ان کے سر پر کلاہ خسروی رکھ دیں، تو بھی اس میں بوئے سلطانی پیدا ہونے کا خدشہ نہیں ہے۔ آداب سلطانی کی نسبت آداب مسجد کا زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ اقتدار کی نسبت مسجد کی چٹائی سے زیادہ مانوس ہیں۔ مسجد اور چٹائی کی اصلیت سے آگاہ ہیں اور چٹائی کا تقدس اور مرتبہ بحال کرنے کی جدوجہد میں سیاستدانوں کے قافلہ سالار تک بننے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

اجنبی نے اس مُقدّس چہرے کو غور سے دیکھا اور کہنے لگے۔ نہیں صاحب! میں ان کی تلاش میں نہیں آیا۔

یہاں سے ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں ایک صاحب مجمع کے سامنے

کھڑے تھے۔ سر پر ایک فٹ لمبی ٹوپی، ہاتھ میں مائنک۔ ہمارے رہنمار نے ان کا تعارف کرایا۔

یہ صاحب "مارشل لا کا جمہوری بچہ" ہیں۔ سیاست کے ایک بے مثال کھلاڑی ہیں۔ کھیل میں ہر داؤ کھیلتے ہیں۔ ہر داؤ لگاتے ہیں۔ "لڑائی اور محبت میں سب جائز ہے" کا عملی نمونہ جن سے دوست خوف کھاتے ہیں۔ دشمن ڈرتے ہیں۔ پتھر کی طرح سخت، ریشم کی مانند نرم جن کی ہاں میں ہاں اور نہیں میں ہاں کا پہلو نکلتا ہے۔ خوش شکل، خوش لباس اور خوش گفتار۔ ریڈی میڈ بذلہ سنج۔ عوامی مقرر اور ایک مکمل ڈپلومیٹ"۔

اجنبی نے مایوسی کے عالم میں سر ہلا دیا۔ نہیں صاحب! یہ سب کچھ ہیں مگر مطلوبہ شخصیت نہیں ہیں"۔

اب ہمارا رہبر جن بزرگ کے ہاں لے آیا وہ واقعی بڑے بزرگ نظر آتے تھے۔ راہنما کہنے لگے۔

یہ بزرگ ریاست کپور تھلہ کے پہلے مسلمان وکیل تھے۔ "کلا والا" نے کے لئے نکلے اور لاہور جماعت اسلامی کے تاسیسی اجلاس میں پہنچ گئے اور تادم تحریر جماعت اسلامی ہی میں ہیں۔

"توں نہ بدلیوں جٹا، زمانہ بدل گیا"

اجنبی نے بڑے ادب اور احترام سے اس بزرگ کو سلام کیا اور منہ پھیر لیا۔

اس کے بعد ہمارا گزر ایک ایسے بزرگ کے دربار میں ہوا جسے ہمارے رہنما نے پیر سیاست کا نام دیا۔ مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا

یہ صاحب زیادہ پڑھے لکھے ہیں۔ مغربی تعلیم اور مشرقی تہذیب کا حسین امتزاج۔ جمال اور جلال کا مرقع کم گو، کم آمیز اور نیک مزاج۔ یہ صاحب قوم کی پکار پر نکلے ہیں۔

ہمارا رہنما کچھ اور کہنے کے موڈ میں تھا، مگر اجنبی کا چہرہ پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔ نہیں صاحب! یہ وہ نہیں ہیں۔

یہاں سے ہمارا رہنما ہمیں ایک ایسے چہرے سے متعارف کرانے لگا جس کے ڈیلے بڑے خوفناک تھے۔ انہیں دیکھ کر مجھے الف لیلی کی ایک داستان کا وہ جن یاد آگیا جو دریا کے کنارے ایک بوتل میں سے نکلا تھا اور واپس بوتل میں جانے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ان کے چہرے سے اجنبی بھی کچھ خوف زدہ لگتا تھا۔

راہنما بولا۔ یہ ٹھیک ٹھیک نشانے لگانے کے عادی ہوا باز ہیں۔

بالکل ٹھیک ———— میں ان کے سامنے فرطِ عقیدت سے اپنا سر جھکاتا ہوں، مگر مجھے ان کی تلاش نہیں تھی۔ اجنبی نے بے صبری سے کہا۔

اب کے ہمارا رہنما ایک ایسے صاحب کے پاس لے گیا جن کے

آپ نے اتنے سارے چہرے دیکھے ———— پھر بھی وہ چہرہ آپ کو نظر نہیں آیا۔ بڑی حیرت کی بات ہے"۔

وہ بولا

جی ہاں دیکھے ہیں اور غور سے دیکھے ہیں، لیکن مجھے سخت افسوس ہے کہ واقعی وہ چہرہ دکھائی نہیں دیا۔

ہم جس وقت اپنی ناکام مہم کے بعد بازاروں سے گزر رہے تھے تو رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی۔ ہر طرف سناٹا تھا اور ہم خاموشی سے چلے جا رہے تھے۔ یکایک ہم چلتے چلتے رک گئے۔ میرے ذہن میں یہ سوال بُری طرح چبھ رہا تھا کہ آخر یہ اجنبی ڈھونڈ کسے رہا ہے۔ کس کی تلاش

"توں نہ بدلیوں جٹا، زمانہ بدل گیا"

چہرے سے بڑی نرمی اور ملائمت برس رہی تھی۔ ہمارے رہنما نے بتایا کہ یہ سیاست میں شرافت کے نمائندہ ہیں، مگر اجنبی کا چہرہ بدستور مایوس تھا۔

پھر کچھ اور چہروں کا نظارہ کرتے ہوئے ہم ایک ایسے فربہ اندام صاحب کے پاس پہنچ گئے جو "بارہ من کی دھوبن" جیسے دکھائی دے رہے تھے۔

یہ سیاست کے مرد بیمار ہیں اور آج کل سیاسی طور پر زندہ رہنے کی آخری کشمکش میں مبتلا ہیں ———— رہنما نے کہا اور اجنبی کی طرف غور سے دیکھنے لگا، مگر اجنبی کچھ کہے بغیر پلٹ گیا۔

ہماری مہم جاری رہی۔ ہم سیاست کے چودھری کے ہاں گئے۔ ولی عہد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خاموش تماشائی سے ملے۔ فوجدار نیازی سے ملاقات کی۔ آزمودہ فتنہ کے پاس جا کھڑے ہوتے۔ پہلے بیک سنگر کے نغمے سے بھی لذت یاب ہوتے۔ کیلکولیٹنگ مشین کا بھی تماشا دیکھا اور کیا کیا نہ دیکھا، لیکن وہ اجنبی تھا کہ اس کی مایوسی دور ہونے میں آتی ہی نہیں تھی۔

ہم انتالیس چہرے دیکھ چکے تھے اور آخر میں چالیسویں چہرے کے حضور میں کھڑے تھے۔

ہمارا رہنما تھک چکا تھا، تاہم وہ کہنے لگا۔

یہ صاحب جنہیں آپ سلاخوں کے پیچھے دیکھ رہے ہیں ایک جوگی ہیں جو پہاڑ سے نیچے اتر آئے ہیں۔ پاکستان کے ان سیاست دانوں میں سے ہیں جو جمہوریت میں تعلیم سے زیادہ دلچسپی لیتے ہیں، جنہیں کچی عمر میں تعلیم سے دست بردار ہونا پڑا"۔

رہنما کا سلسلہ کلام جاری تھا کہ اجنبی چیخ اٹھا۔

"جناب! آپ بھی مجھ سے دست بردار ہو جائیں یا میں آپ سے دست بردار ہوتا ہوں"۔

میں اور رہنما دونوں حیران ہو گئے۔

وہ کیوں صاحب! میں نے پوچھا۔

اجنبی نے جواباً کہا۔

وہ اس وجہ سے کہ مجھے جس شخص کی تلاش تھی وہ نہیں مل سکا۔

میں نے کہا۔

میں اس قدر حیران و پریشان ہے، چنانچہ میں نے اس سے پوچھا۔

دیکھئے بھائی صاحب! ہماری ساری رات برباد ہو گئی ہے اب آپ یہ تو بتا دیں کہ وہ شخص ہے کون!

"وہ ہیں جی ایک شخص"!

"کون؟"

سنئے حضرات! مجھے اس چالیس چہروں والی کتاب نے دھوکا دیا ہے۔ اجنبی بولا۔

میں نے کہا: چلئے یوں ہی، مگر وہ شخص ———— وہ شخص ہے کون؟

اجنبی نے ایک زوردار آہ بھری اور کہنے لگا۔

"صاحبو! وہ ہے علی بابا۔

یہ الفاظ اس نے اتنی زور سے کہے کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے سر پر بادل گرج رہے اور میں گھبرا گیا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ اب نہ تو اجنبی میرے سامنے کھڑا تھا اور نہ رہنما کے روپ میں رفیق ڈوگر موجود تھے۔ تنہا اپنے کمرے میں بیٹھا تھا اور رفیق ڈوگر کی کتاب میرے سامنے پڑی تھی۔

ارے یہ تو بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی تھی اور یہ سارا واقعہ خواب میں پیش آیا تھا۔

تو حضرات! اس شریر کتاب نے میرے ساتھ جو شرارت کی ہے۔ اس کا حال بلا کم و کاست میں نے بیان کر دیا ہے ———— سوچتا ہوں اب کتاب کے بارے میں بھی کچھ کہنا چاہیئے ———— کہوں تو کیا کہوں فقط یہ کہہ سکتا ہوں کہ رفیق ڈوگر کا یہ دوسرا معرکہ آرا کارنامہ ہے۔ ہزاروں چہرے اس پر جھک جائیں گے اور لاکھوں آنکھیں اسے پڑھ پڑھ کر مسکرا اٹھیں گی اور اس تعداد سے زیادہ دل اس کی روشنی سے جگمگاتے رہیں گے۔

سب سے آخر میں اپنے محترم سامعین اور قارئین سے یہ کہنا ہے کہ یہ کتاب کچھ شریر طبع معلوم ہوتی ہے ———— تنہائی میں اسے گھور گھور مت دیکھئے اور نہ ———— ہو سکتا ہے آپ سے بھی کوئی شرارت کر جائے۔

●●

پاکستان کی سیاست کو سمجھنے کے لیے پاکستانی سیاستدانوں کے خدوخال پہچاننا ضروری ہے

چالیس چہرے

رفیق ڈوگر

چالیس سیاست دانوں کے نوکیلے خاکے

جاوید اقبال کے تیکھے کارٹونوں سے آراستہ

قیمت: ۱۰ روپے

دید شنید پبلی کیشنز

۵۔ شاہراہِ قائدِ اعظم، ریگل لین۔ لاہور

زونل آفس ڈیلی جسارت، فون ۵۴۱۷۳

عظیم سرور

◐ "خبرنامے" کی پیش کش کوئی مجموعی تاثر نہیں چھوڑتی

◐ انگریز کی پیروی میں "موسم کے حال" پر وقت کا ضیاع

◐ کھیل کی خبر ایکشن کے بغیر نہیں سجتی

◐ "ماں" کے ساتھ "تو تو، مَیں مَیں"

پاکستان میں ٹیلی ویژن کو قائم ہوئے چودہ سال ہو گئے ہیں۔ اس عرصے میں پروگراموں کی پروڈکشن کے معیار میں نمایاں ترقی ہوئی ہے۔ ڈراموں کی پیشکش میں نئے نئے تجربے ہوئے۔ تکنیک کے لحاظ سے کامیابیاں بھی حاصل کی گئیں۔ موسیقی کے پروگراموں میں کئی بار جدت پیدا کی گئی۔ کوئزز کے سلسلے میں نت نئے سلسلے شروع ہوئے، لیکن ٹیلی ویژن ایک شعبے میں جہاں پہلے تھا، اب بھی وہیں کھڑا ہے اور یہ شعبہ خبروں کا شعبہ ہے۔ خبروں کی پیش کش کے سلسلے میں اس طویل عرصے میں نہ کوئی تجربہ ہوا، نہ تبدیلی۔ جس انداز سے خبرنامہ پہلے دن پیش ہوتا تھا، اُسی اسٹائل پر آج تک جاری ہے۔

پاکستان شاید دُنیا کا واحد ملک ہے، جہاں ایک خبرنامہ چار اور بعض اوقات چھ نیوز کاسٹر مل کر پڑھتے ہیں۔ یوں خبرنامے کی پیش کش کوئی مجموعی تاثر نہیں چھوڑتی۔ ہمارے خبرنامے پڑھنے والوں کا ٹمپو یوں بھی بہت سُست ہے۔ اس پر راولپنڈی کے نیوز کاسٹروں کی خبروں پر تو یہ گماں ہوتا ہے، گویا وہ کسی کو DICTATION دے رہے ہیں۔

دُنیا کے بہت سے ملکوں میں خبریں سامنے رکھے کاغذوں سے دیکھ کر نہیں، بلکہ اسکرول سے پڑھی جاتی ہیں۔ اِس طریقے پر عمل کر کے حالاتِ حاضرہ کے پروگراموں کے کمپیئر عبارت پڑھتے ہیں، تو یوں اُن میں اور ناظرین میں ایک تعلق محسوس ہوتا ہے، جب کہ نیوز کاسٹر خبریں بتا یا سُنا کر نہیں، بلکہ پڑھ کر چلا جاتا ہے اور ناظرین ایک بے تعلق آدمی کو بوریت کے ساتھ خبریں پڑھتے دیکھتے رہتے ہیں۔

نیوز کاسٹر کو اسکرول کے ذریعے خبریں پڑھنے کی تربیت دینی چاہیئے اور اُن کو ٹمپو تیز کرنے اور CLUE کو جلد پکڑنے کی مشق بھی کرانی چاہیئے۔ یہ بات معمول بنی ہوئی ہے کہ ایک نیوز کاسٹر جب خبر پڑھ چکتا ہے تو دوسرا نیوز کاسٹر سامنے رکھے ہوئے مانیٹر (ٹیلی ویژن سیٹ) پر اپنی تصویر کی آمد کا اِس محویت کے عالم میں منتظر ہوتا ہے کہ اُسے خبریں شروع کرنے میں عام طور پر چار یا پانچ سیکنڈ کا عرصہ لگ جاتا ہے اور ایک بلیٹن میں بار بار یہ بات اضافی اور ناگوار سی محسوس ہوتی ہے۔

خبرنامے کے لیے راولپنڈی، کراچی دونوں جگہ خاصے بھدّے سے سیٹ لگائے گئے ہیں۔ یہ بجا کہ ہر روز خبرنامے کے لیے نیا سیٹ لگانا عیاشی کی حد تک فضول خرچی ہے، لیکن اگر خبرنامے کے پروڈیوسر تکنیک کے تجربے کریں، تو خبرنامے میں کروما تکنیک کو بآسانی استعمال کر سکتے ہیں۔ اِس کے لیے نیوز کاسٹر کے پیچھے ایک اسکرین درکار ہوگا، جس پر ہر خبر کے مطابق اسٹل آ سکتی ہے اور اگر کوئی فلم دکھائی جانی ہے تو فلم کا پہلا فریم اسٹل کر کے اس فریم پر پس منظر میں دکھایا جا سکتا ہے اور جب فلم چلانی مقصود ہو تو نیوز کاسٹر کے بجائے پورے اسکرین پر وہی فلم آ جائے۔ بی بی سی کے خبرناموں میں اس تکنیک کو استعمال کیا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں کروما سسٹم کو اب تک ٹیلی ویژن کے گانوں اور اس کے بعد اسٹیج شو "آپ جناب" میں استعمال کیا گیا تھا۔ یہ فلم کے بیک پروجیکشن کی ترقی یافتہ تکنیک ہے اور اِس کے ذریعے منظر اور پس منظر دونوں کو ملا کر ایک خوشگوار تاثر قائم کیا جاتا ہے۔

انگریز کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنی گفتگو میں موسم کا ذکر ضرور لائے گا۔ اپنی اس عادت کو اُس نے اپنے خبرناموں میں بھی نمایاں جگہ دی ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر ہفتے ہفتے بھر کے لیے موسمی پیشگوئیوں کے پندرہ پندرہ منٹ کے بلیٹن نشر ہوتے ہیں۔ ہم نے بھی انگریز کی طرح فیشن ایبل بننے کی کوشش کی ہے اور موسم کی خبروں کو خاصی اہمیت دی ہے، لیکن موسم کی خبروں کے دو ڈھائی منٹ روزانہ بےکار ہی جاتے ہیں۔ موسم کی پیش گوئی، برساتوں کے موسم میں کہیں کہیں گرج چمک کا امکان ہے اور عام موسموں میں مطلع خشک رہے گا، تک محدود رہتی ہے۔ محکمہ موسمیات ٹیلی ویژن کو ایک سائیکلو اسٹائل کیا ہوا فارم نئی تاریخ ڈال کر دے دیتا ہے اور ٹیلی ویژن اُسے گرماگرم خبر کی طرح بڑی گھن گرج کے ساتھ نشر کر دیتا ہے۔

خبرنامے میں کھیلوں کی خبروں میں کراچی، لاہور اور راولپنڈی کے کئی اہم فٹ بال اور ہاکی میچ صرف چار سطروں کی خبر تک محدود رہتے ہیں، حالانکہ کھیل کی خبر ایکشن کے بغیر سجتی ہی نہیں۔ پریس کانفرنسوں کے علاوہ ایک کیمرہ مین اور رپورٹر کھیلوں کے لیے بھی وقف ہونا چاہیئے۔

اندازِ گفتگو کیا ہے؟

ٹیلی ویژن کے کئی ڈراموں میں کردار جس طرح کی زبان استعمال کرتے ہیں۔ وہ زبان ہمارے معاشرے پر اثر انداز ہوتی ہے، چونکہ ہمارا معاشرہ کم تعلیم یافتہ اور کم ترقی یافتہ ہے، اس لیے اچھی زبان کے ساتھ ساتھ معاشرے کے طبقے بُری زبان بھی استعمال کرتے ہیں اور ٹیلی ویژن کو اعلیٰ ذریعۂ ابلاغ ہونے کی بنا پر غیر شعوری طور پر سند مانتے ہیں۔

ایک اسلامی معاشرے میں ماں کی بہت زیادہ عزّت و تکریم کی جاتی ہے، لیکن اُن رجعت پسند ادیبوں نے اپنے ناموں کے ساتھ "ترقی پسند" کا ٹھپہ لگا کر اپنے افسانوں میں بیٹے کے ذریعہ ماں سے تُو تکار کر کے گفتگو کی۔ یہی انداز فلموں میں بھی آیا اور ماں کے ساتھ اِس قسم کے ڈائیلاگ بولتا نظر آیا۔

"تُو کیا کر رہی ہے ماں؟"

"تیرا تو دماغ چل گیا ہے ماں۔"

"ماں مجھے بھوک لگی ہے اور تُو باتیں بنا رہی ہے۔"

پچھلے دنوں لاہور سے "ایک حقیقت ایک فسانہ" کے سلسلے میں ایک ڈرامہ نشر ہوا۔ یہ قیامِ پاکستان کے وقت ایک باپ کے اپنے بچے سے بچھڑ جانے کی داستان ہے۔ اس ڈرامے کا مرکزی کردار جوان ہو جاتا ہے۔ یہ ایک نیک اور ذمّے دار شخصیت کا مالک نوجوان ہے۔ ایسا نوجوان ماں سے پورے خلوص سے "تُو کیا کر رہی ہے" کے انداز میں گفتگو کرتا ہے۔

اِسی طرح کوئٹہ اسٹیشن سے نشر ہونے والی سیریز "ماں" کے ذریعے بھی ملک کے تمام بچوں اور نوجوانوں کے لاشعور میں یہ بات بٹھائی گئی کہ ماں کے ساتھ تُو کر کے ہی گفتگو کرنا احسن ہے، کیونکہ ایک اعلیٰ ذریعۂ ابلاغ نے ایسا ہی دکھایا ہے۔

••

فلمی صنعت کے نمائندوں کی صدرِ مملکت سے ملاقات

کیا گھٹیا، فحش اور غیر معیاری فلموں سے نجات مل سکے گی

بُحران اور نئی فلم پالیسی

فلمی صنعت کے بحران کو ختم کرنے کے سلسلے میں کئی ماہ سے کوششیں کی جارہی تھیں اور یہ کوششیں مثبت نتائج سے محروم تھیں، لیکن گزشتہ چند دنوں میں جو پیش رفت ہوئی ہے، وہ خاصی خوش آئند ہے اور امید کی جاتی ہے کہ فلم جیسے موثر ترین ذریعۂ ابلاغ کے بہترین استعمال اور فلمی صنعت کے موجودہ بحران کو ختم کرنے کے سلسلے میں حکومت کی نئی فلم پالیسی بہت کار آمد ثابت ہوگی۔ نئی فلم پالیسی تیزی سے مرتب کی جارہی ہے اور عنقریب اس کا اعلان کیا جارہا ہے۔

فلمی صنعت کے نمائندوں اور صدر مملکت کے علاوہ اعلیٰ سرکاری حکام کے مابین رابطہ حال ہی میں قائم ہوا۔ پہلے پہل کراچی میں ایک اجلاس کے دوران میں اے ایچ فاطمی کے صدرِ مملکت سے ہلکے پھلکے مذاکرات ہوئے۔ اس ملاقات میں صدر نے واضح کردیا کہ حکومت بھارتی فلموں کی درآمد کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی، کیونکہ بھارت مساوی طور پر فلموں کے تبادلے پر تیار نہیں ہے۔ انہوں نے فلموں سے رقص و موسیقی کے اخراج کی افواہوں کی تردید کی اور حسن طارق کی فلم "امراؤ جان ادا" کے حوالے سے رقص و موسیقی کی مقبولیت کی تائید کی۔ پھر صدرِ مملکت سے فلمی صنعت کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد نے ۲۰ر جنوری کو ملاقات کی۔ اس ملاقات کے دوران میں جاوید ہاشمی (وزیرِ ثقافت) کے علاوہ اعلیٰ سرکاری حکام بھی موجود تھے۔ اس ملاقات میں فلمی وفد نے فلمی صنعت کے بحران کو دور کرنے کی غرض سے چند تجاویز پیش کیں جن میں خام فلم کے حصول کو آسان بنانے، ڈیوٹی سیلز ٹیکس کے خاتمے، تفریحی ٹیکس میں کمی، ملکی اور غیر ملکی فلموں کے لیے سنسر کا یکساں معیار قائم کرنے، نیفڈیک کے خاتمے اور فلم فنانس کارپوریشن اور فلم اکیڈیمی کے قیام کے علاوہ سرکاری ایوارڈز کے اجراء کی تجاویز شامل تھیں۔

نیفڈیک کے خلاف فلمی صنعت نے جو شکایات صدرِ مملکت کے گوش گذار کیں، ان میں خام فلم پر ساڑھے سات فیصد اضافی کمیشن، غیر معیاری غیر ملکی فلموں کی درآمد اور نامکمل اور مہنگی فلموں کی فلمسازی کے علاوہ لوٹ کھسوٹ، رشوت ستانی اور اسی نوعیت کے دیگر الزامات بھی شامل تھے۔ (بعد میں ۲۳ر جنوری کو شائع ہونے والے قرطاس ابیض میں نیفڈیک اور اس کے کارپردازوں کا جو کچا چٹھا شائع ہوا، اس نے ان الزامات پر مہرِ تصدیق ثبت کردی) اور یوں گزشتہ کئی ماہ سے گردش کرنے والی اس افواہ کو مزید تقویت ملی کہ نیفڈیک کو ختم کرکے ایک نیا ادارہ قائم کیا جارہا ہے۔ صدرِ مملکت اور سرکاری حکام سے ملاقات کے دوران میں فلمی وفد کو ہدایت کی گئی کہ وہ وزارتِ ثقافت سے مسلسل رابطہ رکھیں۔ اسے یہ یقین دہانی بھی کرائی گئی کہ بحران کو ختم کرنے کے سلسلے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جائے گا اور فلمی صنعت کی جانب سے مثبت اور تعمیری تجاویز کو قبول کیا جائے گا۔

ہم اپنے گزشتہ کالم میں فلمی صنعت کے موجودہ بحران کا پس منظر اجاگر کرچکے ہیں۔ یہ بات طے ہے کہ اسے حل کرنے کی کلید فلمی صنعت کے پاس نہیں، حکومت کے پاس ہے اور ہماری حکومتیں ہمیشہ سے فلمی صنعت کو اپنا خزانہ بھرنے کا ذریعہ سمجھتی آئی ہیں۔ تفریحی ٹیکس کی شرح ہی ملاحظہ فرمایئے جو دنیا بھر کے مقابلے میں یہاں سب سے زیادہ ہے۔ بھارت میں ۴۰ فیصد، روس میں ۵۰ فیصد، امریکہ میں ۱۰ فیصد، ترکی میں ۵/۴ فیصد اور پاکستان میں ۱۵۰ فیصد ہے۔ یہ شرح ظالمانہ حد تک زیادہ ہے اور اسی رویّے کے نتیجے میں ہماری فلمی صنعت جینوئن اور جنئل فلم میکرز سے محروم ہوگئی ہے۔

یہاں ایسے لوگ چلے آتے ہیں جو اسے تعلیم و تفریح کے بجائے محض ذہنی لذت کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور یوں ہماری فلمیں شرمناک حد تک غیر معیاری، چربہ اور فحش ہوگئی ہیں۔ صدرِ مملکت کے سامنے فلمی وفد نے جو تجاویز رکھی ہیں، وہ خاصی معقول ہیں اور ہم ان کی تائید کرتے ہیں۔ ان تجاویز کو اگر نئی فلم پالیسی کا جزو بنالیا جائے تو نہ صرف فلمی صنعت کا موجودہ بحران ختم ہوجائے گا، بلکہ فلمی صنعت کو قومی تقاضوں کے مطابق صحت مند بنیادوں پر بھی استوار کیا جاسکے گا۔ فاسد مادہ خود بخود خارج ہوجائے گا اور فلمی صنعت کو نیا اور صحت مند خون بھی مل سکے گا۔

ہمیں امید ہے کہ صدرِ مملکت جنرل ضیاء الحق اور وزیرِ ثقافت جاوید ہاشمی اس معاملے میں ذاتی دلچسپی لیں گے اور نئی فلم پالیسی کے حوالے سے اس نازک اور پیچیدہ مگر انتہائی اہم قومی مسئلے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صحت مند بنیادوں پر طے کردیں گے۔

فلمی دنیا کے دیگر معاملات

گزشتہ دنوں بھارت میں ساتواں بین الاقوامی فلمی میلہ منعقد ہوا۔ پاکستان کو بھی اپنا وفد بھیجنے کی دعوت دی گئی تھی، مگر آخر دم [illegible] کوئی فیصلہ نہ کیا جاسکا کہ آیا شمولیت کی جائے یا نہیں، تاہم [illegible] میں بھارت کے نجی دورے پر جانے والے جوڑے سائرہ اور [illegible] کو پاکستانی مندوب کی حیثیت سے مدعو کیا گیا اور یہ جوڑا پاکستانی [illegible] صنعت کی نمائندگی کا قطعی طور پر اہل نہیں ہے۔

یہ صورتِ حال انتہائی تکلیف دہ ہے اور اس کی ذمہ دار[illegible] متعلقہ محکمے کے بقراطوں پر عائد کی جاسکتی ہے۔ ہماری نظر میں غیر[illegible] کو بھیجے جانے والے فلمی وفد کے اراکین نامزد کرنے اور شرکت یا عد[illegible] شرکت کا فیصلہ کرنے کا اختیار فلمی صنعت کی نمائندہ تنظیموں کو ہو[illegible] چاہیئے۔ نوکر شاہی کو ایسے معاملات میں مداخلت کا کوئی حق نہیں [illegible]

حال ہی میں امرتسر ٹی وی سے "آندھی" دکھائی گئی۔ اس فلم پر اندرا گاندھی نے پابندی عائد کردی تھی، کیونکہ آندھی میں خود اندرا گاندھی کو آئینہ دکھانے کی کوشش کی گئی تھی۔ ادھر پاکستان میں اس فلم کا چربہ "آئینہ" کے نام سے بنا اور نذر الاسلام کی "استادی" کے سبب یہ فلم اب بھی کراچی میں چل رہی ہے۔ "آندھی" کی نمائش کے بعد ریاض الرحمٰن ساغر ایک فلم رائٹر اور گیت نگار "آئینہ" کے حوالے سے چربہ فلمیں لکھنے والوں پر خوب برسے۔ لطف یہ ہے کہ یہ صاحب خود بھی کسی طور اوریجنل کہلانے کے مستحق نہیں ہیں، بس یوں سمجھیئے ــ دوسروں کو نصیحت خود میاں فضیحت!

کہا جاتا ہے کہ فلمی صنعت کے موجودہ بحران کے پیشِ نظر چند فنکاروں نے رضاکارانہ طور پر اپنے معاوضوں میں کمی کا اعلان کیا ہے مثلاً ایک اداکار انکم ٹیکس والوں کو اپنا فی فلم معاوضہ بیس سے تیس ہزار کے مابین بتایا کرتا ہے، اور باقی معاوضہ بلیک منی کی شکل میں وصول کرتا ہے۔

بنگلہ دیش اور پاکستان کے مابین فلمی سطح پر بھی روابط بحال ہو رہے ہیں۔ مارچ میں پاکستان فلموں کا میلہ اور اپریل میں بنگلہ دیشی فلموں کا میلہ منعقد ہوگا۔ مشترکہ فلم سازی اور کاروباری سطح پر فلموں کے تبادلے کے معاملات بھی چل رہے ہیں۔ یہ اطلاعات بہت خوش آئند ہیں، اور حکومتِ پاکستان کو چاہیئے کہ اس سلسلے میں فلمی صنعت سے ہر ممکن تعاون کرے۔

شمیم آرا جو اپنی سادگی اور شائستگی کے حوالے سے اپنا ایک خاص امیج رکھتی ہیں، وہ پانچ برس کے بعد ایک بار پھر اداکاری کے میدان میں اترنے کا فیصلہ کرچکی ہیں اور اپنی ایک نئی فلم میں وہ ایک اہم کردار خود ادا کریں گی۔ شمیم آرا کا یہ فیصلہ بہت دانشمندانہ ہے۔ وہ بلاشبہ ایک بڑی اداکارہ ہیں اور انہیں چاہیئے کہ وہ فلموں کی ہدایات کے ساتھ ساتھ اداکاری بھی کرتی رہیں۔

تحریکِ پاکستان کے پس منظر میں نسیم حجازی کے ناول پر مبنی فلم "خاک و خون" ۲۳ر مارچ کو نمائش کے لیے پیش کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ یہ فلم نیفڈیک نے پروڈیوس کی ہے۔ اس پر لگ بھگ پچیس لاکھ روپے لاگت آئی ہے۔ یہ فلم متعدد بار تعطل کا شکار رہی اور تکمیل کے بعد اس کی نمائش کا معاملہ کئی بار کھٹائی میں پڑا۔ خدا کرے کہ یہ فلم اب ۲۳ر مارچ کو ریلیز کر ہی دی جائے۔

بلڈنگز ڈیپارٹمنٹ

ٹینڈر نوٹس

زیرِ دستخطی کے دفتر میں درج ذیل کام کے لیے محکمہ تعمیرات کے مستند ٹھیکیداروں سے مورخہ ۱۴-۲-۱۹۷۹ دوپہر بارہ بجے تک سربمہر ٹینڈر مطلوب ہیں جو ڈیپازٹ ایٹ کال کے ہمراہ آنا لازمی ہیں

و دیگر شرائط و ضوابط، تخمینہ، نرخنامہ وغیرہ دفتر ہذا کے اوقاتِ کار میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

و ٹینڈر کمپوزٹ شیڈول آف ریٹ ۱۹۷۴ء، شیڈول آف ریٹ ۱۹۶۴ء، آیٹم ریٹ پر مطلوب ہیں۔

و خالی ٹینڈر فارم کسی بھی دن دورانِ اوقات کار مورخہ ۱۳-۲-۱۹۷۹ تک دفتر ہذا کے ہیڈ کلرک سے قیمتاً حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

نمبرشمار	کام کا نام	تخمینہ	زرِضمانت	مدت
۱۔	پی۔ڈبلیو۔ڈی سیکرٹریٹ لاہور میں نکاسی آب کو بہتر بنانا	دو لاکھ بیس ہزار	چار ہزار چار سو	چھ ماہ

مہتمم

فسٹ پراونشل بلڈنگز ڈویژن

۱۲۱۔ اولڈ رائفل رینج۔ چوبرجی پارک، لاہور

(IPL - 554)

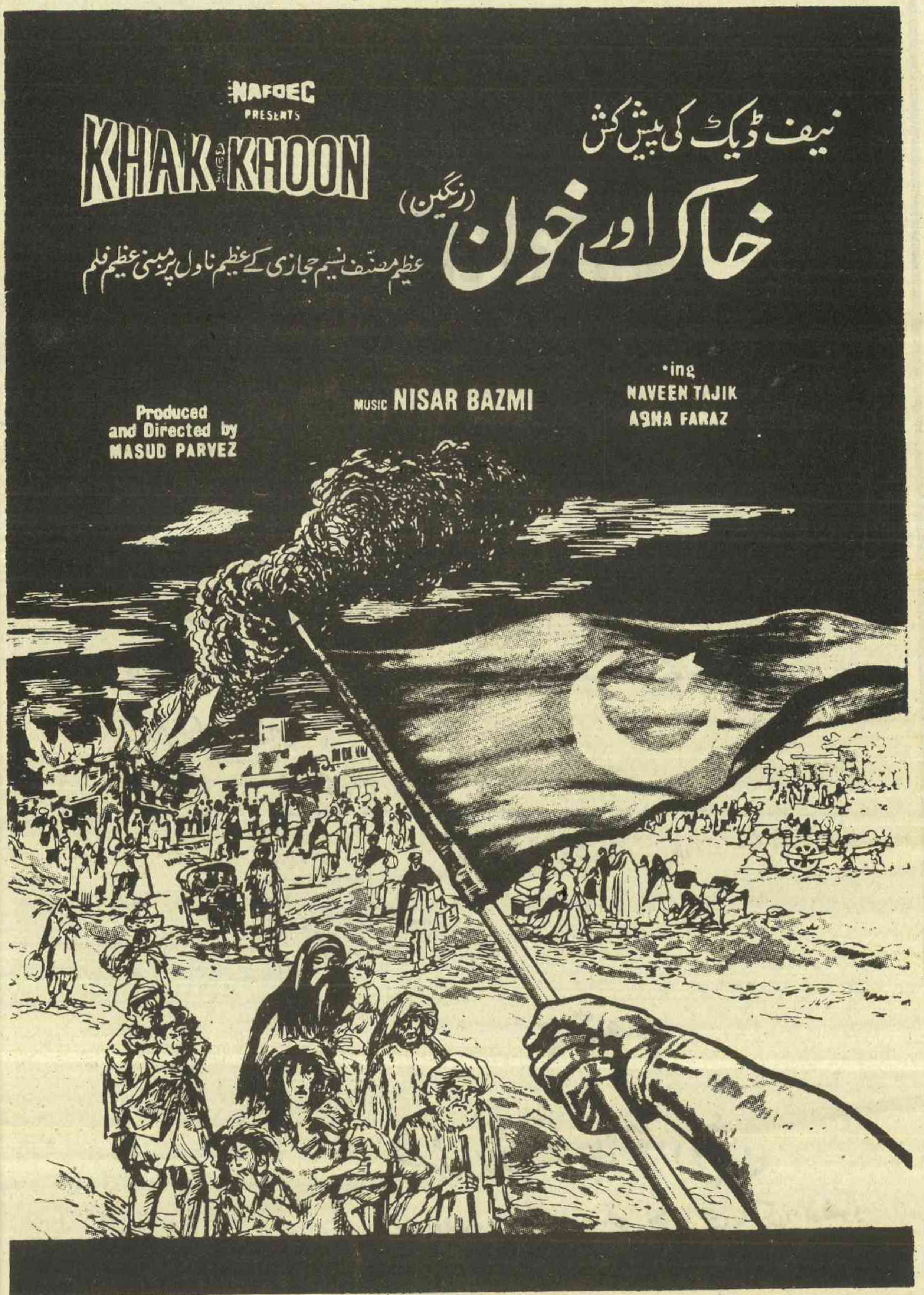

NAFDEC
PRESENTS
KHAK KHOON
نیف ڈیک کی پیش کش
خاک اور خون
(رنگین)
عظیم مصنف نسیم حجازی کے عظیم ناول پر مبنی عظیم فلم
Produced and Directed by MASUD PARVEZ
MUSIC NISAR BAZMI
•ing
NAVEEN TAJIK
ASHA FARAZ

دَراصل ہم شکار پر تھے

"اور شکار پر جب جاتے ہیں، تو بندوق بھی ساتھ ہوتی ہے، کُتّے اور سؤر بھی ...... "

حال ایک پریس کانفرنس کا، جو مولانا شاہ احمد نورانی نے پنجاب کے دورے پر نکلنے سے قبل کراچی میں منعقد کی۔

مولانا شاہ احمد نورانی صدر جمعیت علمائے پاکستان جہاں اب تک بہت سی وضع داریوں سے اپنی قبا جھاڑ چکے ہیں، وہاں ایک وضع داری ضرور نبھا رہے ہیں اور وہ یہ کہ کسی دورے پر جانے سے قبل یا بعد وہ پریس والوں سے ضرور مل لیتے ہیں۔ نورانی میاں بُرے وقتوں کے ساتھیوں کو اچھے نام سے یا کم از کم بُرے نام سے یاد نہ کرنے کی وضع داری بھی اختیار کر لیتے، تو اس سے نہ صرف پاکستانی سیاست میں ایک اچھی روایت پڑتی، بلکہ خود اُن کے لئے بھی مفید ہوتا، مگر کیا کیجئے۔ ع ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

نورانی میاں نے پنجاب کے دورے پر جانے سے قبل ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرنا ضروری خیال کیا اور اس میں حسب معمول قومی اتحاد کی حکومت کو ناکردہ گناہوں کی پاداش میں لتاڑنا شروع کیا۔ مولانا نورانی اتنے دورے کر چکے ہیں، مگر ان کی صحت پر اس کا کوئی خوشگوار اثر پڑتا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔ ان کا جُثہ اور جُبہ وہی ہے صرف مُنہ کا دہانہ کبھی زیادہ کھل جاتا ہے اور کبھی کم اور سیاسی مبصرین اس سے ان کے دوروں کی کیفیت معلوم کر لیتے ہیں۔

قومی اتحاد کی عبوری حکومت کو تو وہ ہمیشہ لعن طعن کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے اس پریس کانفرنس میں کوئی نئی بات اس سلسلہ میں نہیں معلوم ہوئی، البتہ اتنا اندازہ ضرور ہوا کہ نورانی میاں ۱۲ ربیع الاول کو نفاذِ اسلام کے سلسلے میں اپنی بھی حاضری لگوانا چاہتے تھے۔ صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے جیسے ہی نظامِ اسلام کے نفاذ کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول مقرر کی ــــ اور مختلف حلقوں نے اس تاریخ کو نظامِ مصطفٰےؐ کے نفاذ کا دن قرار دے کر جنرل صاحب اور قومی اتحاد کو مبارکبادیں دی تھیں، اس کے بعد قومی اتحاد کی حکومت نے اس سلسلے میں کام شروع کر دیا، تاکہ اس دن اسلامی شریعت زیادہ سے زیادہ نافذ ہو جائے اور بھٹو کے خلاف نظامِ مصطفٰےؐ کی تحریک کی حقیقی منزل قریب آ جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ حال ہی میں ۱۲ ربیع الاول کو جشن منانے کا اعلان بھی حکومت کی طرف سے ہو گیا۔ ایسے میں نورانی میاں پر یہ عقدہ کھلا کہ نظامِ مصطفٰےؐ کے سلسلے میں ــــ انہوں نے اور نہ ان کے ہمنوا افراد نے مبارکبادیں دی ہیں اور نہ کسی جوش و خروش کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کا سارا کریڈٹ تو قومی اتحاد اور جنرل صاحب لے جا رہے ہیں۔ اپنے دوروں سے انہیں ذرا فراغت ملی، تو اپنی اس کوتاہی کا احساس ہوا۔ اس لئے انہوں نے فوراً ایک پریس کانفرنس بلا کر ۱۲ ربیع الاول جو یومِ عید میلاد النبیؐ بھی ہے کے سلسلے میں اپنے خیالات کا اظہار کر دیا کہ اسے جوش و خروش سے منایا جائے۔ اس طرح سے قومی اتحاد اور مارشل لاء انتظامیہ جس جذبے اور خوشی سے یہ دن منانے کا پہلے ہی اعلان کر چکے تھے، مولانا نورانی نے بھی اپنی حاضری لگا دی کہ جیسے اب یہ سب کچھ ان کی دھمکیوں کی وجہ سے ہو گا اور جب اسلام نافذ ہو جائے گا، تو نورانی میاں یہ کہنا شروع کر دیں گے کہ ہمارے شور مچانے کی وجہ سے نفاذِ اسلام ہوا ہے۔

اس کے بعد مولانا نورانی حسبِ پروگرام قومی اتحاد کی حکومت اور اس کے وزراء کے پیچھے پڑ گئے کہ مہنگائی، رشوت، چور بازاری اور تمام بداعمالیاں سب کچھ ان کی وجہ سے ہیں۔

انہوں نے جب کچھ زیادہ ہی قومی اتحاد کو لتاڑنا شروع کیا، تو ایک صحافی نے ان سے پوچھا کہ آپ تو بھٹو کے خلاف تحریک میں ان کے شانہ بشانہ تھے اور بڑے جذبوں کا اظہار کیا کرتے تھے، تو مولانا نے کہا کہ دراصل ہم شکار پر تھے اور شکار پر جب جاتے ہیں، تو بندوق بھی ساتھ ہوتی ہے اور کتے اور سؤر بھی ساتھ ہوتے ہیں، تاکہ اِدھر اُدھر کی چیزیں مارتے رہیں۔ مولانا کے ان خیالاتِ عالیہ پر خیال آیا ہے کہ سؤر تو ویسے ہی حرام ہے اور ایک مسلمان کے لئے اس کا نام لینا ہی ناگوار ہوتا ہے، آپ تو عالمِ دین ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آپ کس طرح اپنے ساتھ سؤر پالتے تھے اور کتا بھی نجس جانور ہے، یعنی اپنی مطلب براری کے لئے آپ سب کچھ کر سکتے ہیں اور کل کو یہ دعویٰ بھی سچا ہوتا نظر آتا ہے کہ لیلائے اقتدار کے لئے آپ پیپلز پارٹی سے بھی بیعت کر سکتے ہیں، کیونکہ پتہ نہیں کس وقت آپ کو ایک خاص شکار کے لئے سوروں اور کتوں کی ضرورت پڑ جائے۔

پیپلز پارٹی کے ایک صحافی نے نورانی میاں سے موجودہ سنسر کے بارے میں ان کے تاثرات دریافت فرمائے، تو مولانا نے حیران ہو کر پوچھا کہ کیا سنسر پھر لگ گیا ہے۔ اس پر وہ صحافی اپنا سا منہ لے کر رہ گیا، کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنسر "ایں دیں" ہی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے سنسر کا احساس نہیں ہوتا، ورنہ مولانا نورانی جیسا سیاستدان جو قومی اتحاد خصوصاً جماعتِ اسلامی کے وزراء کے تھوک میں بھی گندگی پر معترض رہتا ہے کیسے بے خبر رہتا کہ آج کل سنسر ہے یا نہیں۔

ایک سوال کے جواب میں نورانی میاں نے کہا کہ وہ اتنے بھولے نہیں ہیں کہ نصرت بھٹو سے خود ملاقات کریں، اگر کوئی مسئلہ ہوا، تو کسی اور کو بھیجا جائے گا۔ ہمارے خیال میں رفیق باجوہ کو بھٹو کے پاس بھیج کر ان کا جو حشر نورانی میاں نے کرایا ہے اس کے بعد کہیں بھیجنے کے لئے انہیں اب کوئی اور آدمی مشکل ہی سے ملے گا اور شاید اب ایسے سارے کام نورانی میاں کو خود ہی کرنے پڑیں۔

نورانی میاں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ آئندہ انتخابات کے لئے نیا اتحاد قائم کیا جائے گا جس میں نظریہ پاکستان کی حامی جماعتیں شامل ہوں گی، مگر اس میں تحریکِ پاکستان میں شمولیت نہ کرنے والی جماعتیں شرکت نہیں کریں گی، بلکہ ہم کوشش کر کے ایسی پلاننگ کریں گے کہ یہ جماعتیں الیکشن میں کسی صورت میں کامیاب نہ ہونے پائیں اس نئے اتحاد کو بھی پتہ نہیں، مولانا نورانی شکار سے تشبیہہ دیں گے یا نہیں اور اپنے ساتھ چلنے والی کن جماعتوں کو وہ بندوق کتے اور سور سمجھیں گے۔ اس نئے اتحاد میں آنے والی جماعتوں کو دوسرے مسائل حل کرنے سے قبل اس مسئلہ کو بھی اپنی اندرونی میٹنگوں میں حل کرنا پڑے گا۔

نئے اتحاد کے سلسلے میں پیر پگارا مسلم لیگ، تحریکِ استقلال اور مولانا نورانی کی پارٹی کے درمیان گفت و شنید جاری ہے اور جیسے ہی موسم اچھا ہوا، ان کے اتحاد کا بچہ پیدا ہو جائے گا۔ اس وقت یہ تینوں پارٹیاں یہ طے کرنے میں مصروف ہیں کہ اس کا والد کون ہو گا اور دادا کون کہلائے گا۔

دھماکوں کی سیاست ناکام ہوگئی

کیا ایئر مارشل نور خان این ڈی پی میں شامل ہوں گے؟

تحریکِ استقلال کے سربراہ کچھ دن کراچی میں رہے انہوں نے تنظیمی امور کے علاوہ مستقبل کے پلان بنانے میں بھی حصہ لیا۔ اس سلسلے میں نورانی میاں وغیرہ سے ان کی ملاقاتیں رہیں۔ سرِراہے ملنے کے علاوہ اصغر خان کی کافی عرصہ کے بعد نورانی میاں سے باقاعدہ ملاقات منظرِ عام پر لائی گئی۔ اس کے بعد پیر پگارا بھی نورانی میاں سے عشائیہ پر ملے۔ اصغر خان یکم فروری کو خاص اعلان کرنے کی نوید سنا کر کراچی سے جا چکے ہیں۔

سیاسی مبصرین آج کل نورانی میاں اور اصغر خان کی بے کلی کی کیفیت کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ ایک نیا اتحاد بنانے کی کوشش ہے اور اس میں دیر اس لئے ہو رہی ہے کہ اول تو مسلم لیگ کے آپس کے دھڑوں کا فیصلہ نہیں ہو رہا ہے اور دوسرے سپریم کورٹ میں ذوالفقار علی بھٹو کے مقدمہ کی اپیل کے فیصلے کا انتظار ہے۔

جمعیت علمائے پاکستان اور تحریکِ استقلال اس کوشش میں ہیں کہ بھٹو کے فیصلے پر پیپلز پارٹی ایجی ٹیشن کے جو منصوبے بنا رہی ہے اسے بعد میں اپنے حق میں ہموار کر لیا جائے جو کہ آخر کار موجودہ حکومت کی پالیسیوں سے بے اطمینانی اور ناراضی کی طرف چل پڑے۔ اس طرح "حزبِ اختلاف" کی اپنی پوزیشن سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اس پلاننگ سے انہیں امید ہے کہ پیپلز پارٹی کی کچھ اہم شخصیات بھی ان کے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو جائیں گی اور اس طرح وہ شاید سندھ میں اپنی پوزیشن کچھ مستحکم کر لیں۔ نورانی میاں اور اصغر خان کی اس اسٹریٹجی میں پیر پگارا ایک خفیہ سرمایہ ثابت ہوں گے اور اس طرح ان کی پارٹیاں اپنے تائیں سندھ کی سیاست کو بلا شرکت غیرے اپنے تابع کرنے کی سوچ رہی ہیں۔ اس ساری پلاننگ کا دار و مدار بھٹو کے فیصلے کی نوعیت پر ہے اور ان سے اب انتظار نہیں ہو رہا ہے، کہ وہ اپنا کھیل باقاعدہ طور پر شروع کریں ورام اپ تو وہ کافی ہو چکے ہیں۔

این ڈی پی کے مختلف عناصر جن میں ان کے مختلف قسم کے شوشے چھوڑنے والے سرکردہ لیڈر شامل ہیں، اپنے خیالات کا ردِعمل دیکھ کر خاموش ہو چکے ہیں اور نئی پلاننگ کر رہے ہیں۔ پارٹی کے اندر نظریاتی اختلاف اور الجھاؤ کی بنا پر بے اطمینانی موجود ہے، مگر شیرباز مزاری اور ولی خان کی سمجھ بوجھ نے پارٹی کے اندر مختلف دھڑوں کو حب الوطنی اور لمبی منصوبہ بندی کا لبادہ اوڑھا دیا ہے اور انہیں فروعی اور چھوٹے چھوٹے مسائل کو ہوا دینے کی پالیسی سے اجتناب کرنے کو کہا ہے۔

اس سلسلے میں عطاء اللہ مینگل کی ۱۵ جنوری والی پریس کانفرنس کو بھی پارٹی کے حلقے اپنے حق میں سمجھتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مینگل دراصل ان افراد کو مجتمع کر رہے ہیں جو بوجوہ این، ڈی، پی میں شامل نہیں ہو سکتے، مگر اس سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ اس طرح سے ایک آؤٹر سرکل بھی ہمیں مل جائے گا جو کہ بوقتِ ضرورت ہمارے کام آتا رہے گا۔

مینگل کے اس گروپ سے وہ سب باتیں کہلوا دی جائیں گی جو این ڈی پی اب نہیں کہنا چاہتی، کیونکہ نظریاتی قسم کے بیانات چار قومیتوں کے مسئلہ صوبائی خود مختاری اور نظامِ مصطفےٰ ؐ کے بارے میں کوئی واضح پالیسی نہ ہونے کی بنا پر این ڈی پی کی ساکھ مجروح ہوتی ہے جو کہ ماضی میں شیرباز مزاری اور بیگم ولی خاں نے بڑی مشکلوں سے بھٹو کے خلاف عوامی تحریک کے دنوں میں حاصل کی تھی۔ اس لئے شدت پسند نظریات کے پرچار کے لئے مینگل کا گروپ مناسب رہے گا اور این ڈی پی کے کھاتے میں یہ نہیں پڑ سکیں گے۔

اسی طرح ہو سکتا ہے این ڈی، پی کے بعض شدت پسند رہنما بھی این ڈی پی کو چھوڑ کر مینگل کے گروپ (یا پارٹی) میں چلے جائیں اور اس طرح شیرباز مزاری، بیگم ولی خان اور عابد زبیری وغیرہ کی مشکل بھی آسان ہو جائے اور وہ این ڈی پی کو اپنے ڈھب پر چلا سکیں۔

این ڈی پی کے رہنما پارٹی کو آل پاکستان بنیاد پر مقبول بنانے کی جس کوشش میں مصروف ہیں، پارٹی کے شدت پسند رہنما ان سب کوششوں کو سبوتاژ کر دیتے ہیں۔ اس سے قبل این، ڈی، پی سندھ اور پنجاب میں کوئی قابلِ ذکر مقام نہیں رکھتی تھی، مگر اب پارٹی لیڈرشپ اس طرف توجہ دے رہی ہے۔

اس سلسلہ میں ایئر مارشل نور خان عنقریب پارٹی میں شامل ہو رہے ہیں پارٹی کے حلقوں کا ان سے مسلسل رابطہ ہے پیپلز پارٹی کے بدنام زمانہ وزیرِ اعلیٰ جتوئی بھی این ڈی پی میں شامل ہونے کی حامی بھر چکے ہیں، مگر ذرا بھٹو کے فیصلے کا وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔ پارٹی کے سرکردہ حلقے اس وقت جتوئی کو نیک اور شریف انسان بنانے کی ریہرسل کر رہے ہیں اور جتوئی کے ناقدوں کو سمجھا رہے ہیں کہ اس نے تو بھٹو دور میں کوئی خاص ظلم یا گڑبڑ نہیں کی۔ سیاسی مبصرین کہتے ہیں کہ پیپلز پارٹی کے مرکزی اور اہم عہدیداروں کی کسی پارٹی میں شمولیت اس کے لئے کسی سرمایہ افتخار کا باعث نہیں ہوگی، بلکہ وقتی فائدہ حاصل کرنے والی ایسی پارٹیوں کی اندرونی اور بیرونی پریشانیوں میں اضافہ ہی ہوگا۔

کراچی میں دھماکوں کے بارے میں عام تاثر یہی ہے کہ یہ قادیانی اور پیپلز پارٹی کی ملی بھگت سے کئے جا رہے ہیں، تاکہ عوام پر اپنا رعب جمایا جا سکے کہ مارشل لاء کے ہوتے ہوئے یہ سب کچھ کرا سکتے ہیں۔ اس طرح ان کی کوشش ہے کہ کسی طرح فوج سڑکوں پر آ جائے اور اسے مصروف کر کے تھکانے کی پالیسی شروع کر دی جائے۔ بہرحال ان حلقوں کی یہ کوشش کامیاب نہیں ہوئی۔ ایسی حرکات پہلے کبھی سودمند رہی ہیں نہ آئندہ ہوں گی۔

بہرحال سیاسی لیڈر اس امر پر تشویش کا اظہار کر رہے ہیں کہ ان دھماکوں کی تحقیقات کے بارے میں پولیس کا رویہ وہی روایتی سا ہے اور مارشل لاء کے باوجود تحقیقات کا انداز اور نتائج سامنے نہیں آ رہے۔

●●

پاکستان ریلوے ٹنڈر نوٹس

ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ پاکستان ریلوے لاہور کو مندرجہ ذیل کاموں کے لئے ڈویژن ہذا کے منظور شدہ ٹھیکیداروں سے کمپوزٹ شیڈول ریٹس ۱۹۷۴ء اور نظرِ ثانی شدہ شیڈول آف ریٹس ۱۹۵۴ء کی اساس پر سر بمہر ٹنڈر مطلوب ہیں۔ ٹنڈر دستاویزات ورکس اکاؤنٹس برانچ سے زرِ امانت کے عوض کیش رسید یا اس کے بدلے گارنٹی بانڈ پیش کر کے بادائیگی نقد قیمت، یعنی ٹنڈر فارم -/۲۵ روپے خصوصی شرائط -/۵ روپے اور عمومی -/۱۰ روپے اور ۲۷-۲-۱۹۷۹ء تک کسی یوم کار کو دفتری اوقات کے دوران حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ یہ ٹنڈر ۲۸ فروری ۱۹۷۹ء کے ½۱۲ بجے دن تک وصول کئے جائیں گے۔ اسی روز اور اسی وقت کھولے جائیں گے۔

نمبر شمار	کام کی نوعیت	تخمینہ لاگت	زرِ امانت	عرصۂ تکمیل
۱	لاہور کے مقام پر گری ہوئی گیش اینڈ پے آفس بلڈنگ کی ری پلیسمنٹ	۱۴۵۰۰۰/-	۲۹۰۰/-	۱۲ ماہ

R10 (L) ۲۵۶۶

ایرانی سرکس، موت کا کنواں، ذکر و فکر اور ہُو حق

سید ہجویری کے سالانہ عرس کی خوشبودار رُوداد

حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ کا سالانہ عرس مبارک لاہور میں بڑی عقیدت اور ارادت کے ساتھ منایا گیا۔ عرس مبارک کی تقریبات کا آغاز غسل مزار اور چراغاں سے ہوا۔ حضرت ہجویری کے مزار کے غسل کی تقریب سعید میں گورنر پنجاب جنرل سوار خاں نے بھی شرکت کی۔ عقیدت مندوں کے ایک ہجوم نے حضرت کے مزار کو غسل دیا اور چادر چڑھائی۔ شب کو محکمہ اوقاف نے چراغاں کیا۔ مزار مبارک کے سبز گنبد اور در و دیوار پر ہزاروں رنگ برنگے بجلی کے چھوٹے بڑے بلب روشن کئے گئے۔ ملحقہ مسجد کے گنبدوں اور میناروں پر بھی روشنیاں کی گئیں۔ آبادی میں آس پاس کے مکانوں کے مکینوں نے بھی چراغاں کیا۔ جدھر دیکھو دور دور تک روشنی ہی روشنی معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان کے سارے ستارے اس فضا میں جھلملانے لگے ہوں۔ مزار مبارک کی جالیوں کے آس پاس عقیدت مندوں نے موم بتیاں اور اگر بتیاں بھی جلائیں۔ مزار کا اندرونی حصہ موسم کے پھولوں سے بھرا ہوا تھا۔ مزار کے وسطی حجرے کے منقش کی افشاں اور پھولوں کے ہار سہرے لٹک رہے تھے۔ پھولوں اور اگر بتیوں کی بھینی بھینی خوشبو مزار مبارک کے صحن اور باہر کے محراب دار دروازوں کی سیڑھیوں تک آ رہی تھی۔

عرس کے پہلے ہی روز عقیدت مندوں کا ایک سمندر اُمڈ آیا۔ پہلے ہی روز دو لاکھ سے زائد عقیدت مندوں نے حاضری دی۔ اس سال بھی مزار کے بیرونی حصے سے لے کر بھاٹی دروازے تک اور اُدھر اسلامیہ ہائی اسکول سے راوی روڈ تک میلے کی دکانیں لگی ہوئی تھیں۔ اس موقع پر حسب معمول حضرت ہجویری کے عرس کا سالانہ روایتی میلہ لگا ہوا تھا اور میلے کی ہر دلعزیز مٹھائیوں سرخ میٹھی ٹِلے قتلمے، اندرسے اور جلیبیاں بیچنے والوں اور کھانے پینے کی دیگر اشیاء یعنی چاٹ، دہی بھلے، نان پکوڑے، نان کباب وغیرہ کی دکانیں گذشتہ سال سے کچھ زیادہ ہی تھیں۔ مٹی کے برتنوں، شیشے کے برتنوں چینی کے برتنوں اور کھلونوں سے سجی سجائی دکانوں پر گاہکوں کی بڑی رونق رہی۔ بھاٹی دروازے کے باغ میں ایرانی سرکس، موت کے کنوئیں، نوٹنکیوں، تھیٹروں، پنگھوڑوں اور دوسرے کھیل تماشوں نے بڑا رش لیا۔ میلے کی گہما گہمی میں بھی ہجوم اس قدر زیادہ رہا کہ کھوے سے کھوا چھلتا رہا۔ تل دھرنے کو کہیں جگہ نہ تھی۔ مزار کو جانے والے تمام راستوں پر عقیدت مندوں کی اس قدر دھکا پیل تھی کہ ایک بیس سالہ نوجوان بھیڑ بھاڑ میں آکر دم گھٹنے سے مر گیا۔ اس طرح عرس میں یہ ایک نہایت ہی ناخوشگوار واقعہ رونما ہوا۔ ان راستوں سے گزرنا آسان نہ تھا۔ چوک بھاٹی گیٹ، چوک کربلا گامے شاہ، بلال گنج، موہنی روڈ حضرت پیر مکی روڈ یعنی حضرت داتا کے مزار کے چاروں طرف دور دور تک انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر دکھائی دیتا تھا۔ سب لوگ داتا نگری کی طرف رواں دواں تھے۔

داتا نگری میں گلاب کے پھول اور پتیوں کی قیمت میں اضافہ رہا۔ بتاشوں اور میٹھے پھول مکھانوں کا بھاؤ بھی چڑھ گیا۔ عطر پھلیل اور عملیات و تعویزات بیچنے والے بھی منہ مانگی قیمت وصول کرتے رہے۔ داتا نگری میں دور دور سے آنے والے اور مقامی ملنگوں، فقیروں، درویشوں اور سائیں لوگوں کے ڈیرے اور ٹکڑیاں بھی جابجا موجود تھیں۔ ذکر و فکر اور ہُو حق کی آوازیں ماحول میں تقدس پیدا کر رہی تھیں۔ داتا حضور کے مزار سے ملحقہ مسجد میں ہر نماز پر نمازیوں کا ایمان افروز اجتماع دیکھنے میں آیا۔

مزار پر فاتحہ خوانی کرنے اور حاضری دینے والوں کی اس قدر بھیڑ تھی کہ منتظمین اس پر قابو پانے میں ناکام رہے۔ بانسوں اور رسیوں کی رکاوٹیں لگا کر متعدد بار ہجوم کو روکنے کی کوشش کی گئی، مگر انسانوں کے اُمڈتے سیلاب کے سامنے کوئی چیز نہ ٹھہر سکی، جبکہ اس کام پر بوائے اسکاؤٹس اور قومی رضا کاروں کی بھی کئی ٹولیاں مختلف مقامات پر تعینات تھیں اور پولیس بھی۔ نہ صرف دربار داتا گنج بخش کے آس پاس، بلکہ اندرون اور بیرون شہر ہر راستے سے عقیدت مند ڈھولوں کی آواز سے ہم آہنگ دھمال ڈالتے ہوئے سبز چادریں اٹھائے مزار کی طرف رواں دواں رہے۔ اس طرح ہزاروں چادریں اور کئی من پھول دوران عرس مزار پر چڑھائے گئے۔ نذر نیاز اور منتیں مانی گئیں۔ ایک اندازے کے مطابق تین دنوں میں اس سال پچیس تیس لاکھ انسانوں نے تقریبات میں شرکت کی۔

محکمہ اوقاف نے مجوزہ جامع مسجد کے عقب میں کھلی جگہ پر باہر سے آنے والے دس ہزار زائرین کے قیام کا انتظام کیا ہوا تھا، لیکن یہ انتظام کافی نہ تھا۔ ہزاروں افراد نے مسجد کے صحن اور مزار سے ملحقہ گلی کوچوں زیر تعمیر عمارتوں اور فٹ پاتھوں پر زمین پر سو کر راتیں بسر کیں۔ مزار کے لنگر خانے میں محکمہ اوقاف کی جانب سے لنگر تقسیم کیا گیا۔ غربا و مساکین اور زائرین میں تبرک کی دال روٹی نان، پلاؤ، زردہ اور بریانی وغیرہ بانٹی گئی۔ ایک اندازے کے مطابق کوئی دو ہزار دیگوں کا اہتمام کیا گیا۔ مزار کے سجادہ نشینوں کی جانب سے بھی زائرین میں لنگر تقسیم کیا گیا۔

اس کے علاوہ عقیدت مند بھی شہر کے مختلف حصوں سے دیگیں پکوا کر لاتے رہے اور غربا و مساکین میں تقسیم کرتے رہے۔ اس سال بھی داتا نگری میں دودھ کی سبیل لگی۔ نہ صرف لاہور شہر، بلکہ مضافات یعنی آس پاس کے دیہاتوں سے بھی ریڑھوں اور ٹرکوں پر دودھ لایا گیا۔ سبیل کے منتظمین کے اندازے کے مطابق ایک لاکھ من دودھ لوگوں میں تقسیم ہوا۔ شہر کا کوئی بھی گوالا ایسا نہ تھا جس نے اپنے ریوڑ کا ایک دن کا دودھ داتا نگری سبیل پر نہ چڑھایا ہو۔ بالہذا شہر میں دودھ نہ آنے کی وجہ سے اکثر شیر فروشوں کی دکانیں بند رہیں۔

مزار پر قوالی کے لئے تین چار خصوصی اسٹیج تیار کئے گئے تھے، جہاں ملک کے نامور قوال مختلف شہروں سے آئے تھے اور داتا گنج بخشؒ کے حضور میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ تقریبات کے دوسرے دن شام کو داتا صاحب کے مزار سے تھوڑی دور داتا ہسپتال کے عقب میں کھڑکری پیر کے مزار پر تکیے میں ایک پنجابی مشاعرہ بھی ہوا جس میں پنجابی شعراء نے حضرت ہجویریؒ کے حضور میں اپنا صوفیانہ اور عارفانہ کلام پیش کیا۔

عرس کے موقع پر ۲۰ جنوری کو مقامی طور پر تعطیل رہی۔ مقامی اخبارات نے گنج بخش فیض عالم کی تعلیمات کے بارے میں خصوصی ایڈیشن شائع کئے۔ لاہور اومنی بس سروس نے خصوصی بسیں چلائیں، جبکہ منی بس والوں نے بھی خصوصی سروس کا انتظام کیا۔ اسی سلسلے میں جلیح ہال میں داتا صاحب کی حیات و تعلیمات پر وفاقی وزیر برائے مذہبی امور نوابزادہ افتخار احمد انصاری کی صدارت میں ایک مجلس مذاکرہ بھی منعقد ہوئی۔ ●●

مرزا ابراہیم اور چودھری عمر دین کی نام نہاد قیادت کا تختہ اُلٹنے والا ہے۔

ریلوے میں کرپشن کو ختم کر دیا جائے گا

پاکستان ریلوے ایمپلائز یونین (پریم) ملتان کے ڈویژنل کنونشن کی تفصیلی رُوداد

پاکستان ریلوے ایمپلائز یونین (پریم) ملتان کا ڈویژنل کنونشن ۴ار جنوری کو پاکستان ریلوے انسٹی ٹیوٹ ملتان میں منعقد ہوا۔ اس عظیم الشان کنونشن کے مہمانانِ خصوصی پروفیسر شفیع ملک جنرل سیکرٹری پاکستان نیشنل لیبر فیڈریشن اور محمد عباس خان جنرل سیکرٹری پیاسی ملتان تھے، جب کہ اس کنونشن کی صدارت پریم کے بانی اور مرکزی صدر جناب عباس باوزیر نے کی۔ کنونشن میں مہمان مقررین کے علاوہ کثیر تعداد میں مقامی مزدور رہنماؤں نے بھی خطاب کیا، ریلوے انسٹی ٹیوٹ کا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ وقفے وقفے سے نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت بلند ہو رہے تھے۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض پریم ملتان ڈویژن کے صدر اور مشہور مزدور رہنما جناب صدیق عتیق ادا کر رہے تھے۔

حکیم محمد سعید صاحب کی تلاوتِ قرآن کریم سے پروگرام کا آغاز ہوا جس کے بعد پریم کے رہنما اور معروف شاعر فاروق روکھڑی (کندیاں) نے اپنے کلام سے حاضرین کو گرمایا جس پر ہال اللہ اکبر کے نام سے گونجنے لگا۔ پریم ملتان ڈویژن کے سیکرٹری فیض محمد خان نے پریم کے قیام کی غرض و غایت سے حاضرین کو آگاہ کیا۔

ان کے بعد نذر محمد گارڈ خانیوال اسٹیج پر آئے، انہوں نے اپنے خطاب میں کہا: "قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک ریلوے کے مزدور افہام و تفہیم کے ساتھ اپنے مسائل حل کرنے کے لئے کوشاں رہے ہیں، لیکن مزدوروں کی نام نہاد قیادت اور راشی افسران ہمیشہ ان سادہ لوح مزدوروں کو دھوکا دے کر ان کے خون پسینے کی کمائی لوٹتے رہے، انشاء اللہ آئندہ ایسا نہیں ہونے دیا جائے گا۔ غیر منتخب یونینز کا تسلّط ختم کر دیا جائے گا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ گارڈز سے ہفتے میں کیلنڈر کے مطابق ..ا گھنٹے کے بجائے اڑتالیس گھنٹے ڈیوٹی لی جائے۔

ان کے بعد ریلوے ڈرائیور خانیوال رانا محبوب احمد آئے اور کہا کہ تیس سال سے ..۵۵ میل لمبی ریلوے لائن پر بکھرے ہوئے مزدوروں کا ٹریڈ یونین ازم کا حق تلف کیا جاتا رہا ہے، لیکن اب ریلوے کے مزدور، غیر منتخب اور دھوکا باز قیادت کا جُوا اپنی گردنوں سے اتار پھینکیں گے اور انشاء اللہ اسلامی نظریات کی حامل پریم یونین کو عظیم الشان کامیابی حاصل ہوگی۔

شریف ملک گارڈ خانیوال نے کہا: تیس سال سے ریلوے مزدوروں کی حق تلفی ہو رہی ہے۔ تمام مزدوروں کی تنخواہوں میں اضافہ ہوتا رہا، لیکن ریلوے مزدوروں کی تنخواہیں اپنی جگہ پر رہیں۔ گارڈز کو گریجوایٹ ہونے کے باوجود سکیل نمبر ، دیا جا رہا ہے، جو سراسر ناانصافی ہے، انہوں نے کہا کہ گارڈز کو ساری رات سردی میں اپنی ڈیوٹی دینا پڑتی ہے، لیکن پھر بھی وہ اپنے بال بچوں کا پیٹ نہیں پال سکتا، جب کہ ریلوے کے راشی افسر ائیر کنڈیشنڈ سیلونوں میں سفر کرتے ہیں اور رشوت سے اپنے پیٹ کے جہنم کی آگ بھرتے ہیں"۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے پریم یونین کا سہارا تلاش کیا ہے اور ہمیں امید ہے کہ پریم یونین ہماری امیدوں پر پورا اترے گی۔

محمد حسین (سمہ سٹہ) نے عباس باوزیر اور چودھری ارشد کو مردِ آہن قرار دیتے ہوئے کہا کہ انشاء اللہ پریم یونین بھی پیاسی کی طرح

ڈویژنل کنونشن منعقدہ ملتان میں پریم کے رہنما خطاب کر رہے ہیں

مزدوروں کے مسائل حل کرے گی اور پاکستان ریلوے کے مزدور ہونے والے ریفرنڈم میں شاندار طریقے سے پریم کو کامیاب کروائیں گے اور عمر دین اینڈ کمپنی اور مرزا ابراہیم اینڈ سنز کی قیادت کا جوا اپنی گردنوں سے اتار پھینکیں گے۔

ایس اے خان (یوڈی سی) نے فرمایا کہ انگریز اس ملک سے چلا گیا، مگر اپنی معنوی اولاد کو یہاں پر چھوڑ گیا جو ریلوے بورڈ کی صورت میں ریلوے کے مزدوروں کا خون چوس رہی ہے۔ انشاء اللہ پریم یونین کامیاب ہوتے ہی ان سے ماضی کا حساب کتاب وصول کرے گی، انہوں نے مطالبہ کیا کہ کلیریکل سٹاف کو ترقیاں دی جائیں۔ کلرک کا بدنام زمانہ نام بدلوایا جائے۔

ریلوے کیبن مین یونین ملتان کے صدر عبدالغفور نے ریلوے کے افسروں پر الزام لگایا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے غریب مزدوروں کو لوٹ رہے ہیں۔ اگر ان راشی افسروں کو ریلوے سے نکال دیا جائے، تو کروڑوں روپے کا ضیاع بند ہو سکتا ہے، انہوں نے چوہدری عمر دین، صدر یونائیٹڈ لیبر یونین پر شدید الزامات لگائے اور کہا کہ وہ مزدوروں اور افسروں کے درمیان سودے بازی کے ذریعے مال و دولت کمانے اور اپنی لیڈری کی دکان چمکانے میں لگے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ کیبن مینوں کے تنگ و تاریک مکانات لیٹرینوں سے بھی زیادہ گندی حالت میں ہیں۔ انہوں نے بڑے دکھ کے ساتھ بتایا کہ بڑے افسر اپنی زندگی میں تو مزدوروں کو لوٹتے رہتے ہیں، لیکن مرنے کے بعد بھی یہ باز نہیں آتے، چنانچہ کفن دفن کے لئے اخراجات کے بھی تین معیار بنائے گئے ہیں اور افسران کو کفن دفن کرنے کے لئے زیادہ رقم ملتی ہے، جب کہ مزدور کو اس کے کفن کے بندوبست کے لئے بھی رقم نہیں ملتی۔

پریم کراچی کے پبلسٹی سیکرٹری صلاح الدین بٹ نے اعلان کیا کہ اگر مزدوروں کو حقوق نہ دیئے گئے، تو پریم حق چھین بھی سکتی ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اسے اس راہ سے نہیں ہٹا سکے گی۔

پریم کے مرکزی چیف آرگنائزر مولوی ولی محمد نے کہا کہ تنظیم کو مضبوط کرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے مطالبات کی قربانیاں بھی دینی پڑتی ہیں، ان کے بغیر کوئی تنظیم مؤثر طور پر کام نہیں کر سکتی؛ لہٰذا آغاز میں مزدوروں کو کچھ قربانیاں بھی دینی پڑیں گی۔ اس کے لئے مال، دولت، وقت اور صلاحیتوں کی قربانیاں دینا ہوں گی، تب کہیں جاکر آپ کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

مولوی اختر علی (لیاقت پور) نے فرمایا کہ پاکستان بناتے وقت لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ لگایا گیا تھا، اس وقت کسی کو پیٹ کی فکر نہیں تھی، فکر صرف اسلام کے نفاذ کا تھا اور غیر اسلامی نظریات کے خاتمے کا تھا۔ اگر اللہ کا خوف دل میں موجود ہو اور اپنے فرائض کو ادا کیا جاتا رہے، تو یقیناً حقوق بھی حاصل ہوں گے۔

اس کے بعد شورکوٹ کے ثناء اللہ نے خطاب کیا اور ڈویژنل سیکرٹری فیض محمد خان نے قراردادیں پڑھ کر سنائیں جس کے بعد نمازِ عصر کے لیے وقفہ دیا گیا اور حاضرین نے نماز وہیں لان میں ادا کی۔

وقفے کے بعد دوسری نشست کے آغاز میں سمہ سٹہ کے مستری مان خان صاحب نے خطاب کیا اور مطالبہ کیا کہ ٹھیکیداری نظام کو ختم کر دیا جائے، جس کے ذریعے ٹھیکیدار راشی افسروں کے ساتھ مل کر ریلوے کا کروڑں روپیہ کا منافع ہضم کر جاتے ہیں۔

پیاسی ملتان کے جنرل سیکرٹری محمد عباس خان نے پی آئی اے کے مزدوروں کی طرف سے پریم کو مکمل حمایت کا یقین دلایا اور کہا کہ پی آئی اے کے مزدور ریلوے مزدوروں کے شانہ بشانہ جدوجہد کریں گے اور اپنے مزدور بھائیوں کا ساتھ دیں گے۔

واپڈا لیبر یونین کے صدر غضنفر علی نے کہا کہ جس طرح ہم نے بشیر بختیار سے تنگ آکر اس کی لیڈری کا طوق اتار پھینکا، اسی طرح ریلوے کے مزدور بھی انشاء اللہ عمر دین اور مرزا ابراہیم کو اپنے سر سے اتار پھینکیں گے۔

پریم یونین کے بانی اور مرکزی صدر عباس باوزیر نے فرمایا کہ پریم یونین مزدور اتحاد کا نشان ہے اور انشاء اللہ مزدوروں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ مخالف قوتیں اور پاکستان دشمنوں نے سوچی سمجھی سکیم کے تحت پاکستان ریلوے کا نام تبدیل کر کے پاکستان ریلویز کر دیا ہے، یعنی اتحاد کو ختم کر کے چار ریلویز کی بات کی ہے۔ لیکن پریم اس اقدام کو تسلیم نہیں کرے گی اور انتشار کے اس عزم کو ختم کر کے دم لے گی۔

انہوں نے کہا کہ اس وقت پاکستان ریلوے میں انتظامیہ اور سی بی اے کی سازش سے ۱۴۰ یونینیں ہیں اور ان کو بنانے کا خاص مقصد مزدوروں کو متحد ہونے سے روکنا ہے۔ جس طرح پی آئی اے میں بیس سال تک طفیل عباس ریفرنڈم کو روکتا رہا، اسی طرح مرزا ابراہیم اور عمر دین سی بی اے کی کرسی سے چمٹے ہوئے ہیں۔ پریم، ریلوے کے ریفرنڈم میں انشاء اللہ کامیاب و کامران ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ کراچی، سکھر اور پنڈی کے بعد اب ملتان میں یہ عظیم الشان کنونشن اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ پریم مزدوروں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔

پریم کے مرکزی سیکرٹری جنرل ارشد چوہدری نے نعروں کی گونج میں ریلوے بورڈ کو سفید ہاتھی قرار دیا اور کہا کہ ریلوے بورڈ اور نیو گارڈن میں مزدوروں کے خون پسینے کی کمائی سے عیاشی کی جاتی ہے۔ غریبوں کی عزت لوٹی جاتی ہے؛ چنانچہ حال ہی میں ایک ڈویژنل سگنل آفیسر ائیر کنڈیشنڈ سیلون میں ایک لڑکی کی عصمت دری کرتا ہوا پکڑا گیا ہے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ انشاء اللہ ان راشی اور بدکار لیڈروں سے حساب لیا جائے گا اور انہیں معاف نہیں کیا جائے گا۔

کنونشن کے سب سے آخری مقرر مہمانِ خصوصی پروفیسر محمد شفیع ملک تھے، جنہوں نے ریلوے میں ہونے والی کرپشن کا ذمے دار ریلوے بورڈ کے افسران اور مزدوروں کی نام نہاد قیادت کو قرار دیا اور کہا کہ بیس سال کے عرصے میں کسی بھی قیادت کے برے بھلے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ریلوے کی سی بی اے یونینز، یونائیٹڈ اور ورکرز کو بیس سال تک کام کرنے کا موقع دیا گیا، لیکن وہ بری طرح ناکام ہو چکی ہیں اور انشاء اللہ مزدور مفاد اور اسلامی انقلاب کا نام لے کر آنے والی پریم یونین، ریفرنڈم میں شاندار کامیابی حاصل کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ آنے والا وقت فیصلہ کرے گا کہ مزدوروں کے مفاد کے لیے عباس باوزیر کس قدر کوششیں کرتا ہے۔ وقت کا فیصلہ خدا کا فیصلہ ہوتا ہے۔

کنونشن میں ریلوے میل سروس یونین کے جنرل سیکرٹری نے پریم کی مکمل حمایت کا اعلان کیا۔

●●

باجپائی کی گز بھر کی زبان مسئلہ کشمیر کو دبا نہیں سکتی

ہفت روزہ "اذان" سرینگر کا فکر انگیز اداریہ

"جناب سجاد حجازی ہمارے دیرینہ کرم فرما ہیں اور مکہ مکرمہ سے قارئین "زندگی" کے لیے اہم مضامین اور رپورٹیں وقتاً فوقتاً ارسال کرتے رہتے ہیں۔ گذشتہ روز ہمیں ان کا ارسال کردہ خط اور جماعتِ اسلامی مقبوضہ کشمیر کے آرگن "اذان" سرینگر کے اداریہ کی فوٹو کاپی موصول ہوئی۔ ہم ذیل میں یہ دونوں چیزیں شائع کر رہے ہیں۔" (ادارہ)

مزاجِ گرامی! جماعتِ اسلامی ریاست جموں و کشمیر (مقبوضہ بھارت) کے آرگن ہفت روزہ "اذان" سرینگر کے اداریہ مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۸ کی فوٹو سٹیٹ کاپی بغرضِ اشاعت ارسالِ خدمت ہے۔ اس اداریہ کے پڑھنے سے بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے کہ جماعتِ اسلامی، مقبوضہ کشمیر میں سلطان جابر کے سامنے کلمۂ حق کہنے کا فرض کس عزیمت و استقامت سے ادا کر رہی ہے۔ اداریے کا ایک ایک لفظ مسئلہ کشمیر کے بارے میں اسلامیانِ کشمیر کے دلوں کی دھڑکن اور اس اعتبار سے اس سلسلے میں پاکستان کے حقیقت پسندانہ مؤقف کی مکمل تائید معلوم ہوتا ہے۔ کاش! ہم ان بے پناہ جذبوں کا اندازہ لگا سکیں، جو ان پاکیزہ اور جرأت مندانہ الفاظ کے پیچھے کار فرما ہیں اور کاش! یہ احساس ہمیں اس ضمن میں اپنے فریضے کی ادائیگی پر آمادہ کر سکے۔

خدائے بزرگ و برتر سے دعا ہے کہ وہ آزادی کے لیے تڑپتے ہوئے ان دلوں سے نکلی ہوئی دعاؤں کو اپنے دربار میں شرفِ قبولیت بخشے اور اسلامیانِ کشمیر کو بھارتی استبداد سے نجات دے۔

(سجاد حجازی، صندوق ۱۲۰۳ - مکۃ المکرمہ)

"ہندوستان اور پاکستان کے درمیان آج تک جو ہولناک جنگیں ہوئیں، اُن کو اگرچہ مختلف اوقات پر، مختلف معاہدوں نے امن، عافیت، دوستی اور صُلح کی امیدوں میں بدل دیا، لیکن اگر دیکھا جائے، تو وہ بُنیادی مسئلہ دھرے کا دھرا ہے، جس نے دونوں ممالک کے درمیان ہولناک جنگوں کو جنم دیا اور جس نے برِصغیر ہند و پاک کو تین بار آگ و خون کے ہولناک شعلوں میں گھیر لیا۔

یہ مسئلہ زمین کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کا مسئلہ ہے۔ جس کا مستقبل غیر یقینیت کے ترازو میں لٹک رہا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان آج تک جو امن معاہدے ہوئے، ان سب میں مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لیے افہام و تفہیم کا سلسلہ شروع کرنے پر زور دیا گیا، لیکن جب بھی من ملنے انداز میں زبان چلا کر حقائق کے ہمالیوں کو ہَوا میں تحلیل کرنے کی کوشش کی گئی، ہم نے دیکھا کہ امن معاہدے ہَوا ہو گئے اور عہد و پیمان کے پرخچے اُڑ گئے۔ حالات نے ثابت کر دیا کہ اربابِ اقتدار صلح و امن کے ایوان کی تعمیر میں کسی سنجیدہ فکری سے کام نہیں لیتے۔

تقسیمِ ہند کے فوراً بعد جو کچھ سامنے آیا، اس پر امن و سلامتی کے حسّاس علمبردار آنسو بہائے بغیر نہ رہ سکے۔ ایک طرف پنجاب کے کُھلے میدانوں میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی روحیں امن و سلامتی کے لیے تڑپ رہی تھیں اور دوسری طرف کشمیر کے میدان اور پہاڑ انسانی خون سے رنگے جا رہے ہیں۔ جنگ بندی اور بعد میں نہرو لیاقت معاہدے نے کروڑوں انسانوں کو یک گونہ طمانیت بخشی اور ہر طرف سکون و مسرت کا احساس جاگنے لگا، لیکن وقت نے ثابت کر دیا کہ ایثار و اخلاص کے فقدان نے امیدوں کے سارے چولہے ٹھنڈے کر دیئے اور پورا برِصغیر پھر گشت و خون کی آگ میں لپٹ گیا۔

یہ خونیں باب اعلانِ تاشقند کی صورت میں ختم ہوا اور خیال تھا کہ یہ اعلانِ تاشقند سترہ دن کے حرب و ضرب کو ہمیشہ کے لیے امن و عافیت میں بدل دے گا، لیکن یہ خیال بھی اس وقت محض ایک وہم ثابت ہو گیا، جب ادنیٰ اغراض و مقاصد اور سیاسی داؤ پیچ نے پھر ہندوستان اور پاکستان کو ایک ایسی جنگ میں اُلجھا دیا، جس کے شعلوں نے پچھلے تمام معاہدوں کو جلا کر راکھ کر دیا۔ نفرت، بغض اور دشمنی کی یہ راکھ، چھمب، جستھان اور ڈھاکہ کے محاذوں پر اُڑتی ہوئی نظر آئی۔ بالآخر دونوں فریقوں نے حالات کے زبردست دباؤ اور مجبوریوں کے شدید اقتضا سے شملہ میں ایک معاہدے پر دستخط کیے اور دونوں کی امن پسندی اور ایثار و اخلاص شملہ سمجھوتے کے روپ میں سامنے آگیا۔ اس سمجھوتے کے حسن اور اس کے محاسن پر اتنا کچھ لکھا گیا ہے کہ اور کچھ لکھنا شاید لکیر پیٹنے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اس لیے ہم اس سمجھوتے کے محاسن اور خوبیوں کے جھمیلے میں پڑے بغیر اتنا ہی کہہ دیں گے کہ اس سمجھوتے نے فہم و فراست کو فتح بخشی اور توقعات کے نئے قطب مینار کھڑے کر دیئے۔

سمجھوتے میں ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تمام مسائل کا ذکر ہے جو حل ہو گئے ہیں، لیکن اب فقط ایک مسئلہ، مسئلہ کشمیر باقی رہ گیا ہے جو حل طلب ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان اس مسئلے پر پھر سے شوراشوری سُننے میں آ رہی ہے اور

سمرقند و بخارا کی خُونیں سرگزشت

— اعظم ہاشمی —

رُوسی ترکستان کے مُسلمانوں کی رُودادِ الم جسے پڑھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ "سوشلزم" اسلام کے لیے کتنا عظیم خطرہ ہے اور اس کے ظاہر و باطن میں کتنا بھیانک فرق موجود ہے۔

سفید کاغذ فوٹو آفسٹ طباعت حسین سرورق،
قیمت: ۲/۲۵ روپے

مکتبۂ اُردو ڈائجسٹ سمن آباد۔ لاہور

دونوں فریقین بیانات کی توپیں داغ رہے ہیں۔ پاکستان مسئلہ کشمیر کو حل طلب ماننے پہ اڑا ہوا ہے اور ہندوستان کے اربابِ اقتدار "اٹوٹ انگ اور ناقابل گفتگو" والے مؤقف کو نئے سرے سے دہرانے لگے ہیں۔

پاکستان کے صدر جنرل ضیاء الحق نے ۲۷ اکتوبر کو میرپور آزاد کشمیر میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مسئلہ کشمیر حل طلب ہے اور ہندوستان اور پاکستان کے درمیان دیرپا امن کا قیام اُس وقت تک ناممکن ہے، جب تک مسئلہ کشمیر کو حل نہیں کیا جاتا۔ ادھر ۶ دسمبر کو ہندوستان کے وزیرِ خارجہ مسٹر اٹل بہاری باجپائی نے پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان مسئلہ کشمیر اور حق خودارادیت کو اچھال کر آگ سے کھیل رہا ہے اور ہندوستان کسی بھی چیلنج کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ پاکستان کشمیر کے مسئلے پر بات چیت کے لیے تیار رہے، لیکن یہ بات چیت "آزاد کشمیر" کی واپسی تک محدود ہو گی۔

ہندوستان کے وزیرِ خارجہ کی یہ لن ترانیاں جہاں پاکستان کے صدر جنرل ضیاء الحق کے کشمیر سے متعلق حقیقت پسندانہ بیانات کا ردِعمل ہیں، وہاں اقوامِ متحدہ کی سب کمیٹی کی اس رپورٹ کے خلاف بھی ایک احتجاج ہے جس میں جموں و کشمیر کو دُنیا کے ان ۳۰ علاقوں میں شمار کر لیا گیا ہے جو ابھی تک زیرِ تسلط، غلام اور حقِ خودارادیت سے محروم ہیں۔ اُس طرف سے ہندوستان کے وزیرِ خارجہ شری اٹل بہاری باجپائی نے گز بھر کی زبان نکال کر ایک بار پھر حقائق کے ہمالیوں کو ڈھا دینے کی کوشش کی ہے اور ہند و پاک کے درمیان گذشتہ چند برسوں میں قائم ہوئی دوستانہ فضاء کو مکدر کرنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ پاکستان کے صدر جنرل ضیاء کے بیانات ہندوستان اور پاکستان کے درمیان ہوئے معاہدوں کے عین مطابق ہیں اور اقوامِ متحدہ کی سب کمیٹی کی متذکرہ بالا رپورٹ بھی سلامتی کونسل اور اقوامِ متحدہ کے ہی کمیشن برائے ہند و پاکستان کی پاس کردہ قراردادوں کی تائید و توثیق ہے۔

۱۹۴۷ء میں مہاراجہ کشمیر اور ہندوستان کے درمیان جو دستاویزی الحاق ہوا، وہ عارضی نوعیت کا تھا اور اس کو کشمیری عوام کی رائے شماری کے تابع بنایا گیا تھا۔ اس دستاویزی الحاق پر دستخط ہونے کے بعد خود ہندوستان کے لیڈروں نے بھی وقتاً فوقتاً کشمیری عوام سے وعدہ کیا کہ وہ کشمیر میں رائے شماری کرائیں گے، لیکن ہندوستان نے وقت وقت پر مختلف قسم کی سازشوں کے تانے بانے بُن کر کشمیر کے بُنیادی مسئلہ کو دبانے کی کوشش کی اور سالہا سال گذرنے کے باوجود رائے شماری کے بارے میں کئے گئے وعدوں کو تشنۂ تکمیل رکھا۔ ہندوستان پورے ۳۱ سال سے کشمیر کی سرزمین اور یہاں کے لوگوں کے سروں پر طاقت اور جبر کے بل بوتے پر سوار ہے اور وہ کشمیری عوام کو حقِ خودارادیت سے محروم کر کے عدل و انصاف اور امن کی بوٹیاں نوچ رہا ہے۔

بدقسمتی سے ہندوستان کشمیر کے ان لیڈرانِ کرام کو اپنے شیشے میں اتارنے میں کامیاب ہو گیا جو یہاں کے لوگوں کے دل کی دھڑکن اور ان کے بنیادی مسئلے کی علامت بنے ہوئے تھے۔ ان لیڈروں نے اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کے لیے کشمیری عوام کے مفادات کا استحصال کیا اور اس طرح یہاں کے "رندِ عیار" کی گردن بھی آخر کار جھک گئی اور "زاہد پرکار" کا وضو بھی ٹوٹ گیا۔

آج ہمارے سامنے جو صورتِ حال آ رہی ہے، وہ کچھ ایسا ظاہر کر رہی ہے جیسے ہماری ساری قربانیاں بے سُود تھیں، ہمارے نعرے بے مقصد تھے۔ ہمارے جذبات خام کاروں کا رقص تھا۔ ہمارے جلسے مسخروں کے بھانگڑے تھے، ہمارے جلوس بزدلوں، بے وفاؤں اور خودغرضوں کے ہجوم تھے۔ ہماری شعلہ بیانیاں، پٹاخوں کا شور تھا۔ ہماری قراردادیں ناول اور افسانوں کے اقتباسات تھے۔ ہماری تگ و دو طفلانِ بے پروا کا کھیل کود تھا اور ہماری جدّ و جہد چند گھرانوں کی مادی ترقی کا پیش خیمہ تھی۔

ہمارے اپنے رہنماؤں نے رہزنی نہ کی ہوتی، تو دوسرے لوگ خم ٹھونک کر ہمارے جذبات و احساسات کا مذاق اڑانے کی جرأت کہاں کرتے؟ بہرحال یہ ساری صورتِ حال کشمیری عوام کا ایک المیہ ہے اور کشمیری عوام ان پُر فریب پردوں کو چاک کرتے ہوئے قیادت و سیادت کے تابوت میں آخری میخیں ٹھونک کر اپنے بُنیادی مسئلے کی گونج پھر پیدا کر سکتے ہیں اور "اٹوٹ انگ" اور "ناقابل گفتگو" جیسی بے ہودہ باتیں کرنے والوں کا مُنہ بند کر سکتے ہیں۔

ہندوستان کی موجودہ حکومت کو احساس ہونا چاہیئے کہ کشمیر کا مسئلہ ہی وہ مسئلہ ہے جس نے ہندوستان اور پاکستان کو تین جنگوں میں اُلجھا کر انہیں پانچ کھرب روپے کا نقصان برداشت کرنے پر مجبور کیا۔ اس مسئلے کی موجودگی نے دونوں ممالک کو ترقی کی دوڑ میں کافی پیچھے رکھا اور کروڑوں گھرانے اجاڑ کر رکھ دیئے۔ اس لیے آج پھر مَن مانے انداز میں زبان چلا کر حقائق کے ہمالیوں کو ہوا میں تحلیل کرنے کی کوشش کرنا بے دانشی اور خودغرضی کا بدترین مظاہرہ ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ ہم تاریکی اور بغض کے ضمیر سے بنی ہوئی اکڑ اور ہٹ دھرمی چھوڑ دیں اور اپنے اغراض و مقاصد اور سیاسی داؤ پیچ سے بلند ہو کر حقائق کی سطح پر آ جائیں۔

●●

پاکستان ریلویز

ٹنڈر نوٹس

ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ پاکستان ریلویز لاہور کو ریلوے تصریحات کے مطابق جیسا کہ ٹنڈر دستاویزات میں دی گئی ہیں۔ ووڈن سلیپرز (چیٹر) کی فراہمی کے لئے ریلوے کے منظور شدہ ٹھیکے داروں/فراہم کنندگان یا دیگر سرکاری خودمختار اداروں وغیرہ سے سربمہر ٹنڈر مطلوب ہیں۔ غیر منظور شدہ ٹھیکیداران/فراہم کنندگان بھی ٹنڈر دے سکتے ہیں۔ اگر وہ ٹنڈر دستاویزات میں دی گئی مطلوبہ شرائط پر پورا اترتے ہوں۔ فراہم کنندگان کو سپلائی کیلئے نرخ بشمول پاکستان ریلویز کے کسی ریلوے سٹیشن پر ریلوے ویگنوں میں لوڈنگ آفر کرنا ہوں گے۔

نمبر شمار	نام کام	اندازاً التعداد	زر تخمینہ	زر بیعانہ	مدت تکمیل
۱	ووڈن سلیپرز (چیٹر) کی فراہمی سائز ۱۲' × ۱۰" × ۵" بمطابق ریلوے تصریحات کسی ریلوے اسٹیشن پر ریلوے ویگنوں میں لوڈ کئے ہوئے بشمول لیڈ اور لفٹ، رائلٹی ٹیکسز اور دیگر تمام ضمنی کے اخراجات وغیرہ بسلسلہ گوجرانوالہ چھاؤنی کے مقام پر ملٹری ڈپو کے لئے ریلوے سائیڈنگ فراہم کرنا۔ **یا** سلیپرز سائز ۹' × ۱۰" × ۵" = ۴۰۰۰ عدد	۳۰۰۰ عدد	۱۰ لاکھ روپے	۲۰۰۰۰/- روپے	ایک ماہ

ٹنڈر دستاویزات اور معیاری شرائط و ضوابط ٹھیکہ وغیرہ ورکس اکاؤنٹس برانچ سے ڈویژنل پے ماسٹر پاکستان ریلویز/لاہور کے ہاں داخل کردہ زرِ بیعانہ کی کیش رسید یا اس کے عوض گارنٹی بانڈ پیش کرنے پر بعوض نقد ادائیگی قیمت (یعنی ٹنڈر فارم معہ دیگر دستاویزات ۵۰/- روپے) کسی بھی یوم کار کو دفتری اوقات کے دوران ۹/۲/۷۹ تک حاصل کی جاسکتی ہیں۔ ٹنڈر ۲۰ فروری ۷۹ء کو ۱/۲ ۱۲ بجے دوپہر کھولے جائیں گے۔ (R10(L)2586

اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے

۱۳ قابلِ عمل تجاویز حاضر ہیں

خواجہ محمد بشیر بٹ کے قلم سے

اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلہ میں موجودہ حکومت کی کوششیں خوش آئند اور قابلِ ستائش ہیں، مگر یہ اسی وقت کما حقہ بار آور ہو سکتی ہیں، جب کہ پوری قوم فکری اور عملی طور پر ان میں شامل ہو۔ اس لیے ضروری ہے کہ معاشی اور سماجی مسائل کے حل کے لیے بھی کچھ اقدامات کیے جائیں، تاکہ عام آدمی کو اسلامی نظام کے نفاذ کے ساتھ اپنی معاشی پریشانیاں کچھ کم ہوتی نظر آئیں۔ ماضی میں ہمارے سیدھے سادھے عوام کو ناممکن العمل اور جھوٹے وعدوں سے بہلا پھسلا کر ان سے ووٹ حاصل کیے جاتے رہے اور اس طرح قوم کا مزاج بگاڑ کر اُسے وعدہ پسند اور نعرہ پسند بنا دیا گیا۔ اب اکثر لوگوں کی سوچ پر معاشی پہلو غالب ہے اور وہ ہر بات میں اپنا معاشی فائدہ سوچنے کے عادی ہو گئے ہیں جو کہ موجودہ معاشی حالت کا لازمہ اور ایک فطری تقاضا ہے؛ لہٰذا جب تک اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلہ میں عوام کے اکثریتی طبقوں کی جن میں مزارعین، صنعتی مزدور، چھوٹے دوکاندار اور چھوٹے ملازمین وغیرہ شامل ہیں، معاشی حالت بہتر بنانے کے لیے اور ان کی پریشانیاں دُور کرنے کے لیے کچھ اقدامات نہیں کیے جائیں گے، وہ اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں پوری طرح مطمئن نہیں ہوں گے۔ اسلامی معاشی نظام عدل اور احسان پر مبنی ہے، اس کے بنیادی اصول یہ ہیں جو قرآنِ پاک نے متعین کیے ہیں:

۱۔ ارتکازِ دولت کا خاتمہ اور دولت کی معاشرہ میں گردش۔
۲۔ جائز اور حلال ذرائع سے کمانے کی آزادی۔
۳۔ حرام ذرائع کی بندش۔
۴۔ ہر شخص کا اپنی ضرورت سے زائد دولت کو معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کرنا۔
۵۔ ہر شخص کو اس کے کام اور محنت کے مطابق معاوضہ ملنا۔
۶۔ قدرتی وسائل کا تمام معاشرہ کی ملکیت ہونا۔
۷۔ تمام انسانوں کی بنیادی ضروریات کی کفالت کی ذمہ داری ریاست پر ہونا۔
۸۔ تمام شہریوں کو ترقی اور روزگار کے مساوی مواقع مہیا ہونا۔
۹۔ بغیر محنت کمائی کا حرام ہونا۔ مثلاً سُود، سٹہ، قمار بازی وغیرہ۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ان اصولوں کو مدِ نظر رکھ کر آئندہ کے لیے معاشی حکمتِ عملی مرتب کی جائے اور ساتھ ہی فوری طور پر معاشی مسائل کم کرنے کے لیے جو کچھ بھی اس وقت ممکن ہو حکومتی سطح پر کیا جائے، لہٰذا مَیں صدرِ مملکت سے دردمندانہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ ۱۲ ربیع الاوّل کو اسلامی حدود نافذ کرنے کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل معاشی اور سماجی اقدامات کا بھی اعلان فرمائیں:

۱۔ حکومت کے زیرِ انتظام تیار ہونے والی اشیاء ضروریہ مثلاً چینی، گھی، سیمنٹ وغیرہ کی قیمتوں میں کچھ کمی کی جائے۔
۲۔ چونکہ احکامِ شرعی کے مطابق دولت پر زکوٰۃ کی کثیر رقم وصول ہوگی، اس لیے آمدنیوں پر وصول کیے جانے والے انکم ٹیکس میں کمی کرنا لازم ہے؛ لہٰذا آئندہ مالی سال سے انکم ٹیکس صرف ۔/۵۰،۰۰۰ روپے یا اس سے زائد آمدنی والوں سے وصول کیا جائے۔
۳۔ سیلز ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی اور دیگر ٹیکسوں میں بھی آئندہ مالی سال سے متعد بہ کمی کی جائے۔
۴۔ کم آمدنی والے اور غریب شہریوں کے لیے حکومت کے اداروں اور پرائیویٹ منظور شدہ کمپنیوں کے ذریعے تین تین، چار چار منزلہ عمارتوں میں فلیٹوں کی تعمیر کا بندوبست کیا جائے اور ان کی قیمت قسطوں میں وصول کی جائے۔
۵۔ بڑے شہروں میں ایک کنال سے زائد رقبہ پر مکانات کی تعمیر ممنوع قرار دی جائے۔
۶۔ جن مزارعین اور کاشت کاروں کو سرکاری اراضی مختلف سکیموں کے تحت کاشت کے لیے دی گئی ہے، انہیں مالکانہ حقوق دیئے جائیں اور آئندہ فاضل اور بنجر سرکاری اراضی صرف بے زمین کاشت کاروں میں تقسیم کی جائے۔
۷۔ صنعتی مزدوروں کے لیے بونس شیئر کے ذریعے ملکیت میں حصہ دار بننے کا اہتمام کیا جائے۔
۸۔ زیادہ پیداوار والے کارخانوں کے مزدوروں کو انعامات دیئے جائیں۔
۹۔ دیہات میں ۷/۵ مرلہ سکیم کے تحت مکانات کے لیے مستحق افراد کو جگہ تقسیم کرنے کی سکیم پر مکمل طور پر عمل درآمد کیا جائے۔
۱۰۔ سابقہ حکومت کی نافذ کردہ زرعی اصلاحات پر پوری طرح عمل درآمد کرایا جائے۔
۱۱۔ رشوت، چور بازاری، اسمگلنگ، منافع خوری، سرکاری املاک اور رقوم کے خرد برد اور غبن کے جرائم کی بھی شرعی سزائیں مقرر کی جائیں۔
۱۲۔ اعلیٰ حکام، وزراء، سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کے افسروں کے احتساب کے لیے ایک مستقل اور آزاد محکمۂ احتساب قائم کیا جائے، جس کے سربراہ مرکز میں سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ جج، صوبوں میں ہائی کورٹوں کے ریٹائرڈ جج صاحبان اور ضلعوں میں ریٹائرڈ سیشن جج صاحبان ہوں جہاں ہر شہری اپنی شکایات پیش کر سکے۔
۱۳۔ علاوہ ازیں چالیس سال کی عمر تک کے تمام سرکاری اور نیم سرکاری ملازمین کے لیے لازم قرار دیا جائے کہ وہ اپنے دفاتر یا اداروں میں پیدل یا سائیکل پر آیا اور جایا کریں نیز جن لوگوں کے سرکاری لباس میں پتلون اور ٹائی شامل نہیں ان کے لیے سرکاری اور نیم سرکاری دفاتر اور اداروں میں ڈیوٹی کے دوران پتلون اور ٹائی کا استعمال ممنوع قرار دیا جائے۔ ملک میں صرف انکم ٹیکس یا زرعی ٹیکس دینے والے اشخاص کو موٹر گاڑی رکھنے کی اجازت ہو۔ مختلف خوشی اور غمی کی تقریبات کے موقعوں پر بے جا اسراف اور نمود و نمائش کو روکنے کے لیے ایک جامع قانون مرتب کیا جائے۔

●●

جاوید اقبال کے منتخب کارٹونوں
کا تازہ مجموعہ
ففٹی ففٹی
نوائے وقت پبلیکیشنز ۴، شارع فاطمہ
جناح روڈ لاہور

ملکی اور بین الاقوامی حالات پر کلن اور مرزا جی کا مکالمہ

کلن بولے ــــــ شاہ تو ایران سے گئے پر گڑبڑ ابھی تک نہیں گئی، یہ کیا ہے؟

مرزا جی بولے ـــ بھیّا کلن یہ معاملہ اپنی سمجھ میں نہیں آرہا۔ اتنا ضرور ہے کہ بہت سی باتیں سننے میں آرہی ہیں اور وہ بھی کچھ سمجھ میں آرہی ہیں، کچھ نہیں آرہیں۔ کوئی کہتا ہے ایران میں گڑبڑ کے پیچھے رُوس کا ہاتھ ہے۔ وہ بحرِ ہند تک اپنے پَیر پھیلانا چاہتا ہے اور خمینی اس کے ایجنٹ ہیں۔ کوئی کہتا ہے وہ کسی کے ایجنٹ نہیں، سچے اور پکّے مسلمان ہیں۔ جیسا کہ خود انہوں نے ایک موقع پر کہا کہ کوئی شخص ایک ہی وقت میں مارکسسٹ اور مسلمان نہیں ہو سکتا۔ دونوں الگ الگ سوچ کے دھارے ہیں۔ اسلامی ایران رُوس کے دباؤ کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوگا۔ ہم ملک میں اسلامی نظام چاہتے ہیں۔

کلن بولے ـــ اس کا مطلب یہ ہے کہ شاہ کے وقت میں ایران میں اسلام نہیں تھا۔

مرزا جی بولے ـــ اسلام تو تھا، لیکن سننے میں یہ آیا ہے اسلام جو کہتا ہے وہ نہیں تھا۔

کلن یکدم بولے ـــ وہ کیا؟

مرزا جی بولے ـــ شاہ نے اسلامی تاریخ سے منہ موڑتے ہوئے اپنا شجرہ سائرس اعظم سے جا ملایا۔ شاہ کے وقت میں ایران میں خنزیر کا گوشت "لحم بلبل" کے نام سے عام بکتا رہا۔ کلبوں اور ہوٹلوں میں ننگے ناچ ہوتے رہے۔ شراب پر کوئی پابندی نہ لگائی گئی۔ اسرائیل کے ساتھ پیار کی پینگیں بڑھائی گئیں۔

جو کوئی اس کے خلاف آواز اٹھاتا جیل میں ڈال دیا جاتا۔ ملک سے نکال دیا جاتا۔ اس کی کھال کھنچوا دی جاتی۔ شاہ کی خفیہ پولیس "ساواک" مخالفوں کے کھوج میں لگی رہتی اغوا کر کے محبِ وطن لوگوں کو ٹارچر کیمپوں میں پہنچا دیا جاتا۔

کلن بولے ـــ وہ کیا ہوتا ہے؟

مرزا جی بولے ـــ ارے بھئی وہ جگہ جہاں بے قصور لوگوں کو بند کر کے خواہ مخواہ طرح طرح کی سزائیں دی جاتی ہیں۔

کلن بولے ـــ سمجھ گیا۔ سمجھ گیا۔ جیسے بھٹو نے اپنے مخالفوں پر ظلم کرنے کے لیے دلائی کیمپ اور وارسک کیمپ بنا رکھے تھے۔ اس کا مطلب ہے جو کچھ بھٹو نے یہاں کیا، شاہ نے وہاں کیا۔

مرزا جی بولے ـــ یہی سننے میں آیا ہے۔ بھٹو نے یہاں اپنے گرگوں کو کھلی چھٹی دے رکھی تھی کہ "جیوے بھٹو" کے نعرے لگاتے جاؤ اور قوم کا مال لوٹ لوٹ کر کھاتے جاؤ۔ جب شاہ، ایران کے والی وارث تھے، تو فوجی اداروں اور اسلحہ بنانے کے کارخانوں میں انتظامی اور فنی کام کرنے کے لیے ۴۸ ہزار امریکی بھرتی کیے گئے جو ایرانیوں سے کئی گنا زیادہ تنخواہ اور الاؤنس پاتے رہے۔ گلچھرے اڑاتے رہے۔ تیل کی پیداوار سے کئی غیر ملکی کمپنیاں اور اُن کے کارکن ایرانی پیسے پر پلتے رہے۔ کئی غیر ملکی سیر کرنے کے بہانے آئے اور "گھس بیٹھئے" بن کر وہیں بیٹھ رہے۔ جائدادیں بنائیں۔ کاروبار چمکایا۔ قوم کے کھربوں روپے شاہ نے اپنی فضول خرچیوں میں اڑا دئیے۔ خمینی نے اس کی مخالفت کی، تو ان کو گرفتار کر لیا گیا۔ بڑی سخت سزائیں دیں۔ ملک سے نکال دیا گیا۔ اس لیے یہ انقلاب تو آنا ہی تھا اور شاہ کو ملک سے جانا ہی تھا۔

کلن بولے ـــ وہ تو گئے، لیکن خمینی ابھی تک وطن واپس نہیں آئے۔ اب کیا ہے جو ان کو آنے سے روک رہا ہے۔

مرزا جی بولے ـــ وہ اب تک آ بھی چکے ہوتے اور تہران میں قبرستانِ زہرا میں جیسا کہ انہوں نے کہا، اب تک قوم سے خطاب بھی کر چکے ہوتے، مگر بختیار حکومت نے ملک کے تمام ہوائی اڈے بند کر دیئے، اس لیے علّامہ خمینی نے ایران کے لیے روانگی ملتوی کر دی اور اخباروں نے یہ خبر بھی دی ہے کہ ان کا جہاز تہران کے ہوائی اڈے پر نہ اُتر سکا، تو وہ دمشق یا کویت چلے جائیں گے یا پاکستان چلے آئیں گے۔

کلن بولے ـــ وہ کہیں بھی جائیں آخر اپنے وطن تو جائیں گے ہی، جہاں لاکھوں انسان ان کا راستہ دیکھ رہے ہیں۔

مرزا جی بولے ـــ ہاں! ہاں! ضرور جائیں گے، مگر خون خرابہ ہوگا۔ دیکھنے میں یہی آرہا ہے۔ شاہ کی حامی فوج اب وزیرِ اعظم شاہ پور بختیار کے ساتھ ہے اور باغی فوج خمینی کے ساتھ۔ لوگ بختیار حکومت کے حامی ہیں اور خمینی کی اسلامی حکومت کے حامی بھی۔

کلن بولے ـــ ہاں مجھے پروفیسر صاحب نے کل یہی بتایا تھا۔

مرزا جی بولے ـــ وہ تو سُنا ہے کہ کراچی گئے ہوئے ہیں۔

انتخابِ کلامِ اکبر

لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی کا طنزیہ اور مزاحیہ کلام پوری دنیا کی شاعری میں بے مثال مانا گیا ہے۔ اکبر اپنے قارئین کو صرف ہنساتے ہی نہیں جگاتے بھی ہیں۔ برِصغیر کے مسلمان جب غفلت کی نیند سو رہے تھے اور سات سمندر پار سے آئے ہوئے انگریزوں نے جب انہیں سیاسی غلامی میں مبتلا کرنے کے بعد ذہنی غلامی میں بھی جکڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا اس عظیم شاعر نے پُر اثر انداز میں اس خطرے کی نشاندہی کی ـــ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے حضرت اکبر کے کلام کی چار ضخیم جلدوں سے ایسا عمدہ انتخاب پیش کیا ہے کہ قاری شاعر کے پورے کلام کی حلاوت سے آشنا ہوتا ہے۔

قیمت [illegible] روپے

مکتبہ اُردو ڈائجسٹ، سمن آباد، لاہور

کلن بولے ۔ گئے تھے آ گئے ہیں ۔

مرزا جی بولے ۔ تم نے انہیں یہاں دیکھا۔

کلن بولے ۔ کل صبح رمضانی کی دکان پر نہاری کھا رہے تھے، مجھے دیکھتے ہی بولے ۔ آؤ میاں آؤ تمہارا ہی انتظار تھا ۔

مرزا جی بولے ۔ اور تم نے بھیا آؤ دیکھا نہ تاؤ جُٹ گئے ۔

کلن بولے ۔ اور کیا، نہاری تو اپن کی کمزوری ہے اور اگر اس میں گھی کا بگھار لگا ہوا ہو، تو سبحان اللہ ! رال ٹپک جاتی ہے ۔

مرزا جی بولے ۔ تو معلوم ہوا نہاری میں گھی کا بگھار بھی لگا تھا ۔

کلن بولے ۔ اور گھی خالص تھا، مٹی کے تیل یا گریس کی ملاوٹ نہ تھی اس میں ۔ نہاری کھائی اور خوب ٹام ٹچ ہو کر کھائی ۔

مرزا جی بولے ۔ اور پیسے ؟

کلن بولے ۔ وہ پروفیسر صاحب نے دیئے، ایسی فضول خرچی تو آپ جانتے ہیں اپن نے کبھی کی نہیں ۔

مرزا جی ہنس کر بولے ۔ اچھا، ہاں ! تو کیا بتایا تھا تمہیں پروفیسر صاحب نے ؟

کلن بولے ۔ انہوں نے بتایا کہ تہران میں ایک لاکھ افراد نے وزیر اعظم بختیار کی حمایت میں مظاہرہ کیا، بتاؤ تو ایسا مظاہرہ پہلے کبھی وہاں ہوا ہے ؟

مرزا جی بولے ۔ ہاں ہوا ہے ۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے چہلم اور خمینی کی اپیل پر چالیس لاکھ افراد نے تہران میں مظاہرہ کیا ۔ فوج اور پولیس الگ تھلگ رہی ۔ اب تک مظاہرین میں شہید ہونے والوں کی رشتہ دار عورتیں بھی شامل تھیں ۔ جلوس کے اوپر ہوائی جہاز اور ہیلی کاپٹر اڑتے رہے ۔ جلوس ہوائی اڈے کے پاس شاہ یاد چوک پر ختم ہوا، جس کا نام اب خمینی چوک رکھ دیا گیا ہے ۔

کلن بولے ۔ اس کا مطلب ہے خمینی کے آنے سے ایران میں دو حکومتیں ہو جائیں گی، آپس میں ٹکرائیں گی ۔ ہو سکتا ہے فوج اقتدار سنبھال لے کہ خانہ جنگی نہ ہو جس کا بڑا خطرہ ہے ۔

مرزا جی بولے ۔ ہاں خطرہ تو ہے ۔

کلن چونک کر بولے ۔ یہ لو ۔ ادھر خطرے کا نام زبان پر آیا، ادھر خطرے کا گھگھو بھی بجنے لگا ۔

مرزا جی بولے ۔ ارے میاں کلن تمہارے کان بجنے لگے ہیں ۔ یہ تو ہڈحراموں کے خراٹوں کی آواز ہے ۔ بیٹھا بیٹھا سو گیا ہے ادھر دیکھو ۔

ہڈحرام ہڑبڑا کر بولا ۔ مائی باپ میں سویا نہیں، اینویں ذرا ٹھونکا لگایا ہے ۔ بھیتر میں بات یہ ہے کہ جب سے پیپل پارٹی مری ہے، اپنی ماں مر گئی ہے ۔ مفت کا مال کھاتے تھے، مزے اڑاتے تھے ۔ اب سانوں پاپڑ ویلنے پڑ گئے ہیں ۔

مرزا جی بولے ۔ ارے یار ہڈحرام یہ کیا بری بات ہے، بات بات پر ڈکار مارتے ہو ۔ کیا ہے تمہیں ؟

ہڈحرام بولا ۔ مائی باپ مفت کا مال ہضم نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے، تو دیر سے ہوتا ہے ۔ بھٹو جی کے راج میں بڑے لوشے لوٹے ہیں جو ابھی تک ہضم ہونے میں نہیں آ رہے ۔

کلن بولے ۔ یار ہڈحرام تم پتھر ہضم، لکڑ ہضم چورن کھاؤ، سب ہضم ہو جائے گا ۔

ہڈحرام بولا ۔ جی نہیں، مفت کا مال کھانے کا ایک اور موقع آ رہا ہے ۔ بھٹو جی کو پھانسی سے بچانے کے لیے ان کی بیگم کارکنوں کو پیسے دے کر پھانسی کا راستہ دکھانا چاہتی ہے ۔

مرزا جی بولے ۔ کیا مطلب ؟

ہڈحرام بولا ۔ مطلب یہ کہ مائی باپ، پیسے لے کر گڑبڑ کریں گے، تو کوڑے پڑیں گے یا پھانسی چڑھیں گے اور کسی نے ہمیں دولہا بنا کر گھوڑی پر تو چڑھانا نہیں ۔

کلن بولے ۔ ارے صورت حرام تو نے تو پیپل پارٹی کو طلاق دے دی تھی، قسم کھا کر کہا تھا کہ اب تیرا اس سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ۔

ہڈحرام بولا ۔ وہ تو ٹھیک ہے کلن بھیا، پر چور چوری چکاری چھوڑ دیتا ہے، ہیرا پھیری نہیں چھوڑتا ۔ سات سال پیپل پارٹی میں رہ کر رج کے جھوٹ بولنے اور ہیرا پھیری کے سوا کچھ نہیں سیکھا اور ہمارا اگورو گھنٹال تو ہیرا پھیری ہیں، وہ کیا کہتے ہیں، ہیرو نمبر ون ہے ۔ کبھی کہتا ہے پیٹ میں قولنج کا سول اٹھتا ہے، کبھی بولتا ہے، خانہ خراب دانت خراب ہو گئے ۔ یہ سب ہیرا پھیری ہے، پیچو پیچ گنڈیری ہے ۔ دانت اس کے کبھی خراب نہیں ہو سکتے کہ عوام کو چبانے سے بڑے مضبوط ہو رہے ہیں ۔ بات بھیتر میں یہ ہے، مائی باپ وہ ڈرام لگا کر جیل سے چھٹا کھانا چاہتا ہے ۔

مرزا جی بولے ۔ ارے یار ہڈحرام لعنت بھیج ایسوں ویسوں پر ۔ کھوٹے پیسوں پر ۔ ہمیں تو ایران میں گڑبڑ کی بات کرنے دے ۔

ہڈحرام بولا ۔ ٹھیک ہے مائی باپ، شروع ہو جاؤ اور مسکین کو بھی ایک بات بتاؤ ۔

مرزا جی بولے ۔ کیا بات ؟

ہڈحرام بولا ۔ ایران میں لوگ کس چیز کے لیے اتنی قربانیاں دے رہے ہیں، وہ چاہتے کیا ہیں ؟

مرزا جی بولے ۔ وہ ایران میں اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں ۔ خمینی کہتے ہیں دولت کو پھر سے مظلوموں میں تقسیم کیا جائے گا، ملکی پیداوار پر قوم کا قبضہ ہو گا ۔ مشینی کھیتی باڑی کو ترقی دی جائے گی ۔ کسانوں کی ضرورتیں پوری کی جائیں گی ۔ مذہبی اور بنیادی انسانی آزادی بحال کی جائے گی جو اب تک ایران میں لوگوں کو نہیں دی گئی ۔ عورتوں کو سماجی حقوق دیئے جائیں گے ۔ جمہوریت قائم کی جائے گی ۔

ہڈحرام بولا ۔ جمہوریت تو بھٹو جی نے بھی قائم کی تھی ۔

مرزا جی بولے ۔ وہ جمہوریت تو دانت توڑنے کا جمور تھی ۔

ہڈحرام بولا ۔ اور پیپل پارٹی !

مرزا جی بولے ۔ وہ بھٹو کا بچہ جمورا تھی ۔

ہڈحرام بولا ۔ اور بھٹو جی ؟

مرزا جی بولے ۔ وہ مداری تھا ۔

ہڈحرام بولا ۔ اور بیگم ؟

مرزا جی بولے ۔ پان کی بیگم ۔

ہڈحرام بولا ۔ اور نہلا دہلا ؟

مرزا جی بولے ۔ وہ ہیں کھر اور جتوئی ۔ اور دونوں مفرور ہیں ۔

ہڈحرام بولا ۔ کھر تو سنا ہے لنڈن میں منہ چھپت لگتی لڑکیوں سے کھر کھرا کر رہا ہے ۔

مرزا جی بولے ۔ ٹھیک ہے کھر اور خر میں کوئی فرق نہیں، کھر کھرا گدھے اور گھوڑے کو کیا جاتا ہے آدمی کو نہیں ۔

•••

مکتبۂ اُردو ڈائجسٹ کی بہترین پیشکش

یادِ شاھد

"مرأة العروس" اور "توبۃ النصوح" کے عظیم مصنف ڈپٹی نذیر احمد کے پوتے اور ماہنامہ ساقی کے ایڈیٹر شاہد احمد دہلوی کے حوالے سے یہ ادب کے اس شاندار دور کی روئیداد ہے جس میں اردو کے ان گنت مصنفوں، شاعروں ۔ اور نقادوں نے اپنی ادبی زندگی کی ابتدا کی اور بامِ عروج پر پہنچے ۔

کتاب کی افادیت، دلچسپی اور عظمت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اس میں صفِ اول کے ۳۲ ادیبوں کے مقالات شامل ہیں ۔

جن میں

ملا واحدی ○ پروفیسر رشید احمد صدیقی

جوش ملیح آبادی ○ مولانا نعیم صدیقی

مولانا ماہر القادری ○ حضرت احسان دانش

اور محمد طفیل ایڈیٹر نقوش شامل ہیں ۔

بڑی تقطیع ، ۴۵۲ صفحات ، مجلد ، گرد پوش سے آراستہ

قیمت ۲۰/- روپے

مکتبۂ اردو ڈائجسٹ ۔ سمن آباد ۔ لاہور

محمد عارف قریشی

پولیس بردہ فروشوں کا ساتھ دے رہی ہے

حیدر آباد کے قضیے کا پس منظر اور خرکاروں کے ہتھکنڈوں کی تفصیلات

۱۹۷۳ء میں دیال سنگھ کالج کے چند لڑکے دریائے راوی میں نہانے کے لیے گئے۔ نہانے کے بعد واپسی کے لیے وہ بند روڈ پر کھڑے تھے کہ ایک ٹریکٹر ٹرالی آگئی۔ انہوں نے ٹرالی کو ہاتھ کے اشارے سے روکا اور دوڑ کر اس میں چڑھنے لگے۔ ٹریکٹر ڈرائیور نے ہلکی سی بریک لگا کر پھر سپیڈ دے دی، اس خیال سے کہ وہ سب سوار ہو گئے ہوں گے لیکن ان میں سے ایک بچہ خرم پھر بھی سوار نہ ہو سکا اور اس کے بعد آج تک پتہ نہیں چلا کہ خرم کہاں گیا؟ اس پر کیا بیتی؟ غالب امکان ہے کہ وہ خرکاروں کے ہتھے چڑھ گیا۔ واضح رہے کہ ایف اے کا طالب علم خرم اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا۔

اس کے علاوہ انہی دنوں "اُردو ڈائجسٹ" کے مدیر آباد شاہ پوری کے بھانجے کو کچھ لوگ اغوا کر کے لے جا رہے تھے کہ ملتان کے قریب پولیس سے ٹکر ہو گئی۔ انہوں نے کار بیک کی اور پھر لاہور کا رُخ کر لیا۔ پولیس نے جیپ میں ان کا پیچھا کیا اور کچھ دُور انہیں جا لیا۔ پھر بچے کو تو بیہوشی کی حالت میں ان سے نجات دلا دی گئی، لیکن خرکاروں کے متعلق آج تک پتہ نہیں چل سکا۔ بچہ تین روز نشتر ہسپتال ملتان میں زیرِ علاج رہنے کے بعد گھر پہنچا۔

بچوں کا اغوا ہمارے معاشرے کا ایک ایسا ناسور ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے، کم ہے۔ کوئی بچہ کسی حادثے کا شکار ہو کر یا طبعی موت مر جائے، تو ماں باپ کو صبر آ جاتا ہے، لیکن اگر کوئی بچہ گم ہو جائے، تو والدین کے دروازے تادمِ زیست اس کے لیے کھلے رہتے ہیں، ان کی آنکھیں ساری زندگی اس کی راہ تکتی ہیں یہ ایک ایسا زخم ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بھرنے کے بجائے گہرا ہوتا جاتا ہے اور اتفاق سے اگر وہ بچہ اکلوتا ہے تو جانو زندگی عذاب ہو گئی۔ والدین کے عمر بھر کے اس روگ کی تمام تر ذمہ داری ان درندہ صفت انسانوں پر ہے جو ہوسِ زر میں اندھے ہو کر بچوں سے جبری مشقت لینے کی خاطر والدین سے اُن کے لختِ جگر جدا کر لیتے ہیں جنہیں عرفِ عام میں خرکار یا بردہ فروش کہا جاتا ہے۔

گھر سے روٹھ کر فرار ہونے والے بچے عام طور پر ان کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں جنہیں یہ مختلف قسم کے سبز باغ دکھا کر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں، لیکن اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے یہ معصوم بچوں کو بہلا پھسلا کر اغوا کرنے سے بھی نہیں ٹلتے۔ اس غرض سے یہ بچوں کے سکولوں، پارکوں اور دیگر ایسی جگہوں، جہاں بچوں کا آنا جانا ہو، کے اردگرد گھومتے رہتے ہیں، ان کے کندھے پر ایک بڑی سی چادر ہوتی ہے اور جیب میں مٹھائی کا لفافہ۔ اس مٹھائی کے اجزاء میں کوئی نشہ آور دوائی بھی شامل ہوتی ہے جو حلق سے اترتے ہی آدمی پر بے ہوشی طاری کر دیتی ہے۔ جُوں ہی کوئی بچہ تنہا جاتا ہوا انہیں نظر آتا ہے، اس کے پیچھے چل پڑتے ہیں اور پھر اس کے قریب جا کر پیار بھری باتیں شروع کر دیتے ہیں۔ اسی دوران میں جیب سے مٹھائی کا لفافہ نکال کر بچے کے سامنے کر دیتے ہیں۔

> **اُردو ڈائجسٹ نے**
>
> **خرکاروں کے اڈوں سے**
>
> **حکومت کو آگاہ کیا، مگر**
>
> **کوئی کارروائی نہ ہوئی۔**

مٹھائی بچوں کی کمزوری ہے، چاہے موت کے منہ میں ملے، سو بردہ فروشوں کا یہ حربہ سو فیصد کامیاب ہے۔ ایک دو ٹکڑے کھاتے ہی بچے کی حالت ابنارمل ہونے لگتی ہے اور وہ اپنے ہوش و حواس کھونے لگتا ہے۔ خرکار اس صورتِ حال کا سامنا کرنے کے لیے پہلے سے تیار ہوتے ہیں۔ وہ فوراً کندھے سے چادر اتار کر بچے پر ڈال دیتے ہیں اور اسے بچے کے جسم کے اِردگرد اس طرح لپیٹ لیتے ہیں کہ وہ ایک گٹھڑی سی بن جاتی ہے۔ بچہ کا ملا اس وقت تک بیہوش ہو چکا ہوتا ہے جسے پلک جھپکنے میں وہ کندھے پر ڈال کر رفوچکر ہو جاتے ہیں۔ مٹھائی کے علاوہ اس مقصد کے لیے کلوروفارم زدہ رومال بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ کلوروفارم میں یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ اسے سونگھتے ہی انسان اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ اگلا مرحلہ اغوا شدہ بچے کو ٹھیکیدار خرکار کے حوالے کرنا ہوتا ہے۔ یہاں پہنچ کر بچے کا مول تول ہوتا ہے اور پھر طرفین کی منظوری سے جہاں سودا طے ہوتا ہے، وہ قیمت ایجنٹ کو تھما دی جاتی ہے اور بچہ ٹھیکیدار کی تحویل میں آ جاتا ہے۔

ان ٹھیکیداروں نے ملک کے دور دراز حصوں میں مختلف تعمیراتی کاموں کے ٹھیکے لے رکھے ہوتے ہیں۔ تمام اغوا شدہ بچوں کو اکٹھا کر کے وہاں لے جایا جاتا ہے اور پھر انہیں مزدوری پر جوت دیا جاتا ہے۔ یہ مزدوری بلا معاوضہ یعنی بیگار ہوتی ہے جس سے انکار پر معصوموں کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے، بلکہ بعض اوقات تو انہیں نگرانوں کی ہوس کا شکار ہو کر غیر فطری فعل کا صدمہ بھی جھیلنا پڑتا ہے۔ سورج نکلنے سے لے کر غروبِ آفتاب تک انہیں یہ جبری مشقت اٹھانا ہوتی ہے اور رات کو انہیں ایک حویلی نما مکان میں بند کر دیا جاتا ہے۔ موسم کی شدت سے بے نیاز ان کے پاس بستر نام کی کوئی شے نہیں ہوتی۔ کھانا انہیں جو مہیا کیا جاتا ہے، وہ قیدیوں کے کھانے سے بھی گیا گزرا ہوتا ہے۔ حفاظت اور پہرے کے انتظامات اتنے کڑے ہوتے ہیں کہ جو بچہ ایک دفعہ وہاں پہنچ جاتا ہے، اس کا نکلنا ۹۹٪ ناممکن ہے۔ بس کوئی معجزہ ہی اسے گھر واپس لا سکتا ہے۔ جو بچے فرار ہونے کی کوشش کرتے ہیں یا اس کے متعلق پروگرام ترتیب دیتے ہوئے پکڑے جاتے ہیں ــــــ ان پر پہرے کی سختیاں اور بڑھا دی جاتی ہیں اور ان کے پاؤں میں زنجیریں پہنا دی جاتی ہیں جو رات دن انہیں عذاب میں مبتلا رکھتی ہیں۔ اس پر گن بردار نگران ہر لمحے ان کے سر پر سوار رہتے ہیں، چاہے وہ کام کر رہے ہوں یا سو رہے ہوں۔ انہیں ایک دوسرے کے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیا جاتا۔ اس خدشے کے پیشِ نظر کہ کہیں وہ اکٹھے فرار کا پروگرام نہ بنا لیں۔

واضح رہے کہ جبری نوعیت کی یہ مشقت صرف لڑکوں کے لیے ہے، لڑکیوں کو یہاں نہیں لایا جاتا، بلکہ انہیں بازارِ حسن کے دلالوں

کے ہاتھ فروخت کردیا جاتا ہے۔ جہاں سے انہیں بازارِ حسن کی بوڑھی نائکائیں خرید لیتی ہیں جو انہیں اپنے بڑھاپے کا سہارا بنانے کے لئے پال پوس کر جوان کرتی ہیں اور پھر انہیں اپنے کوٹھے کی زینت بنا دیتی ہیں۔

یہ وہ حقیقت ہے جو کئی دفعہ منظرِ عام پر آچکی ہے، لیکن اس کے سدباب کے لیے اب تک کوئی موثر قدم نہیں اٹھایا گیا۔ گزشتہ سال کے اوائل میں ماہنامہ "اردو ڈائجسٹ" نے اس سلسلے میں خرکاروں کے چنگل سے بھاگ آنے والے ایک لڑکے کی آپ بیتی اور بردہ فروشوں سے متعلق انکشافات سے پُر ایک فیچر شائع کیا تھا۔ ان میں خرکار کیمپوں میں معصوم بچوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے مظالم سے پردہ اٹھایا گیا تھا اور یہ بتایا گیا تھا کہ کس طرح یہ لوگ قانون پر عملدرآمد کرانے والے اداروں پر اثر انداز ہو کر قانون کی گرفت سے آزاد رہتے ہیں۔ اس آپ بیتی میں چند معروف خرکاروں کے نام بھی دیے گئے تھے اور ان کے اڈوں کے متعلق کہا گیا تھا کہ ان کے پتے چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کی خدمت میں ارسال کر دیے گئے ہیں توقع تھی کہ اس سلسلے میں جلد کوئی کارروائی ہوگی، لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

اس دوران میں یہ سنگین حقیقت سامنے آئی کہ بردہ فروشی کا یہ مذموم کاروبار پولیس کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ لوگ متعلقہ تھانوں کے پولیس افسران کو باقاعدہ ماہوار دیتے ہیں اور پولیس غالباً اس ظلم سے اس لیے چشم پوشی برتتی ہے کہ اس کا شکار ہونے والوں میں ان کا اپنا کوئی لختِ جگر شامل نہیں ہوتا۔

اغوا شدہ بچوں کے والدین اس کے پاس آتے ہیں، تو وہ ان سے یوں سلوک کرتی ہے جیسے وہی مجرم ہوں اور "مجرم" بے فکری سے اپنا "کاروبار" جاری رکھتے ہیں۔ متعلقہ پولیس افسران نہ صرف یہ کہ ان کی سماج دشمن کارروائیوں سے آگاہ ہوتے ہیں، ——— بلکہ وہ ان کا تحفظ بھی کرتے ہیں اور بالفرض کبھی وہ قانون کی گرفت میں آ ہی جائیں، تو پولیس اپنے کیس میں ایسا کمزور موقف اختیار کرتی ہے کہ وہ سزا سے بچ جاتے ہیں، جبکہ عام طور پر اس قسم کے حالات میں ابتدائی تفتیش کے دوران میں ہی "معاملہ" طے ہو جانے پر انہیں "بری" کر دیا جاتا ہے جیسا کہ گزشتہ دنوں حیدرآباد میں ہوا۔

یہ بیگار کیمپ حیدرآباد سے چالیس میل دور نیو سعید آباد کے قریب قائم تھا۔ پولیس نے اس کیمپ پر چھاپہ مارا، تو اس وقت وہاں مختلف علاقوں سے اغوا کیے گئے ۲۸ بچے موجود تھے۔ پولیس نے ان کو اپنی تحویل میں لے لیا اور ان پر تعینات کیے گئے تین خرکاروں کو بھی گرفتار کر لیا۔ یہ چھاپہ مقامی پولیس کے اے ایس پی مسٹر رادھو خان کی قیادت میں مارا گیا تھا اور اس کی خبریں تقریباً تمام ملکی اخبارات میں چھپیں۔ پولیس نے ان بچوں کی تصاویر اتروا کر اخبارات کو جاری کیں تاکہ اس کے اس کارنامے کی زیادہ سے زیادہ تشہیر ہو۔ بلاشبہ یہ ایک بہت بڑا کارنامہ تھا، بشرطیکہ اس کامیاب چھاپے کے بعد اغوا شدہ بچوں کو ان کے والدین تک پہنچایا جاتا اور انہیں اغوا کرنے والے اور ان سے جبری مشقت لینے والے بردہ فروشوں کو عدالت تک لیجایا جاتا، لیکن معاملہ اس کے الٹ ہوا۔ پولیس نے اگلے روز نہ صرف مذکورہ بیگار کیمپ سے گرفتار کیے جانے والے تین خرکاروں کو رہا کر دیا، بلکہ ان کے قبضے سے برآمد ہونے والے بچوں کو بھی ان کے حوالے کر دیا۔

ایس پی حیدرآباد نے اپنے ماتحت عملے کے اس "عملِ صالح" کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ یہ بچے نہ صرف اپنی مرضی سے کیمپ میں کام کر رہے تھے، بلکہ ان کے لواحقین ان کی تنخواہیں بھی وصول کر رہے تھے۔

ایس پی صاحب نے اس امر کی تردید کی کہ بیگار کیمپ سے برآمد ہونے والے بچوں کی تعداد ۲۸ تھی۔ اُن کے بقول وہاں سے صرف ۲۲ بچے برآمد ہوئے (واضح رہے کہ خود پولیس کی ابتدائی رپورٹ کے مطابق نصف شب کو جس وقت پولیس نے مذکورہ بیگار کیمپ پر چھاپہ مارا، تو اس وقت کیمپ میں موجود بچوں کی تعداد ۲۸ اور ان کے پہرے داروں کی تعداد تین تھی)

اپنے موقف کی تائید میں انہوں نے اس امر کا یقین دلایا کہ جو کوئی چاہے بیگار کیمپ جا کر ان بچوں سے بلا حیل و حجت مل سکتا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر پولیس سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کیا جائے، تو وہ صرف بچوں کے فوٹو دکھا دیتی ہے اور اگر کیمپ پہنچا جائے، تو وہاں صرف تین چار بچے سامنے لائے جاتے ہیں۔ ملک کے مختلف حصوں سے اغوا شدہ بچوں کے والدین اپنے بچوں کی تلاش میں نیو سعید آباد پہنچ رہے ہیں جن کے ساتھ پولیس کا رویہ عدم تعاون کا ہے۔ یہاں کے باخبر حلقوں کا کہنا ہے کہ خرکاروں نے پولیس سے مل بھگت کر کے بقیہ بچوں کو غائب کر دیا ہے اور پولیس اپنے اس "جرم" پر پردہ ڈالنے کے لیے لوگوں کو بچوں تک پہنچانے میں ٹال مٹول سے کام لے رہی ہے۔

مقامی حلقوں نے پولیس کے اس رویے پر شدید غم و غصّے کا اظہار کیا ہے۔ ان حلقوں کے مطابق اگر یہ بچے اغوا شدہ نہیں تھے اور اپنی مرضی سے کام کر رہے تھے، تو یہاں چھاپہ مارنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر ایس پی کا وہ بیان بھی قابلِ غور ہے جو انہوں نے اس چھاپے کے دو روز بعد ایک مقامی روزنامے کو دیا جس میں انہوں نے کہا کہ نیو سعید آباد کا چھاپہ بہت کامیاب رہا ہے اور اس طرح کے چھاپے اور بھی مارے جائیں گے۔ یہاں کی سماجی، مذہبی اور سیاسی تنظیموں نے اس بات پر تعجب کا اظہار کیا ہے کہ ایک طرف یہ کہا گیا کہ یہ تمام بچے غیر قانونی طور پر اس کیمپ میں رکھے گئے تھے اور دوسری طرف پھر انہیں اسی غیر قانونی حراست میں دے دیا گیا۔

جماعتِ اسلامی ہالہ کے امیر مولانا نور محمد سولنگی نے پولیس کے اس انسانیت سوز رویے کی شدید مذمت کی ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ اس واقعے کی تحقیقات کسی غیر جانبدار ادارے سے کرائی جائے اور اس کے ذمہ دار پولیس افسران کو عبرت ناک سزا دی جاتے، جبکہ انجمن تعمیر و ترقی حیدرآباد کے جنرل سیکرٹری نے چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ذاتی طور پر دلچسپی لے کر تمام ملک میں بردہ فروشی کے اڈے ختم کرائیں۔

معلوم ہوا ہے کہ مقامی پولیس کے ایڈیشنل ایس ایچ مذکورہ بالا چھاپے کے سلسلے میں مزید تفتیش کے لیے صوبہ سرحد گئے ہیں۔ ایڈیشنل ایس ایچ او کا یہ دورہ نہ صرف نیو سعید آباد سے گرفتار کیے گئے خرکاروں کے خرچ پر ہے، بلکہ اس دورے میں ایک خرکار ٹھیکیدار اسلام الدین بھی ان کے ساتھ ہے۔ اس تحقیقاتی دورے کے جو نتائج برآمد ہوں گے، وہ اظہر من الشمس ہیں۔

تقریباً تمام مقامی اخبارات نے پولیس کے رویے کی مذمت کی ہے اور بردہ فروشوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کیا ہے۔ روزنامہ "جنگ" کراچی نے مذکورہ بالا واقعہ کے حوالے سے اپنے ۲۰ جنوری ۷۹ء کے شمارے میں ایک شذرہ تحریر کیا ہے جس میں پولیس کے اس موقف پر تنقید کی گئی ہے کہ اس کیمپ میں کام کرنے والے لڑکے وہاں برضا و رغبت کام کر رہے تھے۔ "جنگ" کے مطابق کمسن بچوں سے برضا و رغبت ہی سہی، جبری نوعیت کا کام لینا صحیح ہے؟ اور کیا اسے قانون کی نگاہ میں جائز قرار دیا جا سکتا ہے؟"

الطاف حسن قریشی کے تین مقالات

دیوار پر کیا لکھا ہے

وقتِ زوال

دستور کا پانچواں آپریشن

اب کتابی شکل میں شائع ہو گئے ہیں

بعنوان

بھٹو کا عہدِ ستم

یہ مقالات

اس وقت لکھے گئے جب بھٹو کی فسطائیت اپنے شباب پر تھی ـــ ان مضامین کے مطالعے سے

بھٹو شاہی

کا بھیانک چہرہ پوری طرح سامنے آجاتا ہے اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اس نے قومی ادارے کس کس انداز سے تباہ کیے

قیمت ایک روپیہ

دس کتابیں طلب کرنے پر محصول ڈاک ہم ادا کریں گے۔

مکتبۂ اردو ڈائجسٹ ـــ سمن آباد ـ لاہور

نثار الحق

پاکستان بمقابلہ نیوزی لینڈ

دونوں ٹیمیں متوازن کھیل پیش کریں گی

پاکستان اور نیوزی لینڈ کے درمیان موجودہ سال کی ٹیسٹ سیریز کا پہلا ٹیسٹ آج سے کرائسٹ چرچ میں شروع ہو رہا ہے۔ اس سیریز میں تین ٹیسٹ کھیلے جائیں گے جو سب کے سب پانچ روزہ ہوں گے۔ دوسرا اور تیسرا ٹیسٹ بالترتیب ولنگٹن اور آکلینڈ میں کھیلا جائے گا۔

نیوزی لینڈ اور پاکستان کے درمیان اب تک ۱۰ میچ کھیلے گئے ہیں، جن میں سے پاکستان نے سات میچ جیتے، ایک میں شکست کھائی اور باقی دس ہار جیت کا فیصلہ ہوئے بغیر ختم ہوئے۔ نیوزی لینڈ کو ۱۹۳۲ء میں ٹیسٹ کھیلنے والے ممالک کے کلب میں شامل کیا گیا اور جب سے اب تک اس نے ۱۳۲ میچ کھیلے ہیں، جن میں سے صرف دس میں اسے فتح ہوئی، ۶۳ میں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور ساٹھ ہار جیت کی منزل تک نہ پہنچ سکے۔ اس کے برخلاف پاکستان نے ٹیسٹ کرکٹ کا آغاز ۱۹۵۲ء میں کیا اور اب تک چھیانوے میچوں میں سے سترہ جیتے ہیں، ۲۶ میں شکست کھائی ہے اور باقی تریپن برابر رہے ہیں۔ پاکستان کی سترہ میں سے سات کامیابیاں نیوزی لینڈ کے خلاف ہیں اور کامیابی کا سب سے زیادہ تناسب بھی نیوزی لینڈ کے خلاف ہے۔

نیوزی لینڈ اور پاکستان کے درمیان کرکٹ کا پہلا رابطہ ۵۶-۱۹۵۵ء میں ہوا، جب نیوزی لینڈ کی ٹیم تین ٹیسٹ میچوں کی ایک سیریز کھیلنے پاکستان آئی۔ اس سیریز میں پاکستان نے ۲ میچ جیت کر فتح حاصل کی۔ تیسرا میچ بارش کی نذر ہو گیا۔ وقت وفا کرتا، تو پاکستان تیسرا ٹیسٹ بھی جیت لیتا۔ اس سیریز کا لاہور ٹیسٹ دونوں ملکوں کے درمیان کھیلے جانے والے تمام میچوں میں ایک یادگار حیثیت رکھتا ہے۔ نیوزی لینڈ نے پہلی اننگز میں ۳۴۸ رنز بنائے۔ پاکستان کو جواباً ابتدائی شدید صدمات کے بعد وقار حسن اور امتیاز کی شاندار شراکت کی بدولت ۲۱۳ رنز کی برتری حاصل ہوئی۔ دونوں نے اپنے ٹیسٹ کیریئر کی بہترین اننگز کھیلیں۔ وقار نے ۱۸۹ اور امتیاز نے ۲۰۹ رنز بنائے۔

امتیاز احمد دنیائے کرکٹ کے واحد وکٹ کیپر بیٹسمین ہیں جنہوں نے ڈبل سنچری بنائی ہے۔ گوڈفرے ایونز، ایلن ناٹ، روڈنی مارش، جم پارکس اور فاروق انجینئر میں سے کوئی بھی یہ اعزاز حاصل نہیں کر سکا۔ نیوزی لینڈ نے دوسری اننگز میں بھی تین سو سے زائد رنز بنائے اور پاکستان پر ۱۰۰ سے زائد رنز کی برتری حاصل کر لی۔ پاکستان کو میچ جیتنے کے لئے تقریباً سو منٹ میں ۱۱۶ رنز درکار تھے۔ نیوزی لینڈ کے کھلاڑی چاہتے، تو تاخیری حربے استعمال کر کے میچ بچا سکتے تھے، لیکن انہوں نے سپورٹس مین سپرٹ کے عظیم جذبے کا مظاہرہ کرتے ہوئے خندہ پیشانی سے شکست کو قبول کیا۔ اسی بنا پر اس ٹیم کے دورۂ پاکستان کو سپورٹس مین سپرٹ کے اعتبار سے اب تک کا بہترین دورہ قرار دیا گیا ہے۔ ۶۵-۱۹۶۴ء کے سیزن میں دو سیریز کھیلی گئیں۔ ایک پاکستان میں اور دوسری نیوزی لینڈ میں۔ نیوزی لینڈ والی سیریز برابر رہی جب کہ پاکستان میں ہونے والی سیریز پاکستان نے ۲ میچوں سے جیت لی۔

۷۰-۱۹۶۹ء نیوزی لینڈ کے لئے بہت ہی اچھا سیزن ثابت ہوا۔ اس سیزن میں اس نے پہلی بار کسی ملک کے خلاف سیریز جیتی۔ اتفاق سے یہ سیریز پاکستان ہی کے خلاف کھیلی گئی۔ گراہم ڈاؤلنگ کی قیادت میں نیوزی لینڈ نے لاہور ٹیسٹ میں پاکستان کو پانچ وکٹوں کی شکست سے دوچار کیا۔ نیوزی لینڈ کے خلاف پاکستان کی یہ واحد شکست ہے۔ اس وقت پاکستان کرکٹ کی خاصی تطہیر ہوئی اور آئندہ آنے والے سالوں میں پاکستانی ٹیم دنیا کی سب سے مقبول ٹیم بن کر ابھری۔ ۷۳-۱۹۷۲ء میں پاکستان نے آسٹریلیا کے بعد نیوزی لینڈ کا دورہ کیا۔ اس دورے کے ڈونیڈن ٹیسٹ میں پاکستان نے نیوزی لینڈ کو اننگز سے ہرا کر پہلی بار بیرون ملک ٹیسٹ سیریز جیتی۔ اس میچ میں مشتاق محمد اور آصف اقبال نے چوتھی وکٹ کی رفاقت میں ۳۵۰ رنز بنائے جو کسی بھی وکٹ کے لئے پاکستان کا ریکارڈ ہے۔ مشتاق نے ۲۰۱ اور آصف اقبال نے ۱۷۵ رنز بنائے۔ دونوں ہی کا یہ بہترین ٹیسٹ سکور ہے۔

۷۷-۱۹۷۶ء میں پاکستان کے دورے پر آنے والی ٹیم بہت کمزور تھی۔ اس میں بیون کونگڈن، ہیڈلی ہوورتھ، ڈائیل ہیڈلی اور وڈسورتھ ایسے کھلاڑی شامل نہیں تھے۔ دوسری طرف مشتاق محمد کی قیادت میں پاکستان ایک نئی قوت بن چکا تھا۔ اس سیزن میں پاکستان کو انتہائی قابلِ اعتماد آل راؤنڈ جاوید میانداد کے روپ میں نصیب ہوا۔ جاوید میانداد کے علاوہ سبھی پاکستانی کھلاڑیوں نے کمزور نیوزی لینڈ

پاکستان بمقابلہ نیوزی لینڈ

دلچسپ حقائق

	پاکستان	نیوزی لینڈ
ایک اننگز میں ریکارڈ سکور	نو وکٹوں پر ۵۶۵ رنز (کھیل ختم کرنے کا اعلان) کراچی ٹیسٹ ۷۷-۱۹۷۶ء	چھ وکٹوں پر ۴۸۲ رنز۔ لاہور ٹیسٹ ۶۵-۱۹۶۴ء
اننگز میں کم سے کم سکور	۱۱۴ رنز۔ لاہور ٹیسٹ ۷۰-۱۹۶۹ء	۷۰ رنز۔ ڈھاکہ ٹیسٹ ۵۶-۱۹۵۵ء
سب سے زیادہ انفرادی سکور (ایک اننگز میں)	۲۰۹ رنز۔ امتیاز احمد نے ۵۶-۱۹۵۵ء کے لاہور ٹیسٹ میں بنائے۔	۱۵۲ رنز۔ وارن لیز نے ۷۷-۱۹۷۶ء کے کراچی ٹیسٹ میں بنائے۔
سب سے زیادہ رنز (ایک سیریز میں)	۵۰۴ رنز (اوسط ۱۲۶.۰۰) جاوید میانداد نے ۷۷-۱۹۷۶ء میں بنائے۔	۲۹۶ رنز (اوسط ۵۹.۲۰) جان ریڈ نے ۶۵-۱۹۶۴ء میں بنائے۔
سب سے زیادہ رنز (تمام میچوں میں)	۷۹۴ رنز (اوسط ۵۸.۴۰) آصف اقبال نے پندرہ ٹیسٹ میچوں میں بنائے۔	۴۶۴ رنز (اوسط ۳۸.۸۸) جان ریڈ نے ۹ ٹیسٹ میچوں میں بنائے۔
کل سنچریاں	۱۸	۹
سب سے زیادہ انفرادی سنچریاں	حنیف محمد اور مشتاق محمد نے تین تین سنچریاں بنائیں	مارک برجیس نے ۲ سنچریاں بنائیں۔
ایک اننگز میں سب سے زیادہ وکٹ	۷-۵۲ انتخاب عالم نے ۷۳-۱۹۷۲ء میں ڈنیڈن میں لیں ۷-۸۴ پرویز سجاد نے ۷۰-۱۹۶۹ء میں لاہور میں لیں ۷-۹۹ محمد نذیر نے ۷۰-۱۹۶۹ء میں کراچی میں لیں	۵-۳۴ ایف جے کیمرون نے ۶۵-۱۹۶۴ء میں آکلینڈ میں لیں ۵-۸۰ ہیڈلی ہوورتھ نے ۷۰-۱۹۶۹ء میں کراچی میں لیں ۵-۱۲۱ رچرڈ ہیڈلی نے ۷۷-۱۹۷۶ء میں لاہور میں لیں
ایک میچ میں سب سے زیادہ وکٹ	۱۱-۷۹ ذوالفقار احمد نے ۵۶-۱۹۵۵ء میں کراچی میں لیے ۱۱-۱۳۰ انتخاب عالم نے ۷۳-۱۹۷۲ء میں ڈنیڈن میں لیں	۹-۷۰ ایف جے کیمرون نے ۶۵-۱۹۶۴ء میں آکلینڈ میں لیں
تمام میچوں میں سب سے زیادہ وکٹ	۵۴ (اوسط ۲۴.۱۱) انتخاب عالم نے ۱۵ میچوں میں حاصل کیں	۲۸ (اوسط ۳۳.۵۷) رچرڈ کولنج نے نو میچوں میں لیں
سب سے زیادہ میچ کھیلنے کا ریکارڈ	آصف اقبال اور انتخاب عالم نے پندرہ، پندرہ میچ کھیلے	بیون کونگڈن نے دس میچ کھیلے۔
پہلے ہی میچ میں سنچری بنانے کا ریکارڈ	۱۶۳ رنز جاوید میانداد نے ۷۷-۱۹۷۶ء میں لاہور میں بنائے	۱۱۰ رنز۔ گلن ٹرنر نے ۷۰-۱۹۶۹ء میں ڈھاکہ میں بنائے ۱۰۷ رنز۔ ریڈمنڈ نے ۶۵-۱۹۶۴ء میں آکلینڈ میں بنائے

کے خلاف بہت اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور پاکستان نے صفر کے مقابلے میں ۲ میچوں سے سیریز جیت لی۔ تیسرا ٹیسٹ نیوزی لینڈ نے وارن لیز کی شاندار اننگز کی وجہ سے بچالیا۔

گلن ٹرنر کی ٹیم کو پاکستان کے علاوہ بھارت میں بھی ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر تطہیر کا عمل ہوا۔ نئے کھلاڑی آگے آئے۔ مارک برجیس کو کپتان بنایا گیا۔ برجیس ہی کی قیادت میں نیوزی لینڈ نے پچھلے برس انگلستان کو واحد شکست سے دوچار کیا۔ انگلستان کے خلاف نیوزی لینڈ کی کارکردگی سے توقع پیدا ہوئی تھی کہ موجودہ نیوزی لینڈ ٹیم انگلستان میں بہت اچھے کھیل کا مظاہرہ کرے گی، لیکن پاکستان کی طرح نیوزی لینڈ کے کھلاڑی بھی موسم، ناتجربہ کاری اور ائن بوتھم کی تباہ کن بولنگ کے سامنے ٹھہر نہ سکے۔ نیوزی لینڈ سیریز کے تینوں میچ ہار گیا۔

انگلستان کے ہاتھوں شرمناک شکست کے بعد پاکستان نے تمام پیکر کھلاڑیوں کو دوبارہ ٹیم میں شامل کر لیا۔ مشتاق کی قیادت میں ٹیم اور زیادہ نکھر کر سامنے آئی اور بشن سنگھ بیدی کی بھارتی ٹیم کو ہر شعبے میں مات کر گئی۔ نتیجتاً بشن سنگھ بیدی، بھگوت چندر شیکھر اور پرسنا ایسے تباہ کن سپنرز کو بھارتی ٹیم سے نکلنا پڑا۔ پاکستان کے ارباب اقتدار نے کیری پیکر کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا۔ اس سمجھوتے کی رو سے پاکستانی کھلاڑی کیری پیکر کی طرف سے کھیلنے کی اجازت حاصل کرنے میں کامیاب رہے اس سمجھوتے کی رو سے کیری پیکر نے تمام کھلاڑیوں کو پاکستان کی طرف سے کھیلنے کی اجازت دے دی۔ اب مشتاق محمد کی قیادت میں پاکستان کو نیوزی لینڈ کے خلاف کھیلنا ہے۔ نیوزی لینڈ نے پہلے ٹیسٹ کے لئے بارہ کھلاڑیوں کا اعلان کر دیا ہے، لیکن پاکستان نے ابھی ایسا نہیں کیا، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ کیری پیکر کی سپر ٹیسٹ سیریز کا گرینڈ فائنل ورلڈ الیون اور آسٹریلیا الیون کے خلاف انہی دنوں ہونے والا ہے۔ عالمی الیون میں پاکستانی کھلاڑی بھی کھیلتے ہیں۔ خیال ہے کہ دو یا چار پاکستانی کھلاڑی اس فائنل کے لئے درکار ہوں گے۔ یہ کھلاڑی ظہیر عباس، عمران خان، جاوید میاں داد اور آصف اقبال ہو سکتے ہیں۔ ان کی عدم موجودگی میں پاکستان کی کارکردگی بلاشبہ متاثر ہو گی، لیکن نئے کھلاڑی وسیم حسن راجہ، مدثر نذر اور طلعت علی زبردست فارم میں ہیں۔ مشتاق زخمی ہیں۔ امید ہے ٹیسٹ میچ کے آغاز تک درست ہو جائیں گے۔ وسیم راجہ کو پہلے ٹیم میں شامل نہیں کیا گیا تھا، لیکن ماجد خان کے زخمی ہونے کے بعد انہیں نیوزی لینڈ بلایا گیا۔ ۷۳-۱۹۷۲ء میں بھی انہیں سعید احمد اور محمد الیاس کے تنازعے کے بعد نیوزی لینڈ طلب کیا گیا تھا۔ اس دورے کے ابتدائی تین میچوں میں سے ۲ میں وسیم راجہ نے بہت اچھی بیٹنگ کا مظاہرہ کیا ہے اور ان تمام شکوک کو دور کر دیا ہے جو لوگوں میں ان کی لاابالیانہ طبع کی وجہ سے پیدا ہو گئے تھے۔

پہلا ایک روزہ میچ ہارنے کے بعد پاکستانی ٹیم نے مسلسل کامیابی حاصل کی ہے جس انداز سے پاکستانی ٹیم کھیل رہی ہے، اس کے پیش نظر اس کی کامیابی غیر متوقع نہیں ہو گی۔ دوسرے اور تیسرے ٹیسٹ کے لئے تمام پاکستانی موجود ہوں گے اور پاکستان مضبوط ترین ٹیم کے ساتھ ولنگٹن اور آک لینڈ ٹیسٹ کھیل سکے گا۔

نیوزی لینڈ نے جن بارہ کھلاڑیوں کا اعلان کیا ہے، ان کے نام یہ ہیں۔ مارک برجیس، رابرٹ اینڈرسن، سٹیفن بوک، برینڈن بریس ویل، لانس کیرنس، جیری کونے، بروس ایجر، رچرڈ ہیڈلی، جیف ہوورتھ، وارن لیز، جان پارکر اور جان رائٹ۔ ان میں کونے کے علاوہ تمام کھلاڑی ٹیسٹ میچ کھیل چکے ہیں اور ان سب نے انگلستان کا دورہ بھی کیا تھا۔ کپتان برجیس سب سے زیادہ تجربہ کار بیٹسمین ہیں۔ ٹیسٹ میچوں میں اڑھائی ہزار کے قریب رنز بنا چکے ہیں، جن میں پانچ سنچریاں بھی شامل ہیں۔ برجیس کے علاوہ جیفری ہوورتھ بہت ہی کامیاب بیٹسمین کی حیثیت سے سامنے آئے ہیں۔ ہوورتھ کے علاوہ جان پارکر بھی اچھے بیٹسمین ہیں۔ ہوورتھ اور پارکر دونوں کی تین تین ٹیسٹ سنچریاں ہیں۔ اینڈرسن، بروس ایجر اور جان رائٹ ابھرتے ہوئے کھلاڑی ہیں۔ وارن لیز اور رچرڈ ہیڈلی بھی کراری بیٹنگ کرتے ہیں، ان کے علاوہ لانس کیرنس بھی لمبا ہاتھ دکھاتے ہیں۔ بولنگ میں واحد قوت رچرڈ ہیڈلی کی ہے، جنہیں فاسٹ بولرز کی صف میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ بریس ویل ابھی نئے ہیں اور انہیں تجربے کی بھی ضرورت ہے۔ کیرنس زیادہ خطرناک نہیں۔ ان کا سابقہ ریکارڈ خاصا کمزور ہے سپنرز میں سٹیفن بوک بہت اچھے بولر ہیں۔ انہوں نے بہت زیادہ وکٹیں تو نہیں لیں، لیکن ان کی لائن اور لینگتھ اتنی اچھی ہے کہ اس کے خلاف آزادی سے رنز بنانا دل گردے کا کام ہے۔

قیاس ہے کرائسٹ چرچ کا وکٹ، بیٹسمینوں کی اعانت کرے گا۔ نیوزی لینڈ کی بیٹنگ لائن خاصی مضبوط اور طویل ہے۔ اس کے مقابلے میں پاکستانی بولرز کو نسبتاً خاصی محنت کرنا ہو گی۔ بالخصوص عمران خان کی غیر موجودگی میں بولروں کو زیادہ ہی زور لگانا ہو گا۔ بیٹنگ میں پاکستانی بھی ایک قوت ہیں۔ جو ٹیم بیٹنگ میں زیادہ بڑا اسکور کر لے گی، وہ کامیابی کی زیادہ حق دار ہو گی۔ موجودہ ٹیم میں گلن ٹرنر کی غیر موجودگی پاکستانیوں کے لئے اطمینان کا باعث ہے۔ نیوزی لینڈ کے کھلاڑیوں نے اگر اسی طرح کا کھیل دکھایا، جیسا کہ انہوں نے انگلستان کے خلاف دکھایا تھا، تو پاکستان کے لئے میچ جیتنا زیادہ مشکل کام نہ ہو گا۔ پاکستانی ٹیم اگر پوری طرح مضبوط ہوتی، تو اس کی کامیابی کے امکانات سو فی صد ہو سکتے تھے، لیکن چوٹی کے چار کھلاڑیوں کی عدم موجودگی میں دونوں ٹیموں سے متوازن کارکردگی کی امید ہے۔ زیادہ انحصار پاکستانی ٹیم کی ہیئت پر ہو گا اور اس بات پر بھی کہ کیری پیکر پاکستان کے کتنے کھلاڑیوں کو گرینڈ فائنل کے لئے شامل کرتا ہے۔

ٹیسٹ میچ کیا رخ اختیار کرے گا۔ اس کے بارے میں کچھ کہنا قبل از وقت ہو گا۔ میچ کا رخ پاکستانی بولرز اور نیوزی لینڈ کے بیٹسمین متعین کریں گے، جو حاوی رہا، کامیابی اس کے قدم چومے گی۔

●●

ٹیسٹ پارٹنرشپ ریکارڈز

پاکستان

وکٹ	رنز	
پہلی وکٹ	۱۴۷ رنز	ماجد خان (۱۱۲) اور صادق محمد (۳۴) نے ۷۷-۱۹۷۶ء میں کراچی میں بنائے
دوسری "	۱۱۸ "	محمد الیاس (۵۶) اور سعید احمد (۶۸) نے ۶۵-۱۹۶۴ء میں راولپنڈی میں بنائے
تیسری "	۱۷۱ "	صادق محمد (۱۶۶) اور ماجد خان (۷۹) نے ۷۳-۱۹۷۲ء میں ولنگٹن میں بنائے
چوتھی "	۳۵۰ "	مشتاق محمد (۲۰۱) اور آصف اقبال (۱۷۵) نے ۷۳-۱۹۷۲ء میں ڈنیڈن میں بنائے
پانچویں "	۲۸۱ "	جاوید میاں داد (۱۶۳) اور آصف اقبال (۱۶۶) نے ۷۷-۱۹۷۶ء میں لاہور میں بنائے
چھٹی "	۲۱۷ "	حنیف محمد (۲۰۳ ناٹ آؤٹ) اور ماجد خان (۸۰) نے ۶۵-۱۹۶۴ء میں " "
ساتویں "	۳۰۸ "	امتیاز احمد (۲۰۹) اور وقار حسن (۱۸۹) نے ۵۶-۱۹۵۵ء " " "
آٹھویں "	۷۲ "	آصف اقبال (۱۶۶) اور عمران خان (۲۹) نے ۷۷-۱۹۷۶ء " " "
نویں "	۵۲ "	انتخاب عالم (۴۵) اور عارف بٹ (۲۰) نے ۶۵-۱۹۶۴ء میں آک لینڈ میں بنائے
دسویں "	۶۵ "	صلاح الدین (۳۴ ناٹ آؤٹ) اور محمد فاروق (۴۷) نے ۶۵-۱۹۶۴ء میں راولپنڈی میں بنائے

نیوزی لینڈ

وکٹ	رنز	
پہلی "	۱۵۹ "	گلن ٹرنر (۵۸) اور ریڈمنڈ (۱۰۷) نے ۷۳-۱۹۷۲ء میں آک لینڈ میں بنائے
دوسری "	۸۱ "	گراہم ڈاؤلنگ (۲۹) اور سنکلیئر (۶۵) نے ۶۵-۱۹۶۴ء میں ولنگٹن میں بنائے
تیسری "	۱۷۸ "	سنکلیئر (۱۳۰) اور جان ریڈ (۸۸) نے ۶۵-۱۹۶۴ء میں لاہور میں بنائے
چوتھی "	۱۲۸ "	برائن ہیسٹنگز (۷۲) اور مارک برجیس (۷۹) نے ۷۳-۱۹۷۲ء میں ولنگٹن میں بنائے
پانچویں "	۱۸۳ "	مارک برجیس (۱۱۱) اور رابرٹ اینڈرسن (۹۲) نے ۷۷-۱۹۷۶ء میں لاہور میں بنائے
چھٹی "	۹۱ "	مارک برجیس (۴۴) اور وارن لیز (۱۵۲) نے ۷۷-۱۹۷۶ء میں کراچی میں بنائے
ساتویں "	۱۸۵ "	وارن لیز (۱۵۲) اور رچرڈ ہیڈلی (۸۷) نے ۷۷-۱۹۷۶ء میں کراچی میں بنائے
آٹھویں "	۱۰۰ "	برائن یوئیل (۴۷ ناٹ آؤٹ) اور ڈائل ہیڈلی (۵۶) نے ۷۰-۱۹۶۹ء میں کراچی میں بنائے
نویں "	۹۶ "	مارک برجیس (۱۱۹ رنز ناٹ آؤٹ) اور بوب کیونس (۲۳) نے ۷۰-۱۹۶۹ء میں ڈھاکہ میں بنائے
دسویں "	۱۵۱ "	برائن ہیسٹنگز (۱۱۰) اور رچرڈ کولنج (۶۸ ناٹ آؤٹ) نے ۷۳-۱۹۷۲ء میں آک لینڈ میں بنائے

نوٹ: ۔ دسویں وکٹ کے لیے نیوزی لینڈ کے ۱۵۱ رنز ایک عالمی ریکارڈ ہے۔

سیّد المرسلین

صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف : شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
پروپرائٹر پبلشر : خالد رفیق ملک۔ ادبستان پبلشرز، لاہور
منگوانے کا پتہ : بُک شاپ بُک سیلرز۔ الفلاح سینما شاہراہِ قائدِ اعظم لاہور

ابن سید الناس نے ایک رسالہ "نور العیون" عربی میں لکھا تھا۔ بعد میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اسے فارسی میں منتقل کیا اور اس کا نام "سرور المحزون" رکھا۔ "سید المرسلین" اسی فارسی کتاب کا اُردو ترجمہ ہے، جسے جناب عزیز ملک نے اُردو کے قالب میں ڈھالنے کی سعی کی ہے۔ یہ ترجمہ نہایت سلاست سے کیا گیا ہے۔

تاریخِ عالم میں کوئی شخصیت یقیناً اس قدر ہمہ گیر اور آفاقی نہیں جس کی تاریخِ حیات اس قدر شرح و بسط کے ساتھ لکھی گئی ہو جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی۔ ہمارے خیال میں "سید المرسلین" کے اختصار میں وہ اجمال ہیں جو بڑی بڑی تصانیف میں بھی ڈھونڈے سے نہیں ملتے۔

آج جب کہ سرزمینِ پاکستان پر نظامِ اسلام زندہ باد کی ہمہ گیر صدائیں بلند ہو رہی ہیں کہ فضاؤں میں بھی ایک ارتعاش سا پیدا ہو گیا ہے۔ اس لحاظ سے وقت کا اہم تقاضا یہ ہے کہ ہم حقیقی طور پر اسلام کے شعار کو اپنی زندگیوں میں عملی طور سے جاری و ساری کریں۔ یہ بھی وقت کا تقاضا ہے کہ ہم ایک بار پھر کعبۂ دل کے اُن بتوں کو چکنا چُور کر دیں، جنہیں ہم نے انگریز کی خوشنودی کے لیے خانۂ دل میں بسا لیا تھا۔ دنیا کا کوئی مسلمان اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ سید المرسلین کا اسوۂ حسنہ ہی ہمارا قومی و ملّی مؤقف ہے۔

جماعتی اعتبار سے بھی اسلامیانِ عالم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ قرونِ اُولیٰ کے مسلمان بن کر اٹیم بموں کے اِس دَور کو محبت و ایمان کی نفیری سے امن و امان کا گہوارہ بنا دیں۔ اس فریضے سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہم شاہراہِ حیات پر یکسوئی اور پوری ارادت کے ساتھ چلیں، جسے ہمارے ہادیٔ برحق رحمۃ اللعالمین خیر الوریٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے اختیار کیا تھا اور جس میں بلاشک و شبہ ہمارے لیے فلاحِ دارین ہے۔ اس عالمگیر سچائی کو پا لینے کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں دامنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو مضبوطی سے تھام لینا چاہیے۔ مکارمِ اخلاق کے لیے انہی کا لب و لہجہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ پوری زندگی کو اسی سانچے میں ڈھالنا ضروری ہے جو خاتم النبیین ؐ نے ہمارے لیے تیار کیا تھا۔

مذکورہ بالا حقائق اگر ہمارے قلب و ضمیر کو اپیل کرنے میں کامیاب ہو جائیں، تو ہم سمجھتے ہیں کہ پھر اس کتاب "سید المرسلین" کی افادیت بدیہی ہو جائے گی۔ ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی مسلمان ایسا ہو گا جو اپنے نہاں خانۂ دل کو ان کرنوں کی ضیا پاشیوں سے منور نہ کرنا چاہیگا۔

لاہور کے قدیم ناشر جناب محمد رفیق ملک (مرحوم) کے جواں ہمت صاحبزادے اور اُردو، پنجابی زبان و ادب کے جانے پہچانے ادیب و شاعر جناب خالد رفیق ملک نے اپنے ادارے "ادبستان پبلشرز" کے زیرِ اہتمام اس کتاب کو نہایت خوبصورت انداز میں آفسٹ پیپر پر شائع کر کے ملتِ اسلامیہ پر کرم فرمائی کی ہے۔ کتاب کی چار روپے قیمت اس عظیم مشن کے پیشِ نظر کچھ گراں نہیں۔

قرآن حکیم کی تین سورتیں

مولانا ابو الکلام آزاد نے قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر "ترجمان القرآن" سے جب سے شائع کیا، تو برِّ صغیر پاک و ہند میں اسے لازوال شہرت نصیب ہوئی، مگر مولانا اپنی زندگی میں یہ کام مکمل نہ کر سکے۔ دو جلدوں کے منظرِ عام آنے کے بعد تیسری جلد کی نوبت نہ آئی اور یوں علم کے پیاسوں کی تشنگی برقرار رہی۔

وقت گزرتا گیا، مولانا آزاد کے شیدائیوں کو انتظار رہا کہ مولانا کی جو تیسری جلد تھی اُسے شائع کرنے کا کسی نے بھی اہتمام نہ کیا۔ ادبستان پبلشرز کے جناب خالد رفیق ملک اس لحاظ سے داد و تحسین کے لائق ہیں کہ انہوں نے وقت کی اس اہم ضرورت کو پورا کیا۔

مولانا ابو الکلام آزاد کا اندازِ تحریر کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ وہ قرآن کے اسالیب کو جس فہم و ادراک سے سمجھاتے ہیں، وہ کچھ انہی کا حصّہ ہے۔ خصوصاً مولانا کا قرآن کی تفسیر کے متعلق اپنا ایک خاص مقام ہے، جس کا ہر موافق اور مخالف نہ صرف معترف ہے، بلکہ پڑھنے والا ان کی تحریر اور اسلوب کا شیدائی ہے۔

زیرِ نظر کتاب قرآنِ حکیم کی تین سورتوں (سورہ والتین، سورہ القدر اور سورہ والعصر) کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ مولانا کی یہ تفسیر ان کے جریدے "الہلال" و "البلاغ" میں مضمون کی صورت میں شائع ہوتی رہی۔ مولانا آزاد کے خوبصورت اندازِ تحریر جو دل نشین بھی ہے، کے پیشِ نظر اس کتاب کو زیورِ طباعت سے آراستہ کر کے وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں سورۂ جنّ کی صرف ایک آیت کی تفسیر بھی شامل ہے، جسے مولانا نے نہایت جامع اور دلکش انداز میں قلم بند فرمایا ہے۔

اس کتاب کو ادبستان پبلشرز لاہور نے عمدہ کتابت و طباعت کے ساتھ شائع کیا ہے، قیمت ۴ روپے۔

منگوانے کا پتہ : بک شاپ الفلاح سینما شاہراہِ قائدِ اعظم لاہور

(رضا اللہ طالب)

اسلام اور سود

زیرِ تبصرہ کتاب جناب ڈاکٹر انور اقبال قریشی کے ربع صدی کے گہرے غور و فکر اور وسیع مطالعے کا حاصل ہے۔ فاضل مصنف کا شمار پاکستان سے باہر بھی ممتاز ماہرینِ معاشیات میں ہوتا ہے۔ ۱۹۵۱ء ۔ ۵۵ء میں امریکہ میں بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کے مشیر کی حیثیت سے واشنگٹن میں مقیم رہے۔ یہاں انہیں نہ صرف معاشیات کے متعلق جدید ترین لٹریچر کے مطالعے کا موقع ملا، بلکہ دنیا بھر کے ماہرینِ مالیات سے ملاقاتیں بھی رہیں۔ واشنگٹن کے بعد انور اقبال قریشی صاحب چار سال سعودی عرب میں مقیم رہے اور وہاں حکومت کے مالی اور معاشی مشیرِ اعلیٰ کی حیثیت سے نمایاں خدمات انجام دیں۔ پھر آپ سالہا سال تک حکومتِ پاکستان کے معاشی مشیر بھی رہے۔

"اسلام اور سود" میں فاضل مصنف نے دورِ افلاطون سے لے کر لارڈ کینز کے عہد تک سود سے متعلق مشہور نظریات کا ناقدانہ انداز میں جائزہ لیا ہے۔ انہوں نے مختلف حوالوں سے یہ ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے کہ سود معاشرے کی معاشی ترقی میں ایک سنگِ گراں ہے۔ انور اقبال قریشی نے دلائل و براہین کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ موجودہ دنیا کو "سود کے اسلامی نظریے" کو اپنا لینا چاہیے۔ اس کتاب کی تصنیف و تدوین میں انہیں جناب مولانا مناظر احسن گیلانی (صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ) اور ڈاکٹر حمید اللہ صاحب جیسے بلند پایہ سکالرز کا تعاون اور راہبری حاصل رہی۔ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کی تحریروں سے بھی مصنف نے خاطر خواہ استفادہ کیا ہے۔ کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے تراجم انگریزی، ترکی اور انڈونیشی زبان میں بھی شائع ہو کر اہلِ فکر و نظر سے خراجِ تحسین وصول کر چکے ہیں۔ "اسلام اور سود" کا یہ تیسرا ایڈیشن نظرِ ثانی اور ایک مفصل باب کے اضافے کے ساتھ اسلامک بک ہاؤس ۴۰ ۔ اے اردو بازار لاہور نے شائع کیا ہے۔ سفید کاغذ، معیاری کتابت و طباعت اور دلکش ٹائیٹل کے ساتھ اس کتاب کی قیمت بیس روپے کچھ زیادہ محسوس نہیں ہوتی۔

کیا سرطان کا علاج ممکن ہے؟

سرطان جدید دور کا ایسا مہلک اور خوفناک مرض ہے جس سے پوری دنیا لرزاں و ترساں ہے۔ حکیم منیر احمد زبیری نے زیرِ تبصرہ کتاب میں اس موذی مرض کے متعلق یورپ کے ماہرینِ امراض اور حکمائے متقدمین کا تجزیہ اور مشاہدات پیش کئے ہیں۔ قارئین کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ مرض کس طرح آہستہ آہستہ جڑ پکڑتا ہے اور کیکڑے کی طرح اپنے پنجے گاڑ کر لاعلاج بن جاتا ہے اور وہ کیا صورتیں ہیں، جن پر عمل کرنے سے اس مرض سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔ سفید کاغذ کے ۱۱۲ صفحات خوبصورت کارڈ کور۔ مناسب کتابت و طباعت کے ساتھ اسے رالعہ بک ہاؤس بخشی مارکیٹ انارکلی لاہور نے شائع کیا ہے۔ قیمت چھ روپے۔

(رؤف طاہر)

مسئلہ یہ ہے

واپڈا کی اندھیر گردی

سانگھڑ، شہداد پور، ٹنڈو آدم اور نواب شاہ کے عوام واپڈا کی کرم فرمائیوں سے سخت پریشان ہیں۔ سانگھڑ میں واپڈا کے دفتر میں چلے جائیں، تو دفتر تو کھلا ملے گا، البتہ اس میں کوئی ذی نفس آپ کو نظر نہیں آئے گا۔ یہاں پر متعین عملہ نہایت سست اور کام چور ہے۔ میٹر کلرک گھر بیٹھے ہوئے اندازاً خانہ پُری کر کے بل تیار کر دیتے ہیں۔

لائن سپرنٹنڈنٹ سے رابطہ قائم کریں، تو وہ تین چار چکر لگوانے کے بعد ایک رپورٹ شہداد پور آفس کو لکھ کر دیتے ہیں۔ وہاں جانے کے لیے وقت الگ لگتا ہے، سفر کی تکلیف الگ برداشت کرنا پڑتی ہے۔ وہاں سے نواب شاہ جانا پڑتا ہے، یہاں ہیڈ آفس ہے اور اس کا باوا آدم سب سے نرالا ہے۔ کسی سفارش یا رشوت کے بغیر کیا مجال جو کام ہو جائے اور اس سارے عمل میں جو اخراجات اٹھ جاتے ہیں، وہ بل کی مجموعی رقم سے بھی کہیں زیادہ ہوتے ہیں۔

(محمد یونس تشنہ، چک ۱۱، سانگھڑ)

سمبڑیال میں ڈاکٹر کا تقرر کیا جائے

امیر جماعت اسلامی ضلع سیالکوٹ چودھری نذیر احمد خاں نے ڈائریکٹر محکمہ صحت کے نام ایک مکتوب میں ان کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی ہے کہ سول ہسپتال سمبڑیال تقریباً دو سال سے ڈاکٹر کی خدمات سے محروم ہے اور کچھ عرصہ قبل دو افراد کی موت محض اس وجہ سے واقع ہو گئی کہ ان کو بر وقت طبی امداد نہ مل سکی۔ دو تین روز قبل ایک اور نوجوان زخمی ہوا۔ مقامی ہسپتال نے ابتدائی طبی امداد دے کر کیس کو سیالکوٹ لے جانے کا مشورہ دیا، لیکن نوجوان خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے راستے میں دم توڑ گیا۔ اس کی ذمہ داری محکمہ صحت پر عائد ہوتی ہے۔

چودھری صاحب نے اپنے مکتوب میں اس بات پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ ان کی دردمندانہ اپیل پر کوئی توجہ نہ دی گئی اور محکمہ کی غفلت سے ایک اور قیمتی جان ضائع ہو گئی۔ انہوں نے ڈائریکٹر محکمہ صحت سے اپیل کی ہے کہ فوری طور پر سمبڑیال ہسپتال میں کسی ڈاکٹر کا تقرر فرمائیں۔

(ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، جماعت اسلامی، ضلع سیالکوٹ)

ملیر سٹی ڈاک خانے کے اہل کار

سرکاری محکمے اپنی ریشہ دوانیوں کے لیے شروع ہی سے بدنام ہیں۔ مختلف حکومتیں آئیں اور ان کی اصلاح کے دعوے محض دعووں کی حد تک ہی رہے۔ نئی حکومت آئی تو عوام کو امید ہوئی کہ شاید اب یہ ادارے اپنی روش کو تبدیل کریں گے مگر ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شُدہ

ڈاک خانوں میں بیٹھے ہوئے سب پوسٹ ماسٹر، پیکر اور ٹکٹ فروخت کرنے والے اس طرح سے مخاطب ہوتے ہیں جیسے کوئی ان سے بھیک مانگنے گیا ہو۔ اس مکروہ کردار کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں کہ راقم الحروف ۳۱ دسمبر ۱۹۷۸ء کو ۱۱ بجے ملیر سٹی پوسٹ آفس میں گیا۔ وہاں آئی پی اور جناب عبد الغفور مغل صاحب کے بارے میں معلوم کیا گیا تو وہاں پر موجود شخص نے (جس نے بعد میں اپنا نام مظہر الحق بتایا) نہایت برہمی سے آئی پی او ز کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا اور نہایت توہین آمیز الفاظ میں گفتگو کی۔ یہ اندازِ تخاطب تھا ملیر سٹی ڈاک خانہ کے اُس شخص کا، جو سرکاری ڈیوٹی پر متعین ہے۔ کیا محکمہ ڈاک کے ان اہل کاروں کی اصلاح ناممکن ہو چکی ہے؟

(سید حلیم، محمد افضال، کراچی ملیر ۳۷)

فیلڈ اسسٹنٹ گریڈ بڑھایا جائے

زرعی میدان میں فیلڈ اسسٹنٹ حکومت کی طرف سے مرتب شدہ زرعی پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے زراعت اور کاشتکار کے درمیان رابطہ پیدا کر کے کسانوں کو جدید طریقہ ہائے کاشت کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ دیہات میں رہ کر کاشت کار کی دشواریوں سے نپٹنا اور ہر کسان کو مطمئن کرنا ایک کٹھن مرحلہ ہے اور ان حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے فیلڈ اسسٹنٹ کو جدید زرعی علوم سے لیس کر کے میدانِ عمل میں بھیجا جاتا ہے۔ کیونکہ آج کا کاشت کار پہلے کاشت کاروں سے بالکل مختلف ہے۔ اُسے دورِ جدید کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے قدم قدم پر نئی راہیں تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ چونکہ کاشت کاروں کی اکثریت ان پڑھ ہوتی ہے۔ وہ اس وقت تک کوئی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے، جب تک انہیں عملی طور پر کام کر کے نہ دکھایا جائے اور یہ عملی مظاہرہ کرنے والا فیلڈ اسسٹنٹ ہی ہوتا ہے۔ فیلڈ اسسٹنٹ کا معیارِ تعلیم میٹرک (معہ سائنس)، اور ایگریکلچرل انسٹی ٹیوٹ کا دو سالہ ڈپلومہ ہے۔ یہ ایک زرعی ٹیکنیکل نوعیت کا عہدے دار ہے مگر اس کو پے سکیل نمبر ۵ دیا گیا ہے جو کہ صریحاً ناانصافی ہے۔ جناب سیکرٹری زراعت اور گورنر پنجاب جناب سوار خان صاحب سے اپیل ہے کہ فیلڈ اسسٹنٹ کو بھی اس کا جائز حق دیا جائے۔ (عبد الرشید خان نیازی جوائنٹ سیکرٹری فیلڈ اسسٹنٹس ایسوسی ایشن۔ ضلع میانوالی)

میڈیکل ٹیکنیشن کے ساتھ ناانصافی کیوں؟

حکومتِ پاکستان نے دیہی آبادی کو بہتر طبی سہولت بہم پہنچانے کے لیے ۱۹۶۷ء میں دو سالہ میڈیکل ٹیکنیشن کورس کا اجرا پیرا میڈیکل سکول بہاولپور میں کیا۔ جملہ میڈیکل ٹیکنیشن نے دو سالہ کورس کے اختتام پر سٹیٹ میڈیکل فیکلٹی لاہور سے (۱) میڈیسن مع امراض بچگانہ (۲) سرجری مع امراض کان ناک گلا، آنکھ و امراض زنانہ (۳) فارماکالوجی، میں امتحان پاس کیا تھا۔ لیکن نہایت افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ بارہ سال کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود ہمارے مستقبل کا کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا، جیسا کہ دیہی پروگرام صحت سکیم کے مطابق کرنا چاہیے تھا، بلکہ ناانصافی یہ کہ حکومت پنجاب نے ۱۹۷۵ء میں دو سالہ "میڈیکل اسسٹنٹ" نامی نیا کورس شروع کر دیا، جس میں ڈسپنسرز کو بھی داخلہ دیا گیا۔ نئی دو سالہ میڈیکل اسسٹنٹ کلاس کھولنے سے پہلے سابقہ دو سالہ میڈیکل ٹیکنیشن کلاس کا فیصلہ کرنا حکومتِ پنجاب محکمہ صحت کی ذمہ داری تھی، جس کا فیصلہ ۱۹۶۷ء سے لے کر ابھی تک نہیں کیا گیا اور ہم انصاف کے حصول کو ترس رہے ہیں۔

جناب مارشل لا۔ ایڈمنسٹریٹر پنجاب، جناب مشیر صحت پنجاب اور دیگر متعلقہ حکام سے التماس ہے کہ دو سالہ میڈیکل ٹیکنیشن کو دو سالہ میڈیکل اسسٹنٹ کے برابر تسلیم کیا جائے۔ ہمارا ایک ہی کیڈر بنایا جائے اور میڈیکل ٹیکنیشن کو وہی مراعات دی جائیں جو کہ میڈیکل اسسٹنٹ کو دی جا رہی ہیں۔ (محمود احمد، جنرل سیکرٹری، پاکستان میڈیکل ٹیکنیشن ایسوسی ایشن پنجاب، سرگودھا)

سوہدرہ ڈکیتی کیس کا فیصلہ

مارشل لا۔ کا دور دورہ ہے مگر ہر قسم کی بدعنوانی ہر طرف پھیلی نظر آتی ہے۔ ان برائیوں کی روک تھام کے لیے مجرموں کو جلد از جلد عدالتی فیصلے سُنا کر سزا دینا کارگر ثابت ہو گا۔ اگلے دن گوجرانوالہ کے سیشن جج جناب عبد المجید ٹوانہ نے پانچ آدمیوں کے قاتل کو پچاس دن کے اندر سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ اس بات کا چرچا ضلع گوجرانوالہ کے علاوہ پاکستان کے گھر گھر میں ہے۔ نظامِ مصطفےٰ کی آمد آمد ہے لوگوں کے دلوں میں یہ بات بیٹھتی جا رہی ہے کہ اب فیصلے جلد از جلد ہوا کریں گے۔ اس طرح ڈکیتی، چوری اور قتل کے واقعات دن بدن کم ہوتے جائیں گے۔ اس سلسلہ میں سوہدرہ ڈکیتی کیس کی طرف بھی توجہ ضروری ہے جس میں عزت و آبرو بھی لوٹ لی گئی۔ پولیس کی بددیانتی کی وجہ سے کیس کو خراب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ڈاکو پکڑے گئے اور ڈکیتی برآمد ہو گئی۔ ڈیڑھ ماہ تک ملٹری کورٹ نے سماعت کی، لیکن ابھی تک اس کیس کا فیصلہ منظرِ عام پر نہیں آیا۔

(سید چن پیر آف سوہدرہ)

ٹرکوں کا اڈہ تبدیل کیا جائے

کراؤن سینما کے قریب واقع ٹرکوں کا اڈہ، ماری پور، گل بائی شیر شاہ اور مہاجر کیمپ کے لوگوں کے لیے باعثِ پریشانی ہے۔ اس اڈے پر کھڑے ہوئے ٹرکوں کی وجہ سے اس جگہ سے گزرنے والی گاڑیوں کے لیے راستہ عموماً بند ہو جاتا ہے۔ خصوصاً صبح و شام کے اوقات میں جب طلبہ و طالبات اپنے تعلیمی اداروں کو اور لوگ اپنے کاروبار اور دفتروں وغیرہ کی طرف جا رہے ہوتے ہیں۔ یہاں پر ٹریفک جام ہو جاتا ہے اور لوگوں کا بے پناہ وقت ضائع ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ یہاں پر ٹریفک پولیس کا کوئی سپاہی بھی نہیں ہوتا، جو ٹریفک کو گائیڈ کر سکے۔ سندھ انتظامیہ سے درخواست ہے کہ موجودہ جگہ اس اڈے کے لیے قطعاً مناسب نہیں لہٰذا اسے کسی کشادہ جگہ پر منتقل کیا جائے۔

(یونس اسرار عاجز، اُردو لا۔ کالج، کراچی)

تحریکِ آزادیِ کشمیر اور ریڈیو

کسی بھی تحریک سے دنیا کو روشناس کرانے کے لیے ریڈیو اور پریس بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں، لیکن انتہائی افسوس کی بات ہے کہ تحریکِ آزادیِ کشمیر کو یہ دونوں مؤثر ذرائع خاطر خواہ حد تک حاصل نہیں۔ بدقسمتی سے آزاد کشمیر کا پریس تو نہ ہونے کے برابر ہے، بس ایک ریڈیو تھا، جس کے ذریعے کشمیر کے مظلوم حریت پسندوں کی آواز دنیا تک پہنچائی جا سکتی تھی، لیکن آزاد کشمیر میں جو دو ریڈیو سٹیشن قائم ہوئے ان کے ٹرانسمیٹر اتنی کم طاقت کے ہیں کہ ان کی آواز آزاد کشمیر اور پاکستان کے تمام علاقوں میں ٹھیک سے نہیں سُنی جا سکتی۔ عالمی رائے عامہ کو آزادیِ کشمیر کے سلسلے میں ہموار کرنے کے لیے مظفر آباد ریڈیو سٹیشن کے لیے ہائی پاور ٹرانسمیٹر نصب کیا جائے، تاکہ اس کی نشریات اگر پوری دنیا میں نہیں تو کم از کم ایشیا اور مشرقِ وسطیٰ میں تو سُنی جا سکیں۔ اس کے علاوہ آزاد کشمیر کے عوام کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ تراڑ کھل کا ریڈیو اسٹیشن میرپور میں منتقل کیا جائے اور اگر حکومتِ آزاد کشمیر اور حکومتِ پاکستان ریڈیو تراڑ کھل کو قائم رکھنے پر بضد ہیں تو میرپور ایک نیا اور طاقتور ریڈیو سٹیشن قائم کیا جائے یہ بات اس لیے بھی ضروری ہے کہ میرپور کو آزاد کشمیر کا صنعتی مرکز بنانے کے بارے میں اعلانات ہو رہے ہیں۔ میرپور کے صنعتی مرکز بن جانے کے بعد اس بات کی شدید ضرورت ہوگی کہ کاروباری تشہیر کے لیے کوئی مؤثر ذریعہ ابلاغ یہاں موجود ہو۔

(زاہد محمود، میرپور، آزاد کشمیر)

مسئلہ مولانا ملیک الرحمٰن کا

جامع مسجد مین مارکیٹ گلبرگ لاہور، انجمن تہذیب الاسلام کے زیرِ اہتمام ہے۔ مولانا ملیک الرحمٰن کے خلاف لوگوں کی طرف سے بے شمار شکایات پر تحقیقات کی گئی اور الزامات کو درست پاکر مولانا مذکور کو اِس مسجد سے فارغ کر دیا گیا۔ ہمیں انتہائی افسوس ہے کہ کچھ افراد محض اس عالی شان مسجد پر اپنا قبضہ جمانے کے لیے ملیک الرحمٰن صاحب کی حمایت کر رہے ہیں اور بے بنیاد پراپیگنڈہ میں مصروف ہیں۔ اس کے علاوہ یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ انجمن تہذیب الاسلام رجسٹرڈ ہے، کسی شخص کو حق نہیں کہ وہ گھر بیٹھ کر رجسٹرڈ ادارے کو توڑنے کا اعلان کر دے۔

(اے آر قریشی، صدر، تہذیب الاسلام گلبرگ لاہور)

متناسب نمائندگی کا نظام رائج کیجیے

مارشل لاء حکام نیک نیتی سے چاہتے ہیں کہ اپنے دورِ حکومت میں ایسی بنیادیں فراہم کر دیں جو اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ میں ممد و معاون ہوں، مگر گزشتہ حکمرانوں کے باقیات السیات جو آج بھی نوکر شاہی کے ذریعے کاروبارِ حکومت میں دخیل ہیں۔ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ حکومت کی اصلاحات ناکام ہو جائیں۔ اس کے علاوہ ان کی پوری کوشش ہے کہ جلد از جلد اقتدار فوج کے ہاتھ سے نکل کر ان خاندانوں کے حوالے ہو جائے جو گزشتہ حکمرانوں کے مفادات کے محافظ اور نمائندہ ہیں اور قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک قوم کی گردنوں پر پیرِ تسمہ پا کی طرح سوار ہیں۔ انتخاب انتخاب کی رٹ وہ سیاست دان لگا رہے ہیں جنہیں کرسیٔ اقتدار اور اپنے سیاسی مفادات کے علاوہ اور کسی سے غرض نہیں۔ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ اگر یہ لوگ دوبارہ برسرِ اقتدار آگئے تو فوج کے سارے کیے دھرے پر پانی پھیر دیں گے۔ چند سیاست دانوں کو نااہل قرار دینے سے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ ایک بھائی نااہل قرار پایا تو دوسرا بھائی یا بھتیجا اس کی جگہ منتخب ہو کر آجائے گا۔ ان خونیں جونکوں سے جسدِ سیاست کو نجات دلانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ نظامِ انتخاب کو تبدیل کر دیا جائے۔ ہمارے ہاں اس سلسلے میں مناسب ترین نظام "متناسب نمائندگی" کا ہے۔ اُمید ہے جناب چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اس جانب ضرور توجہ دیں گے۔

(ظفر خان عمرانی، ڈرگ کالونی، کراچی)

ختمِ نبوت کانفرنس میں جناب نورانی اور نیازی کی شرکت

"زندگی" کے گزشتہ شمارے میں جناب نذیر احمد نورانی کا مکتوب بسلسلۂ ختمِ نبوت کانفرنس چنیوٹ پڑھا۔ موصوف نے علامہ نورانی و نیازی کو مدعو نہ کرنے کا شکوہ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ نیازی صاحب ہر سال کانفرنس میں تشریف لاتے تھے، لیکن جب سے وہ جمعیت علمار پاکستان کے جنرل سیکرٹری بنے ہیں، ہماری ہزار گزارش و کوشش کے باوجود انہوں نے کانفرنس میں تشریف لانا ترک کر دیا ہے۔ علامہ نورانی صاحب کو پچھلے تین سال متواتر دعوت نامے بھیجے، رابطہ قائم کیا گیا، مگر اس کے باوجود حضرت صاحب کبھی تشریف نہیں لائے۔ اس سال مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت پاکستان کے رہنماؤں نے فیصلہ کیا کہ نورانی میاں و نیازی صاحب چونکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لیے منعقد ہونے والی کانفرنس میں تشریف لانا کسی مصلحت کی بنار پر مناسب نہیں سمجھتے، ان کے علاوہ بھی تو ملک میں بریلوی مکتبِ فکر کے علمار کرام موجود ہیں، ان سے رابطہ قائم کیا جائے؛ چنانچہ سیال شریف کے معروف گدی نشین اسلامی نظریاتی کونسل کے رُکن مولانا خواجہ قمرالدین صاحب و جناب کرم شاہ صاحب بھیرہ شریف و جناب صاحبزادہ فضل کریم سیکرٹری جنرل جماعت اہل سنت کو ہم نے دعوت نامے ارسال کیے۔ خواجہ صاحب و کرم شاہ صاحب کے واپسی معذرت نامے ہمارے پاس ریکارڈ میں موجود ہیں۔ جب بریلوی مکتبِ فکر کے رہنماؤں سے اس طرح ہمیں مایوسی ہوئی کہ کوئی صاحب بھی تشریف نہیں لا رہے تو ہم نے علامہ غلام رسول ایم اے اور صاحبزادہ منظور حسین ہاشمی کو مدعو کیا، دونوں تشریف لائے اور اپنے خیالات سے شرکاء کانفرنس کو مستفید کیا۔ ختمِ نبوت کانفرنس چنیوٹ کا اہتمام مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت کا مرکزی آفس ملتان کرتا ہے اور منتظمین کے عقیدہ میں یہ بات شامل ہے کہ اُمت کی فلاح و بہبود اتفاق و اتحاد میں مضمر ہے۔ ہم نے ہمیشہ دیوبندی، بریلوی، شیعہ و اہلِ حدیث مکاتیبِ فکر کے اتحاد کی بات کی ہے اور اب بھی ہماری خواہش و کوشش ہے کہ یہ اتحاد قائم رہے۔ ۵۳ء، ۷۴ء، ۷۷ء کی تمام تحریکوں میں اللہ تعالیٰ نے اتحاد کے صدقے کامیابی سے ہمیں سرفراز فرمایا تھا۔ اب کون لوگ اتحاد کی مخالفت کر رہے ہیں؟ کون فرقہ وارانہ فساد کی بات کر رہے ہیں؟ کون ملک میں اسلامی نظام لانے والی طاقتوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں؟ ان ملک و ملت کے "بہی خواہوں" کو لوگ بخوبی جانتے ہیں۔

فاضل مراسلہ نگار سے درخواست ہے کہ اب مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت پاکستان کے زیرِ اہتمام ربوہ مسلم کالونی میں عظیم الشان ختمِ نبوت کانفرنس سیرت النبی کے عنوان پر منعقد ہو رہی ہے۔ وہ جسے بھی اپنی جماعت بریلوی کا نمائندہ تصور کرتے ہیں، ان سے رابطہ قائم کریں۔ اگر وہ تشریف لانا چاہیں تو ان سے بات کر کے ہمیں مطلع فرمائیں۔ ہم ان کو باضابطہ دعوت نامہ بھیج دیں گے، لیکن جہلمی نورانی میاں کو —— ہماری طرح مایوسی ہوگی، اس لیے کہ نورانی میاں و نیازی صاحب طے شدہ پالیسی کے تحت اتفاق و اتحاد کو اُمتِ مسلمہ کے لیے نقصان تصور کرتے ہیں۔

(اللہ وسایا، خطیب محمدیہ مسجد ربوہ، ضلع جھنگ)

بھٹو کے لیے یہ مراعات کیوں؟

ہائی کورٹ سے قتل کے الزام میں سزائے موت پانے والے ذوالفقار علی بھٹو کو حکومت جیل میں جس فراخدلی سے مراعات دے رہی ہے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اتنی بے پناہ مراعات قتل کے کسی اور ملزم کو بھی دی گئی ہیں؟ انصاف سب کے لیے یکساں ہے، قانون کی نظر میں شاہ و گدا سب برابر ہیں، تو پھر بھٹو کو اِن بے حد و حساب مراعات کی فراہمی چہ معنی دارد؟

ع۔ خونِ شہ رنگین تر از معمار نیست

(بادشاہ کا خون مزدور کے خون سے زیادہ رنگین نہیں)

(ایک شہری)

اُردو میں انگریزی کی آمیزش کیوں؟

صحافی حضرات اور دیگر دردِ دل رکھنے والے افراد صبح و شام اس بات کا رونا روتے ہیں کہ اُردو کو اس کا صحیح مقام ملنا چاہیے، لیکن خود اپنی تحریروں میں اور روزمرہ گفتگو میں انگریزی الفاظ کا بے جا اور بے تحاشہ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً بیڈ، بیڈ روم، ڈرائنگ روم، کچن، باتھ روم، لیٹرین، روڈ، ماچس، لائٹ، آن، آف، مارکیٹ، شاپ، شاپنگ، ہیئر ڈریسر، ٹیلر، کلاتھ، سلک، کاٹن، کلر، ڈارک، بلیک، ریڈ، گرین، انکل، آنٹی، کزن، مٹو ڈیڈی، بزنس، سروس، فنکشن، سائز اور اسی طرح کے دیگر بے شمار الفاظ جو بلا ضرورت اُردو میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ وہ لفظ جو اُردو میں نہ ہو، اُس کے لیے تو انگریزی بولنا سمجھ میں آتا ہے، لیکن یہ بلاوجہ دیا سلائی کو ماچس یا سڑک کو روڈ کہنا، کہاں کی اُردو دوستی ہے۔ میرے اس خط کا مقصد یہ نہیں کہ انگریزی کو بالکل ترک کر دیا جائے۔ انگریزی پڑھی جائے، پڑھائی جائے۔ اس میں زیادہ سے زیادہ عبور حاصل کیا جائے، لیکن خدارا انگریزی پسندی کے شوق میں اپنی زبان کا ستیاناس نہ کیا جائے۔

(م۔ خانم۔ راولپنڈی چھاؤنی)

R.L. № 7564
PHONE : 413809
ZINDAGI
WEEKLY
LAHORE

اسلامی نظامِ معیشت اور

بلا سُود سرمایہ کاری

جو لوگ سود کھاتے ہیں۔ وہ قبروں سے اس طرح حواس باختہ اٹھیں گے جیسے شیطان نے لپٹ کر ان کو دیوانہ بنا دیا ہو۔ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ سودا بیچنا بھی تو نفع کے لحاظ سے ویسا ہی ہے جیسے سود لینا۔ حالانکہ سودے کو خدا نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ تو جس شخص کے پاس خدا کی نصیحت پہنچی اور وہ سود لینے سے باز آگیا تو جو پہلے ہو چکا وہ اس کا اور قیامت میں اس کا معاملہ خدا کے سپرد اور پھر جو لینے لگا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں کہ ہمیشہ دوزخ میں جلتے رہیں گے۔

(سورۃ البقرہ ۲۷۵)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سود کی دستاویز لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والوں پر لعنت بھیجی ہے اور آپ نے فرمایا سب پر لعنت برابر ہے۔

(روایت مسلم)

ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشی نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشرتی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو۔ ایسا نظام پیش کر کے گویا ہم مسلمانوں کی حیثیت سے اپنا فرض انجام دیں گے۔

(قائداعظمؒ)

میرا ایمان ہے کہ اگر حضورؐ کے پیش کردہ تجارتی اصولوں کو اپنا لیا جائے تو تجارت کی دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ اسلام کا معاشی نظام سب سے زیادہ جامع اور مکمل ہے۔

(صدر مملکت ضیاء الحق)

پاکستان میں اسلامی نظامِ معیشت اپنانے کی کوششوں میں ملک کا ممتاز سرمایہ کار ادارہ

انڈسٹریل اینڈ کمرشل فنانس لمیٹڈ

حتی المقدور سرگرم عمل ہے براہ راست سرمایہ کاری کے ذریعے ہم مختلف مشترکہ صنعتی اور تجارتی منصوبوں میں اسلامی طرز معیشت کو فروغ دے رہے ہیں۔

ملک کے معاشی ڈھانچے کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کے لئے ہم حکومت کی خواہش پر اپنی مفصل تجاویز و سفارشات حکومت کو پیش کر چکے ہیں۔

ملک کی صنعتی ترقی اور خوشحالی ہمارا مقصد ہے اور ملک میں اسلامی نظامِ معیشت کا فروغ ہماری کوشش

ICF

انڈسٹریل اینڈ کمرشل فنانس لمیٹڈ

محفوظ سرمایہ کاری اور معقول منافع کا ضامن

Adkraft